عرب و ہند کے تعلقات

سلسلہ لکچر ہندوستانی ایکاڈیمی نمبر ۵

عرب و ہند کے تعلقات

یعنی

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

کی

تقریریں جو ۲۲ و ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۹ع کو ہندوستانی
ایکاڈیمی کے سامنے کی گئیں -

الہ آباد

ہندوستانی ایکاڈیمی ، یو - پی

۱۹۳۰ع

تمہید

مدت سے خیال تھا کہ "عرب و ہند کے تعلقات" پر ایک مسلسل بیان کسی تقریر یا رسالہ کی صورت میں اہل ملک کے سامنے پیش کروں - ایک علمی حقیقت کے اثبات کے علاوہ اِس سے یہہ بھی غرض تھی کہ ملک کے ہندو مسلمان دونوں عنصروں کو ان کا وہ زریں عہد یاد دلاؤں جب دونوں گونا گوں اِتحاد کے رابطوں اور سلسلوں سے جکڑے تھے - ہندوستانی ایکاڈیمی الہ آباد کا ممنون ہوں کہ اس نے میری اِس دیرینہ آرزو کے پورا کرنے کا موقع پیدا کیا - مجھے امید ہے کہ جس مخلصانہ ارادہ سے یہہ پراگندہ اور منتشر معلومات بیسیوں کتابوں سے چن کر اور ہزاروں صفحات کو پڑھکر ان چند اوراق میں جمع کئے گئے ہیں اسی حیثیت سے آج یہہ سنے اور کل پڑھے جائیں گے -

ہمارا یقین ہے کہ ملک کے نفاق انگیز صورت حال کی سب سے بڑی ذمہ داری ہمارے اِسکولوں اور کالجوں کے نصاب تاریخ پر ہے - اِس لئے آج ہمارے قومی مورخوں کا فرض سب سے بڑا اور سب سے اہم ہے -

ایکاڈیمی کی فرمائش تو صرف تین تقریروں کی تھی مگر میں نے بحث کے پورے احاطہ اور مضمون کے تمام گوشوں کو گھیرنے کے لئے پانچ تقریریں تیار کیں تاکہ مضمون کسی حیثیت سے ادھورا نہ رہ جائے -

فہرست مضامین

پہلا باب

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

(صفحہ ۱—۴۳)

تمام واقعات اور مواد عربی کی معتبر اور مستند کتابون سے حاصل کئے گئے ھیں - کہیں کہیں کسي انگریزی یا فارسي کتاب کا بھی حوالہ آ گیا ھے -

۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۹ع — سید سلیمان ندوی

شبلی منزل - اعظم گڑھہ -

صفحہ

صفحہ

صفحه

دوسرا باب

تجارتی تعلقات (صفحه ۴۴—۹۶)

صفحہ

صفحہ

تیسرا باب

علمی تعلقات (صفحہ ۹۷—۱۸۵)

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

چوتھا باب

مذہبی تعلقات (صفحہ ۱۸۵ — ۲۵۰)

صفحہ

پانچواں باب

ہندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے '

(صفحہ ۲۵۱—۴۰۲)

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحه

صفحہ

صفحہ

صفحه

برائے کتاب "عرب و ہند"

صفحہ

عرب و هند کے تعلقات

تعلقات کا آغاز اور ہندوستان کے عرب سیاح

عرب اور ہندوستان دونوں ملک دنیا کی دو عظیم‌الشان قوموں کی مذہبی تیرتھہ اور عبادت گاہ ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی قوموں کے نزدیک پاک اور مقدس ہیں - اس مسئلہ میں بہت سے اختلافات ہیں کہ ہندوستان کے اصلی باشندے کون ہیں ؟ آریہ قوم کا دعوی تو آپ نے سنا ہوگا - مگر کیا عربوں کا پرانا دعوی بھی آپ نے سنا ہے ؟ آریہ قوم اِس ملک میں چند ہزار برس گذرے ہونگے کہ ایشیاے وسطی سے پنجاب میں وارد ہوئی اور پھر آگے بڑھکر گنگا جمنا کے دوآبہ میں پھیل گئی - مگر اہل عرب کا دعوی یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدایش کے شروع سے یہ ملک ان کا "پدری وطن" ہے -

حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصہ ہے وہاں متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدم جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی "جنت" میں جس کا نام "ہندوستان جنت نشان" ہے اُتارے

کے لئے اس کي وهي حيثيت هے جو نيل و فرات کي مصر و عراق ميں هے - اور سيحون کے متعلق هے کہ هندوستان کے دريا کا نام هے - کيا جنت کے اِس چوتھے دريا کو "گنگا" سمجھا جائے؟ بعض لوگوں نے اس کو دريائے سندھ قرار ديا هے -

مير آزاد بلگرامي نے سبحۃالمرجان فی آثار هندوستان ميں کئي صفحے هندوستان کے ان فضائل کے بيان کے نذر کئے هيں - اور اس ميں يہاں تک کہا هے کہ جب آدم سب سے پہلے هندوستان اترے اور يہاں ان پر وحي آئي تو يہ سمجھنا چاهئے کہ يہي وہ ملک هے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل هوئي ' اور چونکہ نور محمدی حضرت آدم کی پیشانی ميں امانت تھي اس سے يہ ثابت هوتا هے کہ محمد رسول‌الله صلعم کا ابتدائي ظہور اسي سر زمين ميں هوا - اسي لئے آپ نے فرمايا کہ "مجھے هندوستان کي طرف سے ربانی خوشبو آتی هے" - يہ تمام روايتيں فن حديث کے لحاظ سے بہت کم درجہ هيں - تاهم ان سے اتنا ثابت هوتا هے کہ يہ جو عام طور سے سمجھا جاتا هے کہ مسلمانوں کا تعلق هندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسلہ ميں هوا اور وہ اس کے بعد يہاں آکر آباد هوئے يہ کس قدر غلط هے - بلکہ واقعہ يہ هے کہ وہ اس ملک کو اپنا مفتوحہ ملک نہيں بلکہ اپنا موروثي پدری وطن سمجھتے هيں ' اور جو نہيں سمجھتے هيں ان کو سمجھنا چاهئے - خير يہ تو تاريخ کي ياد سے پہلے کي باتيں هيں - اگر تاريخي نظر

گئے - سر اندیپ (لنکا) میں انہوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اُس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے - ابن جریر، ابن ابي حاتم، اور حاکم (۱) میں ہے کہ هندوستان کي اُس سر زمین کا نام جس میں حضرت آدم اترے "دجناء" ہے - کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ "دجناء" هندی کا "دکھنا" یا "دکھن" ہے جو هندوستان کے جنوبي حصہ کا مشہور نام ہے؟ اور چونکہ عرب کے ملک میں متعدد قسم کي خوشبوئیں اور مسالے اسي جنوبي هند سے جاتے تھے اور پھر عربوں کے ذریعہ وہ تمام دنیا میں پھیلتے تھے اس لئے ان کا بیان ہے کہ یہ چیزیں ان تحفوں کي یادگاریں هیں جو حضرت آدم اپنے ساتھہ جنت سے لائے تھے - ان تحفوں میں سے چھوهارے کے سوا دو پھل یعني لیموں اور کیلے هندوستان هي میں موجود هیں - ایک اور روایت میں ہے کہ امرود بھي جنت هي کا میوہ تھا جو هندوستان میں پایا جاتا ہے -

ایک روایت میں ہے کہ جنت سے چار دریا نکلے هیں - نیل، فرات، جیحون اور سیحون - نیل تو مصر کا دریا ہے جس پر مصر کي زراعت کا دارومدار ہے - اِسي طرح فرات کي جو اهمیت عراق کي سرسبزی و شادابي کے لئے ہے وہ ظاهر ہے - جیحون ترکستان کا دریا ہے اور ترکستان

---

(۱) تفسیر در منثور سیوطي جلد اول صفحہ ۵۵ - مصر میں یہ اور اس کے بعد کي روایتیں موجود هیں - ساتھہ سبحة المرجان في تاریخ هندوستان کا پہلا باب پڑھنا چاهئے -

ایا - گجرات سلطان علاؤالدین خلجي نے سنہ ۱۲۹۷ع میں فتح کرکے دلی کے مقبوضات میں شامل کیا - اور مدراس کي طرف صرف ایک دفعہ سلطان علاؤالدین کي فوجوں نے اسي زمانہ میں ملیبار اور کارومنڈل کے ساحل تک عبور کیا تھا - لیکن وہ فتح ناپائدار تھي - اور بعد کو بیجانگر کی دیوار نے صدیوں تک افغانوں اور مغلوں کو آگے بڑھنے نہیں دیا - دکن کي بہمني سلطنت کي پوری زندگي بیجانگر کے ساتھہ لڑائي جھگڑوں میں کٹي مگر کرشنا سے آگے وہ کسي طرح نہ بڑھہ سکي - البتہ بہمني سلطنت کي راکھہ سے جو پانچ شعلے اُٹھے انہوں نے بڑی مشکل سے سنہ ۱۵۶۵ع میں اس کو جلا کر بے نام و نشان کیا - پھر بھي چھوٹي چھوٹی هندو ریاستیں عالمگیر کے زمانہ تک قائم رهیں - ارکات ، میسور اور مدراس کے علاقوں پر انہوں نے یوں هي اچٹتا سا قدم رکھا - لیکن ان میں سے کوئي بھي دیر تک وهاں جم نہ سکا -

اس پیمایش سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں دکھاؤں کہ هندستان کے کن علاقوں پر درۂ خیبر سے اُٹھنےوالي موجوں کا براہ راست یا بالواسطہ اثر کب پڑا اور همارے مضمون کا تعلق هندوستان کے کس علاقہ سے کس وقت تک ہے -

پنجاب	سنہ ۴۱۴ ھ ۱۰۲۳ع
سندھ	سنہ ۵۸۲ ھ ۱۱۸۶ع
دهلي ، قنوج ، اودھ ، بنارس	سنہ ۵۸۹ ھ ۱۱۹۳ع
بہار و بنگال	سنہ ۵۹۳—۹۵ ھ ۱۱۹۵—۹۹ع

سے دیکھئے تو معلوم هوگا کہ وہ محمود سے سیکڑوں برس پہلے هندوستان آچکے تھے اور جگہ جگہ ان کی نو آبادیاں قائم تھیں -

اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبي حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعني سیدوں کا هے - موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزادہ حضرت امام زین‌العابدین کي نسل سے هے - حضرت زین‌العابدین کي ماں عرب نہ تھیں - ایرانیوں کا دعوی هے کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندان شاهي سے تھیں - مگر مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندهه کي بتایا هے (۱) - اگر یہ اخیر قول صحیح هو تو اس کے ماننے میں کیا عذر هو سکتا هے کہ عرب و اسلام کے سب سے شریف و مقدس خاندان کے پیدا کرنے میں هندوستان کا بھي حصہ هے ؟ اور یہ کہنا بھي صحیح هوگا کہ اور مسلمان هوں یا نہ هوں مگر سادات آل زین‌العابدین علی همیشہ سے نیم هندوستانی هیں -

شمالی هندوستان میں درۂ خیبر سے آنےوالے مسلمان ترکوں اور افغانوں کا زمانہ چوتھي صدی هجری کا آغاز هے چنانچہ محمود نے لاهور سنہ ۴۱۸ ھ میں فتح کیا - لیکن جنوبي هندوستان ملیبار اور کارومنڈل سے گجرات تک کا علاقہ اس کے سیکڑوں برس بعد تک بھي مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں

---

(۱) دیکھو کتاب‌المعارف ابن قتیبہ اور ابن خلکان تذکرۂ علي بن حسین زین‌العابدین رضي اللہ عنہما ۱۲

عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر و شام کے شہروں سے چل کر خشکی خشکی بحر احمر (ریڈ سی) کے کنارے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن تک پہنچتے تھے اور وہاں سے بادبانی کشتیوں پر بیٹھکر کچھہ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے تھے اور کچھہ وہیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرموت ، عمان ، بحرین ، اور عراق کے کناروں کو طے کرکے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گذر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے تھے یا پھر آگے بڑھکر سندھہ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) میں چلے آتے تھے ، اور پھر اور آگے بڑھکر گجرات اور کاٹھیاواڑ کی بندرگاہ تھانہ (بمبئی) کھمبایت چلے جاتے تھے - پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالیکٹ اور راس‌کماری پہنچتے تھے ، اور پھر کبھی مدراس کے کسی کنارے پر ٹھہرتے تھے اور کبھی سراندیپ ، انڈمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاہوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ہوجاتے تھے ، اور بنگال کی ایک دو بندرگاہوں کو دیکھتے ہوئے برھما اور سیام ھوکر چین چلے جاتے تھے اور پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے تھے -

الغرض اس نقشہ سے معلوم ھوگا کہ ان کے جہازات ھندوستان کے تمام دریائی شہروں اور جزیروں میں برابر چکر لگایا کرتے تھے اور تاریخ کی یاد سے پہلے سے ان کی مسلسل آمد و رفت جاری تھی -

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فینیشین ھے - یہ یونانی نام ھے - عبرانی میں ان کا نام کنعانی ھے اور

دکن (دیوگیر)	سنہ ۶۹۳ ھ ۱۲۹۴ع
گجرات	سنہ ۶۹۷ ھ ۱۲۹۷ع
مہاراشٹر ' مدراس	سنہ ۷۱۲ ھ ۱۳۱۲ع

اس لئے عربوں اور هندؤں کے باهمي تعلقات کي تشریح میں هر صوبہ کے متعلق اس کے خیبر سے آنےوالي قوموں کے هاتھوں سے مفتوح هونے تک هم اس کے حالات بیان کر سکتے هیں -

هندوستان اور عرب دنیا کے وہ ملک هیں جو ایک حیثیت سے همسایہ اور پڑوسي کہے جاسکتے هیں - ان دونوں کے بیچ صرف سمندر حائل هے جس کي سطح پر ایسي وسیع اور لنبي چوڑی سڑکیں نکلي هیں جو ایک ملک کو دوسرے سے باهم ملاتي هیں - یہ دونوں ملک ایک سمندر کے دو آمنے سامنے کے خشکي کے کنارے هیں - اس جل تھل سمندر کا ایک هاتھہ اگر عربوں کے ارض حرم کا دامن تھامے هے تو اس کا دوسرا هاتھہ هندؤں کے آریاورت کے قدم چھوتا هے - دریا کنارے کے ملک فطرۃ تجارتي هوتے هیں - یہي پہلا رشتہ هے جس نے ان دونوں قوموں کو باهم آشنا کیا - عرب تاجر هزاروں برس پہلے سے هندوستان کے ساحل تک آتے تھے اور یہاں کے بیوپار اور پیداوار کو مصر اور شام کے ذریعہ یورپ تک پہنچاتے تھے اور وهاں کے سامان کو هندوستان ' جزائر هند ' چین ' اور جاپان تک لیجاتے تھے -

(طبع اا) کے مضمون سنسکرت کا لکھنےوالا یہاں کي ابتدائي تحرير کي تاريخ ان الفاظ ميں بيان کرتا هے -

"هندوستاني حروف کي ابتداء کا مسئلہ ابهي شکوک سے گهرا هوا هے - هندوستاني تحرير کے قديم‌ترين نمونے وہ کتبات هيں جو چٹانوں پر کندہ هيں - يہ پالي زبان (وہ پراکرت جو جنوبي بودهہ مذهبي تحريروں کے لئے استعمال کي جاتي تهي) کے وہ مذهبي احکام هيں جن کو سنہ ا‍—۲۵۳ ق م ميں موريہ خاندان کے شہنشاہ اشوک نے کندہ کرايا تها - اور يہ شمالي هند ميں ، شمالي مغربي سرحد پر ، پشاور کے مضافات ، اور گجرات ميں گرنار سے ليکر مشرقي ساحل پر ، کٹک کے ضلع ميں ، جو گادہ اور دهولي تک پهيلے هوئے هيں انتہاے مغرب کے وہ کتبات جو کپوردا گدهي يا شہباز گدهي اور منصورہ کے قرب و جوار ميں هيں دوسرے کتبات کے حروف تہجي سے بالکل جداگانہ حروف ميں لکهے گئے هيں - وہ داهني جانب سے بائيں جانب پڑهے جاتے هيں - ان کو عموماً "آرين پالي" کہا جاتا هے - يہ حروف يوناني اور ايرئيا کے هندي ستهين حکمرانوں کے سکوں ميں بهي استعمال کئے گئے هيں - رهے دوسرے حروف جو بائيں جانب سے داهني جانب پڑهے جاتے هيں "هندي پالي" حروف کہلاتے هيں - مقدم‌الذکر نے جن کو کهروشتي (خروشتی) يا گندهارا (لبيی) حروف بهي کہا جاتا هے اور جو بظاهر کسي سامی (اور شايد آرامي) زبان سے ماخوذ هيں هندوستان کي بعد کي تحريروں ميں کوئي اثر نہيں چهوڑا هے - دوسری طرف هندی پالي (يا براهمي) حروف جن سے موجودہ هندوستاني حروف ماخوذ هيں بہت زيادہ مشکوک‌الاصل هيں - اور اگرچہ اشوک کے وقت تک اس خط نے بہت زيادہ ترقی کرلي تهي اور اس کو علمي مقاصد ميں حيرت انگيز طور پر استعمال کيا جانے لگا تها تاهم اس کے بعض حروف کا قديم فينيقي حروف سے (جو شايد خود مصری هيروغليفي خط سے ماخوذ تهے) تشابہ يہ خيال پيدا کرتا هے کہ شايد يہ بهي سامی‌الاصل هوں - اس کے اپنے ملک ميں روشناس هونے کے وقت اور ذريعہ کا پتہ شايد اب کبهی بهي نہ چلے - بہر حال پروفيسر بولر (Prof. Buhler) نے يہ نظريہ پيش کيا هے کہ شايد عراق کے تاجروں نے آٹهويں صدی ق م ميں ان حروف کو يہاں

آرامي بھي ان کو کہتے ہیں - اہل عرب ان کو آرم کہتے ہیں ' اور یہي نام قرآن پاک میں ہے عاد ارم ذات العماد "بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد ارم" - اور اسي مناسبت سے عربي تخیل کے ذریعہ سے "بہشت ارم" ہماري زبان میں بھي بولتے ہیں -

یہ کون قوم تھي؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اُٹھکر شام کے ساحل پر جا بسے تھے - بحرین گویا مشرق میں مشرقي ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی ' اور تائر شام میں بحر روم (میڈیٹرینین سي) کے کنارہ ان کی مغربي بندرگاہ تھی جہاں سے وہ یونان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شمالي افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے - اور ادھر مشرق میں وہ ایران ' ہندوستان ' اور چین تک کي خبر لیتے تھے - اسي قوم کے ذریعہ سے یونان میں تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اور شمالي افریقہ کے کنارے کارتھج کي بنیاد پڑی - لیکن ان کے جو اثرات مشرقي ملکوں میں پڑے ان کا پورا اندازہ نہیں لگایا گیا ہے - یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان کي تمام تحریریں بلکہ تمام آرین تحریریں بائیں طرف سے لکھي جاتي ہیں - لیکن اس آریاورت کي ابتدائي تحریریں حیرت سے سنا جائے گا کہ سامي طرز تحریر کي طرح داھني طرف سے شروع ہوتي تھیں - علاوہ اس کے گنتي کے لکھنے کا طریقہ بھي اسي تاجر قوم سے شاید سیکھا گیا تھا - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا

(پہلا پرو' ادھیایہ ١٤٧) میں لکھا ھے "کہ مہابھارت میں جب کورووں نے لاکھہ کا گھر بنا کر پانڈووں کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو ودرجي نے یدھشتھر کو عربي زبان میں بتایا اور یدھشتھر جی نے اسي عربي زبان میں ان کو جواب دیا" - اگر یہ بیان صحیح ھے تو عربوں اور ھندؤں کا رشتہ کتنا پرانا ثابت ھوتا ھے -

عربوں اور ھندؤں کے درمیان تعلقات کا ایک اور ذریعہ بھي تھا - اس کي صورت یہ تھي کہ شہنشاہ ایران کا قبضہ بلوچستان اور سندھہ پر اکثر رھا - اس قبضہ کے تعلق سے سندھہ کے بعض جنگجو قبیلوں کے فوجي دستے ایراني فوج میں داخل تھے - ان جنگجو قبیلوں میں سے دو کا ذکر عربوں نے کیا ھے اور وہ جات (زط) اور میڈ ھیں - یہ دونوں سندھہ کي مشہور قومیں تھیں - ایک حدیث میں ھے کہ عبداللہ بن مسعود صحابي نے آنحضرت صلعم کے ساتھہ ایک خاص شکل و صورت کے لوگوں کو دیکھا تھا جن کي نسبت انہوں نے یہ بتایا کہ "ان کا چہرہ جاتوں کي طرح تھا" (١) - اس سے معلوم ھوگا کہ اھل عرب چھٹي صدی عیسوی میں بھي جاتوں سے واقف تھے - ایرانیوں کو جب شکست ھوئي تو یہ بہادر جات ھوا کا رخ دیکھکر چند شرطوں کے ساتھہ مسلمانوں کے لشکر سے آکر مل گئے - سپہ سالار اسلام نے ان کي بڑی عزت کي اور ان کو

---

(١) ترمذي ابواب الامثال -

روشناش کرایا ہو ـ تاہم موریہ اور اندھرا کتبات میں ان حروف نے جو مکمل شکل اختیار کرلی ہے اور جس وسیع حلقہ میں وہ پھیلے ہوئے ہیں ان چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہے کہ ہندوستان میں اشوک کے بہت پہلے فن کتابت کا مختلف اغراض و مقاصد کے لئے استعمال و رواج موجود تھا ـ یہ واقعہ کہ اس عہد کے ادبیات میں تحریر کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے شاید اس بنا پر ہو کہ برہمن اپنی مقدس تصانیف کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے ـ

"اب رہا ہندوستان میں اعداد کا سوال تو عیسوی سنہ کے ابتدائی دور میں خروشتی کتبات میں جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائی تین عدد لکیروں کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ہیں ـ ۴ ایک جھکے ہوئے کراس (صلیب) کی طرح ہے ـ اور ۵ــ۹ تک اس طرح : ۴ (+) ۱ وغیرہ تا ۴ (+) ۴ (+) ۱ ـ اس کے علاوہ ۱۰ ، ۲۰ ، اور ۱۰۰ کے لئے خاص اعداد ہیں ـ اور باقي دہائیوں کو دس ملاکر یوں لکھا جاتا ہے ـ مثلاً ۵۰ = ۲۰ (+) ۲۰ (+) ۱۰ ـ اس طریقہ کے متعلق ثابت ہوچکا ہے کہ یہ سامی اور شاید ارامي ہے ـ براہمی کتبات میں چھٹی صدی عیسوی تک ایک دوسری قسم کے اعداد استعمال کئے گئے ہیں ـ ایک سے ۳ تک کے لئے آڑی لکیریں ہیں ، پھر ۴ــ۹ تک اکائیوں اور ۱۰ ، ۹۰ ، ۱۰۰ اور ۱۰۰۰ کے لئے خاص علامات ہیں ـ یہ طریقہ بہت ممکن ہے کہ مصر سے ماخوذ ہو اور کسور اعشاریہ کے لئے یہ طریقہ جو سب سے پہلے گجرات کے کتبہ میں ملتا ہے شاید یہیں کے منجمین یا ریاضي دانوں کي ایجاد ہو ـ "

لیکن اس سے بھي زیادہ تعجب کي بات یہ ہے کہ مہابھارت کے زمانہ میں بھي ہندوستان میں ایسے لوگ تھے جو عربي زبان سے واقف تھے ـ گو مشکل سے اس کا یقین آسکتا ہے تاہم چونکہ ایک بڑے پنڈت نے اس کو مانا ہے اس لئے مجھے اس کے انکار کي جرات نہیں ـ "ستیارتھ پرکاش" کے مصنف سوامي دیانند جي نے گیارھویں سمولاس

هند قرار دیا - اور آخر یهي نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پهیل گیا - اور ہ کا حرف الف هو کر فرنچ میں اند اور انڈیا، اور اس کي مختلف صورتیں هو کر تمام دنیا میں مشہور هو گیا - اور خیبر سے آنے والي قوموں نے اس کا نام "هندو استهان" رکها جو فارسي تلفظ میں "هندوستان" بولا جاتا هے - یه عجیب حیرت‌انگیز بات هے که "هند" کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم هوا که انهوں نے ملک کے نام پر اپني عورتوں کا یه نام رکها - چنانچه عربي شاعري میں یه نام وه حیثیت رکهتا هے جو فارسي میں لیلی اور شیرین کي هے -

هندوستان پر عربوں کے حملے

الغرض یه دوهرے تهرے تعلقات تهے جن کے سبب سے اسلام کے بعد عربوں کو هندوستان کي طرف توجه هوئي اور انهوں نے ایران کي فتح کے بعد اس کي نوآبادیات اور دوسرے مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانا ضروری سمجها، اور اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندهه کي سرحد ان کے سامنے تهي - پهر ان کو اپنے تجارتي جهازوں کي حفاظت کے لئے هندوستان کے کسي ساحلي بندرگاه کي تلاش تهي - چنانچه حضرت عمر کے زمانۂ حکومت میں عرب جهازوں کے بیڑے کسي معقول بندرگاه کے قبضه کے لئے هندوستان کے سواحل پر منڈلانے لگے - آج بمبئي کا پر رونق شہر جہاں آباد هے اسي کے قریب تهانه (تانه) جو اب

اپنے قبیلوں میں داخل کر لیا - حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کا خزانہ انہیں جاتوں کی نگرانی میں چھوڑا تھا (۱) - امیر معاویہ نے ان کو رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کے ساحلی شہروں میں لے جا کر بسایا اور ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں ان کو انطاکیہ میں لے جا کر آباد کیا (۲) -

لفظ ہند

مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئی ایک نام نہ تھا - ہر صوبہ کا نام الگ الگ تھا - باہر ریاست کا نام اس کی راجدھانی کے نام سے مشہور تھا - اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریاے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے ہندھو رکھا - پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں س اور ہ آپس میں بدلا کرتے ہیں - اس کی متعدد مثالیں ہیں - اس لئے فارس والوں نے اس کو ہندھو کہکر پکارا - اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا - عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا - لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو

---

(۱) تاریخ طبری -

(۲) بلاذری - ذکر اساورہ -

(سنه ۴۲۴ ھ) سومنات اور کچھه بحري ڈاکوؤں کي سب سے بڑی جا پناہ تھي (۱) - بهر حال واقعه يه هے که لنکا میں کچھه عرب سوداگر تجارت کرتے تھے - ان کا وهاں انتقال هو گیا - لنکا کے راجه نے ان کي عورتوں اور بچوں کو ایک جهاز پر سوار کرکے عراق روانه کیا - راسته میں سندھه کی بندرگاہ دیبل کے قریب ڈاکوؤں نے اس پر چھاپه مارا اور عورتوں کو پکڑ لیا - ان عورتوں نے اس مصیبت کے وقت حجاج کی دهائی دي - حجاج کو جب اس کي خبر هوئي تو اس نے سندھه کے راجه داهر کو لکھه بھیجا که ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھه میرے پاس بھجوا دو - راجه نے معذرت کي که یه دریائي ڈاکوؤں کا کام هے جو همارے قبضه میں نهیں - عراق کے نائب نے اس معذرت کو قبول نه کیا - اسي دوران میں یه واقعه بھي پیش آیا که مکران سے کچھه عرب مجرم اور باغي بھاگ کر سندھه میں پناہ گزیں هوئے اور انھوں نے راجه داهر کي ماتحتی میں اپنا ایک جتھا بنا لیا - اس واقعه نے بھي حجاج کو مشتعل کیا - چنانچه اس نے اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کي سرکردگي میں شیراز سے چھه هزار فوج سندھ روانه کي اور کچھه فوج مع سامان کے دریائي راسته سے سندھه کي طرف بھیجی اور اس کي کمک کے لئے ایران کے پرانے راسته سے خشکي کي طرف سے بھي فوجیں بھیجیں -

---

(۱) کتاب الهند ص ۱۰۲ لندن -

بھي موجود ہے چھوٹا سا بندر تھا - سب سے پہلے سنہ ۱۵ھ (سنہ ۶۳۶ع) میں اسي 'بندرگاہ' پر عربوں نے بحرین کے گورنر کے حکم سے پہلا حملہ کیا - اس کے بعد بھروچ (بروص) پر فوج کشي کي - اور اسي زمانہ میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نام نے دیبل پر جو سندھہ کی بندرگاہ تھی اور جو تھتھہ یا موجودہ کراچي کے قریب تھا حملہ کیا - اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دریائي دستہ ان بندرگاھوں کي دیکھہ بھال کرکے واپس چلا گیا - حضرت علي کے عہد میں سنہ ۳۹ھ (سنہ ۶۶۰ع) سے ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کي نگراني کرنے لگا - اور آخر وہ سنہ ۴۲ھ (سنہ ۶۶۳ع) میں مارا گیا - سنہ ۴۴ھ (سنہ ۶۶۵ع) میں امیر معاویہ نے مہلب نامي سردار کو سندھہ کي سرحد کا نگراں بنا کر بھیجا اور اس کے بعد عربوں کي حکومت میں یہ ایک مستقل عہدہ قرار پا گیا -

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں دمشق کے تخت شاھي پر جب ولید اُموی بیٹھا اور اس کي طرف سے حجاج عراق و ایران و مکران و بلوچستان یعني حکومت کے مشرقي مقبوضات کا نائب مقرر ھوا تو اس نے ھندوستان اور ھندوستان کے جزیروں کے ساتھہ اپنے تعلقات اور مضبوط کئے - عرب تاجر برابر آتے جاتے رھتے تھے مگر ساتھہ ھي ساتھہ ھندوستان کے اکثر ساحلوں سے بحری قزاق ان جہازوں پر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ البیروني کے زمانہ تک

بہر حال اس کے بعد مختلف گورنر یہاں مقرر ہو کر آتے رہے - سنہ ۱۰۷ھ میں جنید گورنر ہوکر آیا - یہ بلندحوصلہ افسر تھا - اس نے سندھہ سے کچھہ پر حملہ کیا - پہلے مرمد آیا اور یہاں سے مانڈل اور پھر دھبنج پہنچا - اور وہاں سے بھروچ کي بندرگاہ تک گیا اور اس کے ایک افسر نے اُجین (مالوہ) تک دھاوا کیا اور وہاں سے پھر سمید اور بھیل مال کو فتح کرتا ہوا گجرات پہنچا - اور وہاں سے پھر سندھہ واپس آ گیا - مگر یہ تمام فتوحات کي حیثیت ایک گذرجانے والي آندھي سے زیادہ نہیں - سنہ ۱۳۳ھ (سنہ ۷۵۱ع) میں عربي حکومت کے دفتر کا ورق الت گیا - امویوں کي جگہ عباسي آئے ' شام کي بجاے عراق سلطنت کا صوبہ قرار پایا ' اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہت کر بغداد چلا گیا - اس انقلاب نے هندوستان کو عرب سلطنت کے مرکز سے بہت زیادہ قریب کر دیا - سنہ ۱۴۰ھ (سنہ ۷۵۹ع) میں ہشام سندھہ کا گورنر ہوکر آیا - اس نے عمر بن جمل نام ایک افسر کو جہازوں کا ایک بیڑا دے کر گجرات بھیجا - وہ لوت مار کر چند روز میں ناکام واپس آگیا - اور آخر ہشام نے خود ایک بیڑا لے کر بھروچ کے قریب گندھار پر قبضہ کیا ' اور یہاں اس نے اپني فتح کي یادگار میں ایک مسجد بنوائي - یہ اس ملک گجرات میں اسلام کا پہلا قدم تھا اور سندھہ کے علاوہ هندوستان میں یہ پہلي مسجد تھي -

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا - اس کے حکم سے عبدالملک نے گجرات پر پھرا حملہ کیا اور سنہ ۱۶۰ھ

سنہ ۹۳ ھ میں محمد بن قاسم سندھہ پہنچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے کشمیر کی سرحد ملتان سے (عرب پنجاب کو چھوٹا کشمیر کہتے تھے) لیکر کچھہ تک اور ادھر مالوہ کی سرحد تک قبضہ کرلیا اور پورے سندھہ میں اس نے نہایت عدل و انصاف اور امن کی سلطنت قائم کردی - راجہ داھر کے ساتھہ ملکر جن ھندی سپاھیوں نے عربوں کا سب سے زیادہ مقابلہ کیا اُن کا نام بلاذری نے جس نے سنہ ۲۵۵ھ (۸۵۵ع) میں اپنی کتاب لکھی ھے تکاکرہ بتایا ھے جو "ٹھاکر" کی عربی جمع ھے - سنہ ۹۶ ھ میں ولید نے وفات پائی اور اس کی جگہ تخت پر سلیمان بیٹھا - اس کو حجاج اور اس کے خاندان اور کارندوں کے ساتھہ ذاتی عداوت تھی - اس لئے اس سال حجاج کے مقرر کردہ دوسرے افسروں کے ساتھہ محمد بن قاسم کو بھی اس نے سندھہ سے واپس بلالیا اور بالاخر اپنے ذاتی انتقام کے نشہ میں اس کو قتل کرا دیا - اس قتل کے اسباب میں راجہ داھر کی دو بیٹیوں کا افسانہ ذکر کے قابل نہیں کہ اس کی تردید بارھا ھو چکی ھے - بلکہ یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ھے کہ جب قاسم سندھہ سے واپس جانے لگا تو سندھہ کی رعایا نے اپنے نیک‌دل اور عادل فاتح کی جدائی میں آنسو بہائے - اور اس کی یادگار میں اس کا بت بنا کر کھڑا کیا (۱) -

---

(۱) تاریخ فتوح البلدان بلاذری - باب فتح سندھہ -

جس کے ذریعہ سے دنیا میں ہر قوم دوسری قوم کي محکوم بنی ھے - عربوں کے بیانات سے یہ قطعي طور پر ثابت ھوتا ھے کہ اس وقت یعني پہلي صدی ھجري کے آخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے اول میں سندھہ میں بودھہ مذھب کا رواج تھا - اھل عرب بودھوں کو سمنیہ کہتے تھے (اس لفظ پر آیندہ بحث ھوگي) - تمام جغرافیہ نویسوں نے یہاں بدھہ (۱) نام ایک آبادی کا ذکر کیا ھے جس کا صحیح نام چچ‌نامہ میں بدھپور ھے (۲) - پھر یہاں نو ویہار (۳) نام پرستشگاہ کا ذکر ملتا ھے جو خاص بودھہ معبد کا نام ھے - ان کے پجاری کا نام سمنیہ ملتا ھے جو برھمنوں کے حریف تھے - الیٹ صاحب بھي اس دعوی میں کہ اس وقت سندھہ کا مذھب بودھہ تھا ھمارے ھم آواز ھیں - کہتے ھیں :-

"چونکہ بودھہ مت سندھہ میں اس وقت مسلمہ طور پر رائج تھا جب مسلمانوں کو پہلے پہل ھندوستاني قوم پرستي سے سابقہ پڑا - اس لئے لازمي طور پر اس نام (بد) کا ماخذ بودھہ ھے نہ کہ فارسي لفظ بد (بت) جو غالباً خود بھي لفظ بودھہ کي محرف شکل ھے - بہت سے آثار اس بات کے موجود ھیں کہ بودھہ مت اس عہد میں وادی سندھہ میں پھیلا تھا - نہ صرف مخصوص طور پر چیني سیاحوں کے تذکرے اور ابن خردازبہ کا بیان اس کي تائید کرتا ھے بلکہ عرب مصنفین کے چند ضمني اشارات و تلمیحات

---

(۱) بشاری مقدسي اور ابن حوقل ذکر سندھہ -

(۲) الیٹ جلد اول صفحہ ۱۳۸ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۰ -

(سنہ ۷۷۸ع) میں باربد کو جس کا ھندی نام بھاڑبھوت ھے اور جو بھروچ کے قریب ھے اس کو فتح کیا ، لیکن فوج میں اتفاقاً وبا پھوٹ گئي جس میں ایک ھزار سپاھي مرگئے - اس سانحہ سے پریشان ھوکر عرب اُلٹے پاؤں پھر گئے -

بغداد کي سلطنت معتصم باللہ عباسي تک جس کي وفات سنہ ۲۲۷ھ میں ھوئي مضبوط رھي ، اور اس کے بعد روز بروز ایسي کمزور ھوتي گئي کہ اس کا تعلق سندھہ اور ھندوستان سے توت گیا - کچھہ دن تک عرب امراء یہاں خود مختار بنے رھے لیکن باالآخر ھندو راجاؤں نے پھر قبضہ کرلیا - اور بعد کو صرف دو مشہور عرب ریاستیں یہاں قائم رہ گئیں جن میں ایک ملتان میں تھي اور دوسری سندھہ کے عربي شہر منصورہ میں - یہاں یہ واقعہ ذکر کے قابل ھے کہ ان ھندو راجاؤں نے بھي مسلمان رعایا کے ساتھہ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کي مسجدوں کو اسي طرح اپني جگہ پر برقرار رھنے دیا (۱) -

سندھیوں کي شکست کا راز

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں یہ معلوم کرنا ھے کہ چند ھزار عربوں کي فوج جو دور دراز راستوں سے آئي ھو ایک ھي حملہ میں اس ملک پر کیونکر قابض ھو گئي - سندھیوں کي شکست بھي میرے نزدیک اسي ایک سبب کا نتیجہ ھے

---

(۱) یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری میں ھیں -

بناپر سندھہ کے راجاؤں کے حالات پڑھکر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا ھے کہ راجہ چچ ھندو برھمن تھا - اس نے چھوٹے چھوٹے بودھہ راجاؤں کو لڑبھڑ کر مٹا دیا یا باجگزار بنا لیا تھا (١) - یہ راجہ چھٹي صدی عیسوی کے آخر میں سندھہ میں فرمانروا تھا - اس کے بعد راجہ چندر اس کا بھائي راجہ ھوا - یہ بودھہ مت کا پر جوش پیرو تھا اور جن لوگوں نے اپنا مذھب پہلے چھوڑ دیا تھا ان کو بزور اس نے بودھہ بنایا (٢) - ھندو برھمنوں نے یہ دیکھکر سر اُتھایا - ناچار وہ معرکوں میں نکلا مگر کامیاب نہیں ھوا - اس کے بعد چچ کا بیٹا راجہ داھر اس کي جگہ بیٹھا - یہ مجھے ھندو برھمن معلوم ھوتا ھے -

تاریخي قیاسات سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ اس وقت جب مسلمان سندھہ کي سرحد پر تھے ملک میں ان دونوں مذھبوں کے اندر جنگ برپا تھي اور بودھہ برھمنوں کے مقابلہ میں اپنے کو بے دست و پا پاکر مسلمان کي طرف صلح و محبت کا ھاتھہ بڑھا رھے ھیں - ھم دیکھتے ھیں کہ عین اس وقت جب محمد بن قاسم کي فاتح فوج شہر نیروں میں پہنچتي ھے تو وھاں کے باشندوں نے اپنے سمنیوں یعني بودھہ پجاریوں کو پیش کیا اور معلوم ھوا کہ "انہوں نے اپنے سفراء خاص عراق حجاج کے پاس بھیج کر

---

(١) چچ نامہ الیت ج ١ ص ١٤٢ و ١٥٢ -

(٢) ایضاً ١٥٢ و ١٥٣ -

بھي هيں جن ميں خاص طور پر کوئي تذکرہ برهمنوں اور بودھوں کا بحيثيت
ايک دوسرے کے حريف هونے کے نهيں هے ' کيونکه ان دونوں کا امتياز باهمي
(خصوصاً طرز عبادت ' ايصال ثواب) قصص مذهبي عام طور پر اس قدر نازک هے
که ناواقف اور مغرور بديسيوں کي توجه مشکل سے ادهر منعطف هوسکتي تهي ۔
چنانچه جهاں کهيں پجاريوں کا تذکرہ هے عموماً ان کو "سمني" کها گيا هے ۔
سلطنت کا هاتھي سپيد هوتا تها جو ايک نهايت معني خيز بات هے ۔ ايک هزار
برهمن (پجاري) جس نام سے که ان کا عربي کتابوں مين تذکرہ هے اور جو
چاهتے تهے که اپنے قديم مذهبي معتقدات اور رسم و رواج کو قائم رکهيں
ان کو محمد بن قاسم نے خليفۂ وقت کي اجازت سے فرمان ديا تها که وہ
اپنے هاتھوں ميں کچکول ليکر هر صبح کو در بدر پھر کر اپني روزي حاصل
کريں ۔ اور يه ايک مخصوص مذهبي رسم هے جو بودھه پجاريوں ميں
جاري هے ۔ اور سب سے آخر يه که مجسمے بنا کر يا کسي اور طور پر
اپنے فاتحوں کي جسماني يادگار قائم کرنا ' يه تمام امور بودھوں کے
خصائص طبعي کي طرف اشارہ کرتے هيں نه برهمنوں کي ۔ ان اثباتي دلائل کے
علاوہ منفي شهادت بهي اس امر سے هوتي هے ' که کوئي تذکرہ ستي '
جنيو ' گئو پوجا ' اشنان (يا نهان) ' هون ' پجاريوں کے هتھکنڈوں اور دوسرے
پيشوايانه تحکمات ' جوگيانه نفس کشي ' يا ديگر رسوم و اعمال کا نهيں ملتا ۔"

سندھه کي سب سے پهلي پراني اسلامي تاريخ جو عام طور پر
چچ نامه کے نام سے مشهور هے (اور جس کے دوسرے نام تاريخ
الهند والسند اور منهاج المسالک هيں) کے مطالعه سے پوري
طرح واضح هوجاتا هے ۔ سندھه ميں بودھوں اور برهمنوں کے
درميان اختلاف اور مخاصمت برپا تهي ۔ اور ايسا معلوم
هوتا هے که يه دونوں مذهب بعض گهرانوں ميں اس طرح بهي
پهيلے هوئے تهے که ايک هندو هے تو دوسرا بودھه هے ۔ اسي

اور اپني کتابوں کی پیشینگوئي اس کو سناتا هے محمد بن قاسم اس کو بہ عزت تمام لیتا هے اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کرتا هے - اسي طرح راجه داهر کے بہت سے مخالف افسر (غالباً بودھ) خود آکر اطاعت کرتے هیں (۱) -

ایسا معلوم هوتا هے که سندھ کے بودھوں نے ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف برهمنوں کو تولا تو ان کو مسلمان بہتر نظر آئے - اور دوسری وجه یه هو سکتي هے که اس سے پہلے ترکستان و افغانستان کے بودھوں کے ساتھ مسلمانوں نے جو حسن سلوک کیا اور ان لوگوں نے جس کثرت اور سرعت کے ساتھ اسلام کو اختیار کیا اس کا اثر اِس ملک کے بودھوں پر بھي پڑا -

هندوستان کے عرب سیاح اور جغرافیه نویس

اس وقت عربي زبان میں جغرافیه کي سب سے پہلي کتاب جس میں هندوستان کا کچھ حال ملتا هے وہ ابن خردازبه (سنه ۲۵۰ ھ) کي کتاب المسالک والممالک هے -

۱ - ابن خردازبه سنه ۲۵۰ ھ

یه نویں صدی عیسوی میں معتمد خلیفه عباسي کے زمانه میں ڈاک اور خفیه اطلاعات کے محکمه کا افسر تھا -

---

(۱) چچ نامه الیٹ ص ۱۰۶ -

امان حاصل کر لی ہے" چنانچہ نیروں کے لوگوں نے محمد کا شاندار استقبال کیا - اس کے لئے رسد کا انتظام کیا اور اس کو اپنے شہر میں داخل کیا اور صلح کی پوری پابندی کی - اس کے بعد جب اسلامی فوج نہر سندھ کو عبور کرکے ہندوستان پہنچتی ہے تو پھر سمنیہ بودھ لوگ صلح کے قاصد بنتے ہیں (۱) - اسی طرح سیوستان میں ہوتا ہے کہ سمنی لوگ (بودھ) بچے رائے اپنے راجہ کو چھوڑ کر بخوشی مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کو بدل قبول کرتے ہیں - سندھ میں کاکا کوئی مشہور عقلمند اور سیاستداں تھا - جاٹ رؤسا اس کے پاس جاکر مشورہ کرتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کی فوج پر شبخون مارا جائے ؟ وہ جواب میں کہتا ہے "اگر تم ایسا کر سکو تو بہتر ہے ، مگر سنو ہمارے پنڈتوں اور جوگیوں نے جنتر دیکھکر یہ پیشینگوئی کردی تھی کہ اس ملک کو ایک دن مسلمان فتح کر لیں گے" - لوگ اس کی بات نہیں مانتے اور نقصان اٹھاتے ہیں - کاکا نے کہا "تم خوب جانتے ہو کہ میرا ارادہ اور عزم مشہور ہے لیکن بودھوں کی کتابوں میں پیشینگوئی پہلے ہی لکھی جاچکی ہے کہ ہندوستان کو مسلمان فتح کر لیں گے - اور میں بھی یقین رکھتا ہوں کہ درحقیقت ایسا ہی ہونے والا ہے" - اس کے بعد کاکا محمد بن قاسم کے پاس چلا جاتا ہے اور جاٹوں کے ارادہ سے اس کو آگاہ کرتا ہے

---

(۱) بلاذری ص ۴۳۷ و ۴۳۸ -

ابن خردازبہ کہتا ہے کہ "ہندوستان میں ۷ ذاتیں ہیں : (۱) شاکشري (چھتری) - یہ اُس ملک کے شرفاء ہیں - انہیں میں سے بادشاہ ہوتے ہیں ' اِن کو سب سجدہ کرتے ہیں ' وہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے - (۲) براهمہ (برهمن) - یہ شراب اور نشہ کي چیز نہیں پیتے - (۳) کستری (کھتری) - یہ تین پیالوں تک پي لیتے ہیں - برهمن ان کی بیتی لے لیتے ہیں مگر ان کو دیتے نہیں - (۴) شودر - یہ کھیتي والے ہیں - (۵) بیش (ویش) - یہ پیشوں والے ہیں - (۶) شنڈال (چنڈال) - یہ کھلاڑي اور کلاونت ہیں - اُن کي عورتیں خوبصورت ہوتي ہیں - اور (۷) ذنب (ڈوم) - یہ گاتے بجاتے ہیں - ہندوستان میں ۴۲ قسم کے مذہب جاري ہیں - کوئي خدا اور رسول دونوں کو مانتا ہے ' کوئی ایک کو مانتا ہے ' کوئی کسي کو نہیں مانتا ہے - ان کو اپنی جادوگری اور جنتر منتر پر بڑا ناز ہے -" (ص ۷۱) -

۶ - سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ

یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جس کا سفرنامہ ہم تک پہنچا ہے - سنہ ۱۸۴۵ع میں پیرس میں سلسلة التواریخ کے نام سے یہ چھپا ہے - یہ ایک سوداگر تھا جو عراق کی بندرگاہ سے چین تک سفر کیا کرتا تھا - اور اس طرح یہ ہندوستان کے پورے ساحل کا چکر لگایا کرتا تھا - اس نے اپنے یہ مختصر حالات سنہ ۲۳۷ ھ میں لکھے ہیں جس کو آج قریب قریب گیارہ سو برس ہوتے ہیں -

اس لئے اس نے بغداد سے مختلف ملکوں کی مسافتوں اور آمد و رفت کے راستوں کی تشریح میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں اس نے ہندوستان کے بری اور بحری تجارتی راستوں کی تفصیل بیان کی ہے اور یہاں کی مختلف ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے - یہ گو خود ہندوستان نہیں آیا مگر اُس کے عام معلومات کی بنیاد بطلیموس کے جغرافیہ پر ہے اور خاص خاص معلومات اُس کے محکمہ کے سرکاری اطلاعات پر مبنی ہیں، اور تاجروں اور مسافروں سے اپنے عہدہ کی وجہ سے اُس کی ملاقاتیں برابر ہوتی رہتی تھیں - اس لئے اُس کے یہ ذاتی معلومات گویا ایک ہندوستانی سیاح کے برابر تھے - اس کی کتاب سنہ ۱۸۸۹ع میں مطبع بریل لیڈن میں دی غوجی (De Goeje) نے شائع کی ہے -

ابن خردازبہ نے سندھ کے تحت میں جن شہروں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب بلوچستان کے بعد سے لیکر گجرات تک سب کو سندھ سمجھتے تھے - چنانچہ اس نے سندھ کے یہ شہر گنائے ہیں : قیقان، بنہ، مکران، مید، قندھار، قصدار، بوقان، قندابیل، قنزپور، ارمابیل، دیبل، قنبلی، کنبایاد، کھمبایت، سہبان، سدوسان، راسک، رور، ساوندری، ملتان، مندل، بیلمان، سرشت، کیرج، مرمد، قالی (کالی)، دھبج، بروص، (بھروچ) - (ص۵۵) - پھر ہندوستان کے مشہور شہروں کے نام لئے ہیں : سامل، هورین (اجین)، قالون، قندھار (گندھارا)، قشمیر (کشمیر) - (۶۸)

عرب کا بادشاہ ، یہ شہنشاہ اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ سب سے دولتمند ھے اور ایک بڑے مذھب کا بادشاہ ھے — پھر چین کے بادشاہ کا نمبر ھے — پھر روم کے بادشاہ کا — پھر هندوستان کے راجہ بلہرا (ولبھہ رائے گجرات کا راجہ) کا ”—

اس نے هندوستان کے سواحل کے ۴ بادشاهوں کا ذکر کیا ھے جن میں پہلا نام راجہ بلہرا کا ھے — ” جو سب راجاؤں کا راجہ ھے — اس کے فوجي وظیفوں کا نظام عربوں کي طرح ھے — اس کے سکے بھي ھیں — اس پر راجہ کا سنہ راجہ کي مسندنشیني سے شروع ھوتا ھے — هندوستان کے سب راجاؤں سے زیادہ یہاں کے راجہ عربوں سے محبت رکھتے ھیں — ان کا اعتقاد ھے کہ اسي لئے ان کے راجاؤں کي عمریں بڑی ھوتی ھیں — ۵۰ ، ۵۰ برس تک وہ راج کرتے ھیں — ان کے ملک کا نام کمکم (کوکن) ھے ” جو سمندر کے کنارے ھے — آس پاس کے راجاؤں سے اس کی لڑائیاں رھا کرتی ھیں ” — لفظ بلہرا کی اصلیت پر ابتدائي محققوں میں کچھہ اختلافات رھے مگر اب یہ بہ تحقیق ثابت ھو گیا ھے کہ بلہرا در اصل ولبھہ رائے کی خرابي ھے اور کمکم کوکن کي بگڑی ھوئي شکل ھے — ولبھہ رائے کا خاندان یہاں مدتوں تک حکمراں رھا ھے —

ولبھہ رائے کے بعد جزر کے بادشاہ کا ذکر ھے — جزر ، اصل میں گجر ھے — گوجر راجہ گجرات کے راجہ تھے — کہتا ھے کہ ” اس راجہ کے پاس فوجیں بہت ھیں ، اس کے پاس جیسے گھوڑے ھیں ویسے کسي راجہ کے پاس نہیں — لیکن

یہ سب سے پہلا ماخذ ہے جس میں بحر ہند کا نام دریائے ہرکند ہم کو ملتا ہے اور پھر اسی نام سے اہل عرب نے اس کو یاد کیا ہے - ہرکند سمندر کے اُس حصہ کو کہتے تھے جو جنوبی ہند کے کناروں سے بہتا ہے - سلیمان کہتا ہے کہ "مشہور ہے کہ اس میں ۱۹ سو کے قریب جزیرے ہیں - ان جزیروں پر ایک عورت کی حکومت ہے - ان میں عنبر اور ناریل کے درختوں کی کثرت ہے - ایک جزیرہ دوسرے جزیرے سے دو تین فرسخ پر واقع ہے - یہاں کے لوگ بڑے صناع ہیں - یہ کرتہ دونوں آستینوں دامنوں اور گریبان کے ساتھہ بن لیتے ہیں اور اسی طرح جہاز بناتے ہیں - سب سے آخری جزیرہ کا نام سرانديپ ہے - اور ان میں سے ہر جزیرہ کا نام دیپ ہے - اسی سرانديپ میں حضرت آدم کا نقش پا ہے - ان سب سے پیچھے جزیرہ انڈمان ہے - یہاں کے لوگ وحشي ہیں ' بد صورت اور کالے ہوتے ہیں - گھونگریلے بال '، ڈراونے چہرے ' لمبے پاؤں ' ننگ دھڑنگ ' آدمي کو زندہ پکڑ کر کھا جاتے ہیں - خیریت ہے کہ ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں ' ورنہ ادھر سے جہازوں کا گزرنا مشکل ہوتا " - جنوبي ہند کے بعض ساحلوں کے متعلق لکھتا ہے کہ " وہ صرف ایک لنگوٹي باندھتے ہیں " -

اس نے ایک عجیب بات یہ نقل کي ہے جس سے اس زمانہ کے لوگوں کي تنقیدی نظر تمام دنیا کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ " اہل ہند اور اہل چین کا متفقہ بیان ہے کہ دنیا میں صرف چار بادشاہ ہیں - سب سے اول

هاتهہ پر پان کے سات پتے رکهکر لوها رکهہ دیا جاتا هے اور وہ اس کو لیکر آگے پیچهے چلتا هے - پهر وہ اس لوهے کو گرا دیتا هے اور اس کے هاتهہ کو کهال کی ایک تهیلی میں رکهکر بادشاهی مهر اس پر کردی جاتی هے - تین دن کے بعد دهان لاکر اس کو دئے جاتے هیں کہ وہ ان کو چهیل کر چاول نکالے - تو اگر اس کے هاتهہ پر اثر نہیں هوتا تو وہ سچا سمجها جاتا هے اور مدعی پر جرمانہ کر کے خزانہ شاهی میں داخل کیا جاتا هے - کبهی گرم لوهے کے بجائے لوهے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا هے اور اس میں ایک لوهے کی انگوٹهی چهوڑ دی جاتی هے اور اس کو کہا جاتا هے ' کہ هاتهہ ڈالکر انگوٹهی اُس میں سے نکال لے " - سلیمان کہتا هے کہ " میں نے بعض لوگوں کو دیکها کہ ان کے هاتهہ بالکل صحیح و سالم نکل آئے " - یہ بهی کہتا هے کہ " یہاں مردے جلائے جاتے هیں - صندل ' کافور اور زعفران اس میں ڈالتے هیں اور راکهہ اُن کی هوا میں اُڑا دیتے هیں - یہاں یہ بهی قاعدہ هے کہ جب راجہ مرتا هے تو اس کے ساتهہ اُس کی سب رانیاں بهی جل کر ستی هو جاتی هیں - لیکن یہ صرف خواهش پر موقوف هے کوئی جبر نہیں هے " - (۵۰)

یہ بهی وہ بیان کرتا هے کہ " یہاں سلطنت موروثی هے اُن کے ولی‌عہد هوتے هیں - اسی طرح یہاں جو دوسرے عہدے اور پیشے هیں وہ بهی موروثی هیں - اور یہاں کے کل راجہ مل کر ایک بڑے راجہ کے ماتحت نہیں بلکہ

یہ عربوں کا سخت دشمن ہے - اس کا ملک بھی سمندر کے دہانے پر ہے - اس کے پاس مویشي جانور بہت ہیں - ہندوستان کے تمام ملکوں میں سے سب سے زیادہ یہ ملک چوری سے محفوظ ہے" -

"اس کے بعد طافن کا بادشاہ ہے - اس کا ملک بہت تھوڑا ہے - یہاں کي عورتیں بہت خوبصورت ہیں - یہاں کا راجہ سب سے صلح رکھتا ہے اور عربوں سے محبت رکھتا ہے -" لفظ طافن کي اصلیت میں یورپین محققوں کا اختلاف ہے - یہ لفظ طافن کے بجائے طاقن بھي بعض نسخوں میں ملا ہے - اس کو بعضوں نے موجودہ اورنگ آباد دکن کے قریب بتایا ہے - بعض اس کو کشمیر کے پاس لے گئے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ طاقن لفظ ہے اور یہ دکھن کي خرابي ہے -

"اس کے بعد رھمي کا راجہ ہے جس کے پاس راجہ بلہرا اور دوسرے راجاؤں سے زیادہ فوج ہے - اس کی فوج کے ساتھہ پچاس ہزار ہاتھی ہوتے ہیں - اس کے ملک میں ایسے سوتي کپڑے ہوتے ہیں جو کہیں اور جگہ نہیں ہوتے" - کپڑوں کي تعریف کي بناپر سمجھا جاتا ہے کہ یہ ڈھاکہ کے قریب کسي راما نام راجہ کي حکومت تھي -

اس نے ہندوستان کے بہت سے قوانین بھي لکھے ہیں - مثلاً یہ کہ "جب ایک دوسرے پر کوئي دعویٰ کرتا ہے تو ملزم کے سامنے لوہا گرم کر کے رکھا جاتا ہے - اور اس کے

کے لئے سب سے تعجب کي بات هے کہ کسي ملک میں
چھوهارا نہ هو - همارے عرب سیاح کو بھي یہي تعجب
هے - کہتا هے کہ "هندوستان میں چھوهارے کا درخت
نہیں اور سب پھل هیں - اور ایک پھل ایسا ان کے
پاس هے جو همارے یہاں نہیں - " (۵۹) - هو نہ هو یہ
آم هوگا - هندوستان میں انگور بھي نہیں - انار البتہ
هیں - همارے تکلف‌پسند سیاح کو اس پر تعجب هے
کہ "هندوستان میں زمین پر فرش بچھانے کا رواج نہیں"
(۵۴) - "بیوي رکھنے کي تعداد بھي یہاں مقرر نہیں -
جتني چاهے رکھے" - "ان کی غذا چاول هے" - (۵۴) -
"چین کے مذهب کي اصل هندوستان هي سے هے - بودهوں کے
مجسمے پوجتے هیں - طب ' نجوم اور فلسفہ هندوستان میں
هے" - (۵۷) - "جانوروں میں یہاں گھوڑے کم هیں" -
- (۵۷)

چین هندوستان سے زیادہ صاف ستھرا ملک هے -
دونوں ملکوں میں بڑے بڑے دریا هیں - هندوستان میں
جنگل بہت هیں اور چین پورا آباد هے - اهل هند
کا لباس یہ هے کہ ایک کپڑا کمر سے باندھتے هیں اور
دوسرا اوپر ڈال لیتے هیں - مرد اور عورت سب سونے اور
جواهرات کے زیور پہنتے هیں" -

۳ - ابوزید حسن سیرافي سنہ ۲۶۴ ھ

سیراف خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھي - ابوزید
یہیں کا رهنے والا تھا - سنہ ۲۶۴ ھ کا سنہ اس کي کتاب

ہر ایک کا راج علحدہ علحدہ ہے - کوئي کسي کے ماتحت نہیں - لیکن ولبھہ رائے (بلھرا) سب راجاؤں میں بڑا ہے" - (۵۱)

"یہاں شادی بیاہ سے پہلے لڑکا اور لڑکي والے پہلے پیام و سلام کرتے ہیں - پھر تحفہ تحائف بھیجتے ہیں - اور شادي میں خوب ڈھول' جھانجھہ بجاتے ہیں - اور جسقدر ممکن ہو دان دیتے ہیں" - (۵۳) - تمام ہند میں بدکاري کي سزا دونوں ملزموں کا قتل ہے - اسی طرح چوری کي سزا بھي قتل ہے - ہندوستان میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ چور کو ایک نوکیلي مخروطی لکڑی پر بٹھاتے ہیں - اور وہ لکڑي نیچے سے حلق تک چلی آتي ہے" - (۵۴)

آج یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہندوستان میں لوگ کبھي لمبي لمبي ڈاڑھیاں بھي رکھتے تھے - ہمارے سیاح کا بیان ہے کہ "یہاں میں نے تین تین ہاتھہ کي ڈاڑھیاں دیکھیں" - (۵۵) - "جب کوئي مرتا ہے تو اس کے عزیز ڈاڑھي اور مونچھہ کا بھدر کراتے ہیں - جب کوئي قید کیا جاتا ہے تو ۷ دن تک اس کو کھانا پانی نہیں دیتے - یہاں ہندو جج بیٹھہ کر مقدمات فیصل کرتے ہیں - ڈاکو کی سزا بھی قتل ہے - جانور کو ذبح کرکے نہیں بلکہ اس کو کسی چیز سے مار کر کھاتے ہیں - اہل ہندو دوپہر کے کھانے سے پہلے نہاتے ہیں' مسواک کرتے ہیں' بے مسواک کئے نہیں کھاتے" - (۵۶) - ایک عرب

سامنے ایک پتے پر یہ چاول رکھہ دئے جاتے ہیں - راجہ اس میں سے ذرا سا اتھا کر کھاتا ہے - پھر ایک ایک آدمی راجہ کے سامنے جاتا ہے - راجہ ان کو تھوڑے تھوڑے چاول اپنے سامنے سے دیتا جاتا ہے - یہ کل آدمی راجہ کے ساتھی ہوتے ہیں - جب راجہ مرتا ہے تو یہ سب بھی اس کے ساتھہ اس دن آگ میں جل جاتے ہیں - اس قسم کے متعدد واقع ہمارے سیاح نے بیان کئے ہیں - وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "یہاں بارش زیادہ ہوتی ہے - اور اسی پر یہاں کی کھیتی کا مدار ہے" - (۱۲۶) - پھر وہ بھکشو یعنی بودھہ فقیروں کا ذکر کرتا ہے جو ننگے بدن سر اور بدن کے بال بڑھائے اور ناخن بڑھائے گلوں میں انسانی کھوپڑیوں کا مالا پہنے - دیس دیس پھرتے رہتے ہیں - جب ان کو بھوک لگتی ہے تو کسی کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں" - (۱۲۹) - ساتھہ ہی اُس نے جنوبی ہند کی دیوداسیوں کا بھی تذکرہ کیا ہے (۱۲۹) - اس کے بعد ملتان کے مشہور بت کا حال لکھا ہے، پھر ناریل والے ملک کا ذکر کرتا ہے اور اس کی تجارت کا حال بیان کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ "ہندوستان کے راجہ کانوں میں سونے کے بالے جن میں بڑے بڑے قیمتی موتی ہوتے ہیں پہنتے ہیں، اور گلے میں مالا پہنتے ہیں - جن میں بیش قیمت جواہرات ہوتے ہیں - اور یہی موتی اور جواہرات ان کی دولت اور خزانہ ہیں اور اسی طرح درجہ بدرجہ فوجوں کے سپہ‌سالار اور افسر بھی اسی قسم کے زیور پہنتے ہیں -

میں ملتا ہے - اور مسعودي سیاح سنہ ۳۰۰ھ میں سیراف
میں اس سے ملا تھا - یہ بھي ایک عرب تاجر تھا -
اس نے سلیمان تاجر کے سفرنامہ کو پڑھکر اس کے ۲۵ ؛
۳۰ برس کے بعد اس کا تکملہ لکھا ہے - وہ بھي سیراف
اور ہندوستان اور چین کے درمیان دریائي تجارتي سفر کیا
کرتا تھا - وہ لکھتا ہے کہ "ہمارے زمانہ میں چین
کے سیاسی انقلابات کے سبب سے وہاں سے اب لوگوں کے
تجارتي کاروبار بند ہو گئے ہیں" - اس نے دعوی کیا
ہے کہ "میں پہلا شخص ہوں جس نے یہ دریافت
کیا کہ ہندوستان اور چین کا سمندر اوپر سے پھر کر بحر
متوسط (میڈیٹرینین) میں مل گیا ہے" - (۸۸) - یہ سب سے
پہلا عرب سیاح ہے جو جاوہ کے بادشاہ مہراج کا ذکر کرتا
ہے اور اس کے مقابل میں ملک قمار (راس کماری) کا
نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں کا راجہ مہراج کا
ماتحت ہے اور یہاں بدکاري اور شراب دونوں منع ہیں -
یہاں ان کا نام و نشان نہیں - (۹۴) - ہندوستان اور چین
دونوں جگہ تناسخ کا عام اعتقاد اتنا پختہ ہے کہ لوگ
جان دے دینا معمولي کام سمجھتے ہیں - (۱۰۱) - اور کہتا
ہے کہ ولبھہ رائے اور دوسرے راجاؤں میں کوئي کوئي ایسے
بھي ہوتے ہیں کہ جان بوجھہ کر اپنے کو آگ میں جلا
ڈالتے ہیں - (۱۱۵) - یہاں راجہ بناتے وقت یہ کرتے ہیں
کہ راجہ کے باورچي‌خانہ میں چاول پکائے جاتے ہیں اور
تین سو چار سو آدمي اپني خوشي سے آتے ہیں - راجہ کے

خلاصے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اور قزوینی نے آثارالبلاد میں دئے ہیں ' وہ دیکھے ہیں - اس نے ملتان کے بت‌خانہ کا مفصل تذکرہ کیا ہے - اسی طرح مدراس کی پیداوار اور مصنوعات کا ذکر کیا ہے - غالباً یہ پہلا عرب سیاح ہے جو ہندوستان میں خشکی کے راستے سے داخل ہوا -

۵ - بزرگ بن شہر یار سنہ ۳۰۰ ھ

یہ ایک جہازراں تھا جو اپنے جہازات عراق کی بندرگاہ سے ہندوستان کے ساحلوں اور جزیروں سے لے کر چین اور جاپان تک لے جاتا اور لے آتا تھا - اس نے عجائب‌الہند کے نام سے اپنے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے دریائی مشاہدات عربی میں قلم‌بند کئے ہیں جن میں جنوبی ہند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں - ان میں سب سے اہم واقعہ ایک ہندو راجہ کا قرآن کا ہندی میں ترجمہ کراکر سننا ہے - اس نے ہندوستان کے شہروں میں سے کولم ' کلہ ' کشمیر زیرین (پنجاب) ' صیمور (چیمور) ' سوبارہ ' تہتھہ ' تھانہ ' مانکیر (مہانگر ولبھہ رائے کی راجدھانی) اور سیلون کا نام لیا ہے - یہاں کے جوگیوں ان کی ریاضتوں ' اور اپنے آپ کو مار ڈالنے اور جلا ڈالنے کے بہت سے قصے لکھے ہیں - اس کتاب میں عجیب بات یہ ہے کہ جابجا تاجروں اور سوداگروں کے لئے بنیانیہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صریحاً ہندی لفظ بنیا ہے - اس زمانہ میں

یہاں امیر لوگ آدمی کی گردن پر سوار ہوتے ہیں - اس کے ہاتھہ میں چترہ (چھتر) ہوتا ہے - جس میں مور کے پر لگے ہوتے ہیں" (۱۴۵) -

اس سیاح کو یہ دیکھہ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہاں دو آدمی بھی ایک ساتھہ مل کر نہیں کھاتے ' اور نہ ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں ' اور اس کو بڑا عیب سمجھتے ہیں - راجاؤں اور امیروں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ناریل کی چھال کا تھالی سا کوئی برتن روز بنتا ہے اور وہ ہر ایک کے سامنے رکھا جاتا ہے - کھانے کے بعد جھوٹا کھانا مع اس چھال کی تھالی کے پھینک دیا جاتا ہے" (۱۶۴) - وہ یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ "یہاں کے اکثر راجا اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے ' جو بھی ان کے دربار میں جائے وہ ان کو دیکھہ سکتا ہے" (۱۶۷) -

۴ - ابودلف مسعر بن مہلہل ینبوعی سنہ ۳۳۱ ھ

یہ بڑا عرب سیاح ہے - اس کا زمانہ سنہ ۳۳۱ ھ سے سنہ ۳۷۷ ھ تک یقیناً ثابت ہے - یہ بغداد سے ترکستان آیا اور شاہ بخارا ' نصر سامانی المتوفی سنہ ۳۳۱ ھ سے ملا - وہاں سے ایک چینی سفیر کے ساتھہ چین روانہ ہو گیا - پھر چین سے نکل کر ترکستان ' کابل ' تبت ' اور کشمیر ہو کر ملتان ' سندھہ اور ہندوستان کے جنوبی سواحل (کولم) تک پہنچا - اس کی کتاب کا کچھہ تکڑا برلن میں سنہ ۱۸۴۵ع میں لاطینی ترجمہ کے ساتھہ چھپا ہے مگر میری نظر سے نہیں گذرا ہے - البتہ کچھہ اس کے

تمام دنیا کي قوموں کی اجمالی تاریخ ھے ' منجملہ اس کے
ھندوستان بھی ھے - اس نے دریاؤں کے حالات بہت مفصل
لکھے ھیں - اس کے بیان سے یہ عجیب بات معلوم ھوتی
ھے کہ جس طرح آج جہازراں کمپنیوں اور ان کے جہازات کے
نام ھوتے ھیں اسي طرح جہازوں کے مالکوں کی نسبت سے
بھائیوں اور بیٹوں اینڈ برادرس اینڈ سنز کے طریقہ سے
ان جہازوں کے نام بھي رکھے جاتے تھے جو بحر ھند میں
آتے جاتے تھے - اس نے سب سے پہلے دریائے رائد (راوي) اور
گنگ کا اور پنجاب کے پانچوں دریاؤں کا بار بار نام
لیا ھے (۳۷۲) ' اور یہ بتایا ھے کہ ان میں سے ھر ایک
کہاں کہاں سے نکلا ھے - قنوج جو مشہور قنوج کے علاوہ
سندھ میں واقع تھا اور جس کے راجہ بوورہ کے نام سے
مشہور تھے اس کا ذکر کیا ھے اور اس کا موقع بتایا ھے -
یہ لکھا ھے کہ " تبت کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے پہاڑ
نہیں دیکھے " - (۳۸۹) - ان پہاڑوں سے ظاھر ھے کہ
کوہ ھمالیہ مراد ھے - یہ بھي لکھا ھے کہ " ھندوستان
میں بہت سی بولیاں بولي جاتي ھیں " (۳۸۱ - ۱۹۳) -
عجیب بات یہ ھے کہ اس نے قندھار کو رھبوط (راجپوتوں)
کا ملک بتایا ھے (۳۷۲) - کھنبایت میں وہ سنہ ۳۰۳ ھ میں
پہنچا تھا - وہ اس وقت راجہ ولبھہ رائے کے ماتحت ایک
برھمن بنیا (؟) کے زیر حکومت تھا - (۲۵۴) - ملتان
سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد اپنا پہچنا وہ ظاھر کرتا ھے اور وھاں کے
مسلمان عرب بادشاہ اور وزراء کے نام بتاتا ھے - (۳۷۶)

چھوٹی کشتی کو عرب ملاح بارجہ کہتے تھے - یہ لفظ ہندی لفظ "بیڑا" ہے - اس کی عربی جمع بوارج ہے - مگر اس کتاب میں بوارج کا لفظ دریائی ڈاکوؤں کے لئے بھی بار بار بولا گیا ہے - ہنڈول ڈولی اور ڈولہ کے معنی میں اور بلنج پلنگ کے معنی میں اس میں استعمال ہوا ہے - ہندوؤں کے چھوت چھات کا بھی اس میں ذکر ہے - (۱۱۸) -

کتاب سنہ ۱۸۸۹ع میں لیڈن میں چھپی ہے - اس کا فرنچ ترجمہ تو اسی کے ساتھ شائع ہوا ہے مگر انگریزی ابھی اسی مہینہ میں چھپ کر نکلا ہے -

۶ - مسعودی سنہ ۳۰۳ ھ

مسعودی جس کا نام ابوالحسن علی تھا ایک بلند پایہ مؤرخ ، جغرافیہ‌نویس اور سیاح کی حیثیت سے مشہور ہے - اس نے اپنی عمر کے پچیس برس سیر و سیاحت میں بسر کئے - اس نے اپنے وطن بغداد سے سفر شروع کیا اور عراق و شام و آرمینیا ، روم (ایشیائے کوچک) ، افریقہ ، سودان ، زنگ کے علاوہ چین ، تبت ، ہندوستان اور سراندیپ کا سفر کیا - اور تری میں اس نے ہندوستان ، چین ، عرب ، حبش ، فارس ، روم کے دریاؤں کی سیر کی - اس کی متعدد ضخیم کتابوں میں سے صرف دو تاریخی کتابیں موجود ہیں ، ایک کتاب التنبیہ و الاشراف ہے جو مختصر ہے ، دوسری اس سے بڑی ہے اس کا نام "مروج الذہب و معادن الجوہر" ہے - یہ دوسری کتاب زیادہ پرمعلومات ہے - یہ گویا اسلام کی تاریخ ہے - مگر اس کے مقدمہ میں

۸ - ابن حوقل سنہ ۳۳۱ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) سنہ ۳۵۸ ھ (سنہ ۹۷۹ ع)

یہ بغداد کا ایک تاجر تھا - سنہ ۳۳۱ ھ مطابق سنہ ۹۴۳ع کو اس نے بغداد چھوڑا، اور یورپ، افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کا سفر کیا - اسپین اور سسلی سے لے کر ہندوستان تک کی زمین اس نے چھان ماری - اس نے بھی ملکوں کے نقشے تیار کئے مگر افسوس ہے کہ اس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ نقشے نہیں دئے ہیں - مگر الیٹ صاحب نے اس کا ایک قلمی ناقص نسخہ شاہ اودھ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا - اس نسخہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں سندھ کا وہ نقشہ لگا دیا ہے جو ان کو ابن حوقل کے اس قلمی نسخہ میں ملا تھا - یہ نقشہ غلط سلط ہونے پر بھی غالباً ہندوستان کے کسی صوبہ کا پہلا جغرافی نقشہ ہے جو دنیا میں تیار ہوا - اس نقشہ میں گجرات سے لے کر سیستان تک کی آبادیوں کا محل وقوع دکھایا ہے - یہ پہلا عرب سیاح اور جغرافیہ‌نویس ہے جس کی کتاب میں ہندوستان کی پوری لمبائی چوڑائی بتانے کی کوشش کی گئی ہے - کہتا ہے "ہندوستان کے ملک میں سندھ، کشمیر اور تبت کا حصہ داخل ہے" (۹) - "ہندوستان کی سر زمین کے پورب فارس کا دریا ہے اور اس کے پچھم اور دکھن اسلامی ملک ہیں اور اس کے اُتر میں چین ہے" (۱۰) - "ہندوستان کی سرزمین کی لمبائی مکران سے منصورہ، بدھہ اور تمام صوبہ سندھ سے

مسعودي نے اپني کتاب مروج الذهب سنه ۳۳۲ ھ میں سیر و سیاحت ختم کرنے کے بعد لکھي ھے - پیرس میں نو جلدوں میں یه کتاب فرنچ ترجمه کے ساتھه شائع ھوئي اور مصر میں کئی دفعه شائع ھو چکي ھے -

۷ - اصطخري سنه ۳۴۰ ھ

ابو اسحاق ابراھیم بن محمد فارسي مشہور اصطخری کے نام سے ھے - بغداد کے محله کرخ کا رھنےوالا تھا - بہت بڑا سیاح تھا - ایشیا کے اکثر ملکوں کي سیاحت کی تھی - جغرافیه میں اس کی دو کتابیں ھیں کتاب الاقالیم اور کتاب مسالک الممالک - پہلي کتاب سنه ۱۸۳۹ع میں گوتھا میں اور دوسری کتاب سنه ۱۸۷۰ع میں لیڈن میں چھپی ھے - اس میں عرب اور ایران کے بعد ماوراء النہر ' کابلستان ' سندھه اور ھندوستان کا ذکر ھے - بحر ھند کا جس کو وہ بحر فارس کہتا ھے مفصل تذکرہ کیا ھے - وہ ھندوستان سنه ۳۴۰ ھ (سنه ۹۵۱ ع) میں آیا تھا - وہ اپنے ھمعصر سیاح ابن حوقل سے یہیں ملا تھا - اس نے بڑی ولبھه رائے کے شہر مہانگر کا تذکرہ کیا ھے - لیکن معلوم ھوتا ھے که اس سلطنت کے ٹکڑے ھو چکے تھے - لکھتا ھے که اس کے ماتحت بہت سے راجه ھیں - اس کے علاوہ ملتان ' منصورہ ' سندان ' الور ' دریائے سندھه کا ذکر کیا ھے - اس کا کارنامه صرف ملکوں کا حال لکھنا نہیں بلکه دنیا کا نقشه تیار کرنا ھے جس میں سندھه کا نقشه بھی ھے -

۱۰ - البیرونی سنہ ۴۰۰ ھ

کتاب الہند کے مصنف سے لوگ اس قدر واقف ہیں کہ اس کا حال بیان کرنے کی ضرورت نہیں ' صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ البیرونی جو اصل میں خوارزم (خیوا) کا رہنےوالا تھا وہ جب ہندوستان آیا تو محمود غزنوی کے حملے غالباً شروع نہیں ہوئے تھے - مگر اس نے اپنی کتاب محمود کے دو برس بعد لکھی ہے - اس نے کتاب‌الہند کے علاوہ اور بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے قانون مسعودی خاص ذکر کے قابل ہے جو اب تک چھپی نہیں - اُس میں ہندوستان کے بہت سے شہروں کے نام لکھے ہیں - اور ان کا طول بلد اور عرض بلد مقرر کیا ہے -

کتاب‌الہند کی اصل عربی پھر اس کا انگریزی اور ہندی ترجمہ تک شائع ہو چکا ہے - اس میں ہندوستان کا پورا جغرافیہ تفصیل کے ساتھہ موجود ہے -

۱۱ - ابن بطوطہ سنہ ۷۷۹ ھ (سنہ ۱۳۷۷ ع)

یہہ سیاح مراکش کا باشندہ تھا اور محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا اور اس کے چپہ چپہ کو اُس نے دیکھا تھا - اس نے اپنے سفرنامۂ عجائب‌الاسفار میں جس خوبی سے اپنے مشاہدات کا ذکر کیا ہے وہ کہانی سب کو معلوم ہے - ہمارے لئے اس کے بیان کا سب سے

لے کر یہاں تک کہ قنوج تک ختم ہو ، پھر اس سے آگے بڑھکر تبت تک چار مہینوں کا راستہ ھے ، چوڑائی فارس کے دریا سے لے کر قنوج تک تین مہینوں کا راستہ ھے " - یہ بیان کتنا ھي ناقص ہو مگر ہندوستان کي حدبندی کي یہ پہلی کوشش ھے -

۹ - بشاري مقدسی سنہ ۳۷۵ ھ .

شمس الدین محمد بن احمد بشاري شام کے ملک میں بیت المقدس کا رھنے والا تھا - اس نے اپني کتاب سنہ ۳۷۵ ھ میں ختم کي ھے - اس نے صرف اپنے زمانہ کی دنیائے اسلام کا سفر کیا ، ہندوستان بھي آیا مگر سندھ سے آگے نہیں بڑھا - اس کي کتاب کي خاص خصوصیت ملکوں کے نقشے تھے مگر وہ مطبوعہ کتاب میں نہیں - اس کي کتاب کا نام " احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم " ھے - کتاب کا آخري باب سندھ پر ھے - ھمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ھے جو دوسری دفعہ سنہ ۱۹۰۶ع میں لیڈن میں چھپا ھے -

مقدسی کی کتاب کی ایک اور خاص بات ھے کہ اس نے ملک کی تقسیم صوبوں پر اور صوبوں کي شہروں پر کی ھے پھر ہر ایک کا علحدہ علحدہ ذکر کیا ھے اور ہر جگہ کي تجارت ، پیداوار ، صنعت ، مذاھب اور سکون کا حال لکھا ھے - اس لئے اس کتاب کو خاص اھمیت حاصل ھے - اس طرح سندھ کا حال اس نے ۱۴ صفحوں میں لکھا ھے -

ادریسی کے مختلف تکڑے اور نہایۃ الارب کی ٥ جلدیں اور مسالک الابصار کی صرف ایک ایک جلد مصر میں چھپی ھے - ان سب میں ھندوستان کا کچھہ نہ کچھہ حال ھے - اگر ان تمام کتابوں سے ھندوستان کے متعلقہ حالات و بیانات کو یکجا کر دیا جاے تو الیٹ صاحب کے ادھورے کام کی تکمیل ھوجاے اور قرون وسطی کے ھندوستان کے متعلق بہت سے نئے معلومات ھمارے سامنے آجائیں - اس کا افسوس ھے کہ یورپین مؤرخوں نے قدیم ھندوستان کے بیان میں یونانی بیانات کو جو اھمیت دی ھے اور اُس کی بال کی کھال نکالنے اور جھوٹ کو سچ کر دکھانے اور ایک ایک نام کی تطبیق و تحقیق میں جو محنت کی ھے اگر اس کا کچھہ حصہ عربوں کے بیانات پر بھی وہ صرف کرتے تو یونانی اور فارسی تاریخوں کے درمیان جو چند صدیوں کا غار رہ جاتا ھے وہ بہت کچھہ پٹ جاتا -

---

اہم حصہ جنوبی ہند کے اُس وقت کے حالات ہیں جب مسلمانوں نے اُس کو فتح نہیں کیا تھا -

۱۲ - دوسرے مورخین اور جغرافیہ‌نویس

اوپر کي سطروں میں صرف اُن صاحبوں کا میں نے ذکر کیا ہے جو ہندوستان خود آئے - مگر ان کے علاوہ بہت سے ایسے عرب جغرافیہ‌نویس یا ایسے عرب مؤرخ ہیں جنھوں نے ہندوستان کا حال لکھا ہے ' جن میں سے ایک ابن رستہ (سنہ ۲۹۰ ھ) ' دوسرا قدامہ بن جعفر (سنہ ۲۹۶ ھ) ' پھر بلاذري (سنہ ۲۷۹ ھ! ۸۹۲ ع) ہے جس کی فتوح‌البلدان بہت قیمتی کتاب ہے ' نیز ابن ندیم بغدادی (سنہ ۳۷۰ ھ) کي کتاب‌الفہرست -

یہہ تو شروع کے لوگ ہیں اور آخر کے لوگوں میں صوفی دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ سنہ ۱۳۲۶ ع) ہے ' جس کی کتاب عجائب‌البروالبحر ہے ' سسلی کا عرب جغرافیہ‌نویس ادریسی (سنہ ۵۶۰ ھ سنہ ۱۱۶۵ع) ہے ' ایران کا زکریا قزویني (سنہ ۶۸۲ ھ سنہ ۱۲۸۳ع) ہے ' جس کی ا کتاب آثارالبلاد ہے ' ابوالفدا (سنہ ۷۳۲ ھ سنہ ۱۳۳۱ع) جس کی کتاب تقویم‌البلدان ہے ' یاقوت (سنہ ۶۲۷ ھ سنہ ۱۲۲۹ع) جس کي ضخیم کتاب معجم‌البلدان ہے ' مصر کا نویري (سنہ ۷۳۳ ھ سنہ ۱۳۳۱ع) ہے جس کی کتاب نہایۃ الارب فی فنون‌الادب ہے ' اور شہاب‌الدین عمری (سنہ ۷۴۸ ھ سنہ ۱۳۴۶ ع) جس کی کتاب کا نام مسالک الابصار و ممالک الامصار ہے -

تک آتے جاتے دیکھتے ھیں - اس وقت ھمارے پاس دنیا کي بین‌الاقوامي تاریخ کی سب سے پراني کتاب توراۃ ھے - اس میں حضرت ابراھیم کی دو ھي نسل بعد حضرت یوسف کے زمانہ میں ھم اس تجارتي قافلہ کو اسي راستہ سے گذرتے ھوئے پاتے ھیں - اور یہ وھي کارواں ھے جو حضرت یوسف کو مصر پہنچاتا ھے - (پیدایش ۳۷ : ۲۵) - اس راستہ کا ذکر یوناني مؤرخوں نے بھی کیا ھے - الغرض حضرت یوسف کے عہد سے لیکر مارکوپولو اور واسکوڈي گاما کے زمانہ تک ھندوستان کی تجارت کے مالک عرب ھي رھے - (۱)

یونانیوں نے جب مصر پر قبضہ کر لیا تو انھوں نے اس تجارت کو براہ راست اپنے ھاتھہ میں لے لیا ، کیونکہ مصر سے شام تک کا راستہ اُن کے لئے پر امن تھا ، اور اس طرح عربوں کي تجارت کی وہ پہلی رونق باقی نہیں رھی - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کا "عرب" کا مضمون‌نگار لکھتا ھے :

"جنوبی مغربی عرب (حضرموت اور یمن) کي خیر و برکت کا سب سے بڑا سبب اس زمانہ میں یہہ تھا کہ مصر اور ھندوستان کے درمیان کا تجارتي سامان پہلے سمندر کی راہ سے یہاں آتا تھا اور پھر خشکی کی راہ راہ سے مغربی ساحل پر جاتا تھا - یہ تجارت اس زمانہ

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ھند کا دسواں باب (تجارت) -

تجارتی تعلقات

عربوں کا ملک تین طرف سے سمندروں سے گھرا ہے - ملک میں آبادی کے مطابق کافی سرسبزي اور شادابی بھي نہیں - ایسا ملک قدرتی طور سے تجارتی ہوگا - پھر خوش قسمتی سے اُس کی چاروں طرف دنیا کے بڑے بڑے ملک واقع ہیں - ایک طرف عراق ' دوسری طرف شام ' تیسری طرف مصر اور افریقہ ' سامنے هندوستان ' ایک رخ پر ایران - ان تمام ملکوں سے عربوں کے براہ راست پرانے تعلقات تھے - یہاں هم کو صرف هندوستان سے بحث ہے - بحرین ' عمان ' حضرموت ' یمن ' حجاز ' یہ مقامات ہیں جو بحر احمر ' بحر ہند ' اور خلیج فارس پر آباد ہیں ' اور قدرۃ انہیں کو اس بحري تجارت کا موقع حاصل تھا - اس سے پہلے عربوں کي هندوستاني بحري آمد و رفت کا نقشہ دکھایا گیا ہے کہ هندوستان کے ساحل سے جہازات چل کر یمن کی بندرگاہ میں پہنچتے تھے اور وہاں سے اُن کا سامان اونٹوں پر لدکر خشکي کے راستہ سے بحر احمر کے کنارے کنارے شام اور مصر آتا تھا اور وہاں سے بحر روم ہوکر یورپ چلا جاتا تھا -

هم کو جب سے دنیا کے تجارتي حالات کا علم ہے هم عربوں کو کار و بار میں مصروف پاتے ہیں - اور اسی راستہ سے اُن کے قافلوں اور کاروانوں کو شام اور مصر

اس قسم کے اور دوسرے بیانات سے بھی یہ ثابت ھے کہ عرب اس زمانہ میں بالکل مٹ نہیں گئے بلکہ یونانیوں کے ساتھہ ساتھہ ان کا کام بھی باقی رھا - (۱)

ھندوستان اور عرب کا دوسرا راستہ جو خلیج فارس کے ذریعہ تھا وہ ھمیشہ کھلا رھا اور سواحل کے پارسي اور عرب خشکی اور تری سے ھمیشہ اپنا سامان لاتے اور لے جاتے رھے - وہ ھندوستان کے پورے ساحلی مقامات اور بحر ھند کے ایک ایک جزیرہ کو دیکھتے بھالتے بنگال اور آسام ھوکر چین کو چلے جاتے تھے اور پھر وھاں سے اسی راستہ سے واپس آجاتے تھے -

یورپ اور ھندوستان کا راستہ نہایت اھم تھا اور ھے ' اور اسی کے ذریعہ تاریخ میں بڑے بڑے انقلابات ھوئے ھیں - گذر چکا ھے کہ یہ راستہ پہلے خالص عربوں کے ھاتھوں میں تھا ' جب یونانیوں نے حضرت مسیح سے تقریباً ۳ سو برس پہلے مصر پر قبضہ کیا ' تو وہ اس دریائی شاھراہ پر قابض ھوگئے - حضرت مسیح کے ۶ سو برس بعد جب اسلام آیا اور عربوں نے عروج پایا تو چھٹی صدی مسیحی میں وہ مصر سے لے کر اسپین تک چھا گئے اور ساتھہ ھی بحر روم پر بھی وہ قبضہ پا گئے اور بحر روم کے اھم جزیروں کریٹ اور سائپرس وغیرہ کو بھی اُنھوں نے اپنے مقبوضات میں داخل کرلیا -

---

(۱) الفنسٹن صاحب کي بھي یہی تحقیق ھے - دیکھو اُن کي تاریخ ھند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ ع

میں بند ہو گئی ، کیونکہ مصر کے بطلیموسی بادشاہوں نے ہندوستان سے اسکندریہ تک براہ راست ایک راستہ بنا لیا " - (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یونانیوں نے جزیرہ سقوطرہ پر قبضہ کرکے وہاں نوآبادي قائم کرلي تھي جس کی یادگار مسلمان عرب جہازرانوں کو وہاں بعد کو بھی نظر آئي - (۲)

مگر یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ تجارت بالکلیہ یونانیوں کے ہاتھوں میں نہیں چلی گئي کیونکہ حضرت مسیح سے دو صدی پہلے آگاتھرشیدس یوناني مؤرخ بیان کرتا ہے کہ "جہازات ہندوستان کے ساحل سے سبا (یمن) آتے ہیں اور وہاں سے مصر پہنچتے ہیں " - (۳)

اسي طرح آرتي میڈروس جو مسیح سے ۱۰۰ برس پہلے تھا وہ کہتا ہے " سبا (یمن کي ایک قوم) آس پاس کے لوگوں سے تجارتي اسباب خریدتے ہیں اور وہ اپنے ہمسایوں کو دیتے ہیں اور اسي طرح دست بدست وہ سباب شام اور جزیرہ تک پہنچ جاتا ہے - (۴)

---

(۱) طبع گیارھواں جلد ۲ ص ۲۶۴ -
(۲) سفر نامہ ابوزید ص ۱۳۴ طبع پیرس -
(۳) الفنستن کی تاریخ ھند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ ع -
(۱) ڈنکر Duncker کي تاریخ قدیم (History of Antiquities) جلد اول صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۲ -

تمام جزائر ہند اور سواحل کی تجارت اہل یورپ کے ہاتھہ میں آگئي - مدراس کے عرب تاجروں کو جن کو موپلا کہتے ہیں جو اُس وقت ہندوستان کے اُس گوشہ اور جزیروں کي تجارت کے مالک تھے ان کے جہازوں کو ہر طرح تباہ و برباد کر دیا گیا -

اس کے بعد بھی بحر روم کے قریب‌تر راستہ کی ملکیت کا خیال اہل یورپ کے دل سے دور نہیں ہوا ' چنانچہ اس کو اور قریب‌تر کرنے کے لئے بحر احمر (ریڈ سی) اور بحر روم کے درمیان کي پتلی خشکي کھود کر نہر سویز نکالی گئی ' اور پھر مصر اور سویز پر قبضہ ضروری خیال کیا گیا ' تاکہ یورپ اور ہندوستان کا یہہ اہم تاریخی راستہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے -

یہہ وہ واقعات ہیں جو ہندوستان اور اُس کے جزائر پر یورپین قوموں کے تاجروں کي آمد و رفت کے سلسلہ میں ہندوستان کی ہر تاریخ میں لکھے ہوئے ملتے ہیں - ان واقعات سے عربوں اور ہندؤں کے تجارتی تعلقات کی تاریخ کے مختلف دور نمایاں ہوتے ہیں -

ہندوستان اور عرب کا دوسرا تجارتی راستہ جس کا تعلق خلیج فارس سے تھا وہ بدستور عربوں کے ہاتھوں میں ہمیشہ نظر آتا رہا ہے - البتہ عمان' حضرموت ' اور عراق میں مختلف سلطنتوں کے ادلنے بدلنے اور بندرگاہوں کے توتنے اور بننے سے تجارتي مرکز اِس شہر سے

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تجارت اور سوداگری کی
یہ سب سے بڑی سڑک عربوں کے ہاتھہ میں آگئی اور
صدیوں تک وہ اس پر قابض رہے - چودھویں صدی عیسوی
میں یورپ کی عیسائی قوموں نے عربوں کو رومی سرزمینوں سے
نکالنے کی پوری کوشش کی مگر عین اس وقت جب وہ
اسپین اور شمالی افریقہ میں کامیاب ہو رہے تھے اور
راستہ کو صاف کر رہے تھے کہ ایشیائے کوچک سے ترکوں نے
سر نکالا اور پھر بحر روم کا یہ راستہ مسلمانوں ہی کے
پاس رہ گیا - اس دقت نے یورپ کی قوموں کو مجبور کیا
کہ وہ ہندوستان کا کوئی دوسرا راستہ پیدا کریں - اسی کوشش کا
نتیجہ ہے کہ شمالی افریقہ اور بحر روم کو چھوڑ کر جنوبی افریقہ
کے راستہ سے ہندوستان کا سراغ لگایا گیا - اس راستہ میں
ڈچ اور پرتگال اور بعد کو انگریز اور فرانسیسی بھی شریک
ہو گئے اور ہندوستان کی وہ تجارت جو عربوں کے ہاتھوں
میں تھی اس کو ان سے لڑ بھڑ کر چھیننے لگے - اس
کشمکش میں اہل مغرب اور اہل مشرق کی ایک سخت
دریائی جنگ بھی ہندوستان کے سواحل پر ہوئی - اس
جنگ میں مشرق کو شکست ہوئی اور یہی شکست
اہل مشرق کی تمام آئندہ شکستوں کا پیش خیمہ ثابت
ہوئی - اس جنگ میں مصری عربی اور دکن کی مختلف
ہندو اور مسلمان سلطنتوں کے جنگی جہازوں کے بیڑے ایک ساتھہ
مل کر یورپین جہازراں قوموں کے جہازوں سے لڑتے تھے -
اس شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً اس زمانہ سے آج تک

عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر کو فکر ہوئی کہ عراق کی یہہ بندرگاہ بھی عربوں کے قبضہ میں آئے ' چنانچہ سنہ ۱۴ ھ میں آپ نے اُس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ " اس کو مسلمانوں کا تجارتی شہر (قیروان یعنی کاروان) بنا دیا جائے " (۱) - چنانچہ اس وقت سے لے کر سنہ ۲۵۶ ھ تک یہہ بندرگاہ قائم رهي (۲) - زنگوں کی لڑائی میں سنہ ۲۵۶ ھ میں یہہ تباہ ہو گئی - عراق کی دوسری مشہور بندرگاہ بصرہ کے نام سے سنہ ۱۴ ھ ھی میں عربوں نے بنالی تھی مگر وہ اُبلہ کی تجارتی حیثیت کو فنا نہ کر سکا - اور اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ بصرہ خالص تجارتی مرکز ہونے کے بجائے عربوں کا جنگی اور سیاسی مرکز زیادہ بن گیا - مگر اس پر بھی ہندوستان' چین ' اور حبشہ کی تجارت کا رخ رفتہ رفتہ اُدھر مڑنے لگا ' اور اُس نے سیاسی انقلابات کے باوجود بڑی رونق حاصل کرلی ' خصوصاً پہلی صدی ہجری کے آخر میں سندھ پر عربوں کے قبضہ ہوجانے کے سبب سے یہہ ہندوستان کی آمد و رفت کا مرکز بن گیا - کشتیوں اور جہازوں کے داخلہ کا محصول اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ بغداد کی خلافت کا بڑا مالیہ ہو گیا - آخر میں سنہ ۳۰۶ ھ میں مقتدرباللہ کے زمانہ میں اس کی سالانہ میزان ۲۲۵۷۵ دینار رہ گئی تھي -

---

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ (مصر) -

(۲) تاریخ بصرہ الاعظمي (بغداد) حاشیہ صفحہ ۱۱ -

اُس شہر یا اس بندرگاہ سے اُس بندرگاہ میں منتقل
ہوتا رہا -

بندرگاہ اُبلہ

عربوں کے سنہ ۱۴ ھ میں عراق پر قبضہ کرنے سے پہلے ایرانیوں کے زمانہ میں ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا سب سے بڑا اور مشہور بندرگاہ اُبلہ تھا جو بصرہ کے قریب واقع تھا - اُبلہ سے ہندوستان کی تجارتی آمد و رفت اس کثرت سے تھی کہ اہل عرب اُبلہ کو ہندوستان ہی کا ایک ٹکڑا سمجھتے تھے - چین اور ہندوستان سے آنے والے جہازات یہیں ٹھہرتے تھے اور یہیں سے روانہ ہوتے تھے - (۱)

ہندوستان کے بیوپار اور پیداوار کو عربوں کی نگاہ میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت عمر نے ایک عرب سیاح سے پوچھا کہ ہندوستان کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے ؟ اس نے تین مختصر فقروں میں اس بلاغت کا جواب دیا جس سے زیادہ بلیغ کوئی جواب نہیں ہو سکتا - اس نے کہا "بحرها در و جبلها یاقوت و شجرها عطر" اُس کے دریا موتی ہیں ، اُس کے پہاڑ یاقوت ہیں ، اور اُس کے درخت عطر ہیں - (۲)

---

(۱) ابلہ کے حالات کے لئے دیکھو الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری سنہ ۲۲۸ ھ صفحہ ۱۳۳ (لیڈن) و معجم البلدان یاقوت رومی ج ۱ ص ۸۸ و ج ۲ ص ۱۹۶ - (مصر) ، و تاریخ بصرہ نعمان اعظمی (بغداد) حاشیہ ص ۱۱ -

(۲) الاخبار الطوال دینوری ص ۳۲۶ (لیڈن) -

هیں ' ایک ایک گھر کی قیمت ایک ایک لاکھہ درھم سے زیادہ ھے " - (۱)

اسی زمانہ کے قریب اصطخری نے اس کو دیکھا تھا - کہتا ھے : " یہہ بڑائی میں شیراز کے برابر ھے ' اس کی عمارت سال کی لکڑی کی ھے - یہہ لکڑی زنگستان افریقہ سے دریا کی راہ سے آتی ھے - دریا کے کنارے کئی کئی منزلوں کے مکانات ھیں - یہاں کے باشندے عمارت پر بڑی رقم خرچ کرتے ھیں یہانتک کہ ایک ایک تاجر ۳۰ ' ۳۰ هزار اشرفی ایک ایک مکان پر خرچ کرتا ھے ' سامنے باغ ھوتے ھیں ' پانی پہاڑ سے آتا ھے " - (۲)

بشاری کا بیان ھے کہ دیلمیوں کی سلطنت کے کسی انقلاب سے اور زلزلہ کے سبب سے سنہ ۳۶۶ ھ میں وہ برباد ھوگیا تھا - اس کے بعد لوگوں نے اس کو پھر آباد کرنا چاھا (۳) ' اور کیا بھی ' اور کچھہ روز اور اس کو کامیابی حاصل بھی ھوئی - یاقوت حموی نے چھٹی صدی ھجری کے آخر میں اس کو دیکھا تھا - اُس کا بیان ھے کہ " اس زمانہ میں وھاں ٹوٹے پھوٹے پرانے نشانات کے سوا کچھہ نہیں - کچھہ غریب غربا وھاں آباد ھیں ' اور اس کی بربادی کا

---

(۱) احسن التقاسیم (لیڈن) ص ۴۲۶ -

(۲) بحوالۂ معجم البلدان یاقوت جلد ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

(۳) احسن التقاسیم ص ۴۶۴ -

سیراف

ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا اس کے بعد سب سے بڑی بندرگاہ سیراف ہوئی - یہہ بصرہ سے سات دن کی مسافت پر ایرانی حدود میں واقع تھی - تیسری صدی ہجری میں اس کے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا ' بڑے بڑے جہازرانوں ' بحری تاجروں اور دریائی سوداگروں کا مقام بن گیا - ہندوستان اور چین کو یہیں سے جہازات روانہ ہوتے تھے اور وہاں سے جو جہازات سامان لے کر آتے تھے وہ یہیں آتے تھے - تیسری صدی ہجری میں اس بندرگاہ کی جو کیفیت تھی اس کا حال ابوزید کے بیان سے معلوم ہوتا ھے - وہ کہتا ھے " یہ فارس کی بہت بڑی بندرگاہ ھے ' اور یہ بہت بڑا شہر ھے - جہاں تک نظر کام کرتی ھے اُس میں صرف عمارتوں کا سلسلہ نظر آتا ھے - اُس میں کھیتی یا زراعت خود نہیں ہوتی بلکہ سب چیزیں دریا کی راہ سے باہر سے آتی ہیں " - (۱)

چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں بشاری مقدسی نے جب اس کو دیکھا ھے تو وہ اس کا یہ حال بیان کرتا ھے : " میں نے یہاں کی عمارتوں سے زیادہ خوبصورت عمارتیں تمام اسلامی دنیا میں نہیں دیکھیں - یہ عمارتیں سال کی لکڑی اور اینٹوں کی بنی ہیں ' نہایت بلند

---

(۱) معجم البلدان یاقوت ج ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

نام بڑھ جاتے ہیں اور پھر آخر تک وہی قائم رہتے ہیں، جن میں سے عربوں کے نزدیک خلیج فارس کے بعد سب سے پہلے بلوچستان کی بندرگاہ تیز، پھر سندھ کی بندرگاہ دیبل تھا۔ گجرات میں تھانہ، کھنبایت، سوبارہ، جیمور، مدراس میں کولم‌ملی، ملیبار، راس‌کماری (قمار)، اس کے بعد یا جزائر میں چلے جاتے تھے یا بنگال ہو کر پھر وہاں سے قامرون (قامروب یا کامروپ) یعنی آسام چلے جاتے تھے، پھر وہاں سے چین - انہیں بندرگاہوں کے نام عربی جغرافیوں میں آیا کرتے ہیں - ابن حوقل نے دسویں صدی عیسوی میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کی نسبت لکھا ہے کہ ”یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی ہے اور یہاں مختلف قسم کی تجارتیں ہوتی ہیں -“ (۱)

دریائی تجارتی راستے

سلیمان تاجر تیسری صدی ہجری میں ان جہازوں کے راستے اس طرح بتاتا ہے کہ ”پہلے بصرہ اور عمان سے تمام سامان سیراف آجاتا ہے، اور یہاں سیراف میں وہ جہازوں پر لادا جاتا ہے، اور یہیں سے پینے کا میٹھا پانی ساتھ لے لیا جاتا ہے - یہاں سے لنگر اٹھا تو مسقط آکر لنگر ڈالتے ہیں - یہاں سے پھر پینے کا پانی لیتے ہیں - اس کے بعد یہاں سے جہاز ہندوستان کو روانہ

---

(۱) سفر نامہ ابن حوقل، صفحہ ۲۳۰ - یورپ

سبب یہ ہوا کہ ابن عمیرہ نے جزیرہ قیس کو آباد کرکے اس کی اهمیت مٹا دی -

قیس

قیس یا کیش - یہہ خلیج فارس میں عمان کے پاس ایک جزیرہ تھا - اس نے سیراف کو مٹاکر هندوستان اور چین کی تجارت پر قبضہ کر لیا - اس کا حاکم عمان کا بادشاہ تھا - یاقوت نے چھٹی صدی هجری میں جب اس کو دیکھا هے تو یہہ چھوٹا سا جزیرہ هندوستانی تجارت کی بدولت نہایت خوبصورت اور سرسبز و شاداب بن گیا تھا - هندوستان کے تمام جہازات یہیں آکر ٹھہرتے تھے - اس جہازی آمد و رفت کا نتیجہ یہہ تھا کہ یاقوت کہتا هے کہ "اس چھوٹے سے جزیرہ کے عرب حاکم کی قدر و منزلت هندوستان کے راجاؤں میں بہت بڑی هے ' کیونکہ اُس کے پاس جہاز اور کشتیاں بہت هیں " (۱) - قزوینی (سنہ ۶۸۹ ھ) کہتا هے کہ "قیس هندوستان کی تجارت کی منڈی اور اُس کے جہازات کا بندر هے - هر عمدہ چیز جو هندوستان میں هوتی هے وہ یہاں لائی جاتی هے -" (۲)

هندوستان کی بندرگاهیں

هندوستان کی بندرگاهوں کے نام هم کو پہلی صدی هجری سے ملنے شروع هوتے هیں اور تیسری صدی تک بکثرت

---

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۷ ص ۱۲۶ (مصر) و ج ۵ ص ۱۹۳ -

(۲) آثار البلاد قزوینی مطبوعۂ یورپ صفحہ ۱۶۱ -

ابن خردازبه جو تیسری صدی کے شروع میں تھا جدہ کی تجارتی تعریف میں کہتا ہے کہ "یہاں سندھ، ہندوستان، زنجبار، حبشہ اور فارس کی چیزیں ملتی ہیں" ۔ (۱) ساتھ ہی وہ بصرہ سے ہندوستان کے راستہ اور مسافتوں کی تفصیل اس طرح کرتا ہے ۔

بصرہ سے جزیرہ خارک	۵۰ فرسنگ
جزیرہ خارک سے جزیرہ لاوان	۸۰ ,,
جزیرہ لاوان سے جزیرہ ایرون	۷ ,,
جزیرہ ایرون سے جزیرہ خین	۷ ,,
جزیرہ خین سے جزیرہ کیش	۷ ,,
جزیرہ کیش سے جزیر ابن‌کاوان	۱۸ ,,
جزیرہ ابن کاوان سے جزیرہ ہرمز	۷ ,,
جزیرہ ہرمز سے ثارا	۷ دن کی راہ

کہتا ہے کہ یہی ثارا فارس اور سندھ کی حد فاصل ہے ۔ یہاں سے جہاز دیبل روانہ ہوتا ہے ۔

ثارا سے دیبل	۸ دن کی راہ
دیبل سے دریاے سندھ کا دہانہ	۲ فرسنگ
دریاے سندھ سے اوتکین	۴ دن کا راستہ

کہتا ہے کہ اوتکین سے ہندوستان کی سرحد شروع ہوتی ہے ۔

اوتکین سے کولی	۲ فرسنگ
کولی سے سندان	۵ دن ۱۸ فرسنگ

---

(۱) کتاب المسالک ابن خردازبہ صفحہ ۶۱ ۔ لیڈن ۔

هو جاتے هیں ، اور ایک مهینه میں کولم‌ملی پهنچتے هیں - یهاں سے چین جانے والے جهازات چین چلے جاتے هیں - کولم‌ملی جهازوں کے بنانے اور درست کرنے کا کارخانه هے - اور یهاں سے میٹها پانی بهی لے لیتے هیں - اس کا محصول چینی جهازوں سے ایک هزار درهم اور دوسرے جهازوں سے دس دینار سے لے کر ایک دینار تک لیتے هیں - "(۱)

سلیمان کے ۲۵ برس کے بعد ابوزید سیرافی بیان کرتا هے : " هندوستان کے داهنے هاتهه عمان کو جهاز پهنچتا هے - یهاں سے عدن ، عدن سے جده ، جده سے جار (شام کا ساحل) ، پهر قلزم - یهاں سمندر ختم هو جاتا هے - اس کے بعد بربر کے سواحل پر سمندر پهرتا هے اور جشه جاتا هے - سیراف والوں کے جهازات جب جده پهنچ جاتے هیں تو یهاں سے آگے نهیں بڑهتے - مصر جانے والے جهازات یهاں تیار رهتے هیں - سیراف کے جهازوں سے سامان اتار کر مصری جهازوں میں لادے جاتے هیں ، اور وه ان کو قلزم لے جاتے هیں - سیراف والے هندوستان اور چین کے سمندروں سے زیاده واقف هیں - اس کے علاوه هندوستان اور چین کی بحری تجارت میں جو نفع هے وه دریائے قلزم کی تجارت میں نهیں - "(۲)

---

(۱) سفرنامۂ سلیمان تاجر ص ۱۵ ، پیرس سنه ۱۸۱۱ ه ص ۱۵ ، ۱٦ -
(۲) سفرنامۂ ابوزید ص ۱۳٦ - پیرس سنه ۱۸۱۱ ء -

قوم ایسی تھی جو درمیانگی کا کام کرتي تھی - وہ اسلامی ملک میں اهل کتاب تھے اور یورپ سے یونانیوں هي کے زمانه سے آشنا تھے - طرابزند جو بحر اسود (بلیک سی) کے ساحل پر ایشیاے کوچک اور روس کی سرحد هے وہ مسلمان اور عیسائی تاجروں کے ملان کی جگه تھی - وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے (۱) - لیکن یہودی تاجر بڑی آسانی سے اسلامی اور عیسائی دونوں دنیاؤں کو ایک ساتھه عبور کر لیتے تھے - ابن خردازبه لکھتا هے که "یهه عربی ' فارسی ' لاطینی ' فرنگی ' اسپینی ' اور سلاوی زبانیں بولتے هیں - یهه پورب سے پچھم اور پچھم سے پورب ' خشکی اور تری میں دوڑتے پھرتے هیں - یهه لونڈی ' غلام ' دیبا ' ریشم کے کپڑے ' سمور ' پوستین اور تلوار بیچتے هیں - یهه فرنگستان سے سوار هوکر بحر روم کے مصري ساحل پر آتے هیں - وهاں خشکي پر اتر کر تجارت کے سامان کو جانوروں کي پیٹھوں پر لاد کر قلزم (ریڈ سی) لاتے هیں - یہاں پھر جہاز پر بیٹھکر جدہ آتے هیں ' اور یہاں سے سندھه هندوستان اور چین جاتے هیں - اور وهاں سے پھر اسی راسته سے لوٹ آتے هیں - دوسرا راسته یه اختیار کرتے هیں که یورپ سے چل کر بحر روم سے نکل کر انطاکیه (شام) آتے هیں اور پھر خشکی کی راہ یہاں سے جابیه (عراق)

---

(۱) نخبۃالدهر في عجائب‌البر و البحر صوفی دمشقی صفحه ۱۳۶ -

سندان سے ملی	۵ دن کی راہ
ملی سے بلین	۲ ,,

بلین سے راستے علحدہ علحدہ ہوتے ہیں - تو جو جہاز ساحل کے کنارے چلتے ہیں وہ بلین سے پاپتن جاتے ہیں جو دو دن کا راستہ ہے -

پاپتن سے سنجلی اور کبشکان	۱ دن کی راہ
یہاں سے گوداوری کا دھانہ	۳ فرسنگ
یہاں سے کیلکان	۲ دن
یہاں سے سمندر	۱۰ فرسنگ
یہاں سے اورنچین	۱۲ فرسنگ

دوسرے جہازات بلین سے سراندیپ پھر جاوہ چلے جاتے ہیں - اور بعض بلین ہی سے براہ راست چین چلے جاتے ہیں - (۱)

یورپ اور ہندوستان کے تجارتی راستے
سلطنت عرب ہو کر

مصر و شام و عراق و ایران اور بحر روم و قلزم و بحر ہند پر عربوں کے قبضہ ہو جانے سے بھی مشرق و مغرب کی تجارتی آمد و رفت بند نہیں ہوئی - مسلمان تاجر یورپ نہیں جاتے تھے اور رومی ان ملکوں میں نہیں آتے تھے - مگر ان دونوں قوموں کے درمیان یہودیوں کی

---

(۱) ابن خردازبہ ص ۶۱ - ۶۴ (لیڈن) -

پھر فارس ' پھر کرمان ' پھر (بلوچستان ھوکر) سندھ ' پھر ھندوستان ' پھر چین - (۱)

خراسان سے ھندوستان کا کاروان

مسعودی جو ھندوستان سنہ ۳۰۵ ھ کے قریب آیا تھا اور بلخ و خراسان سے بھی گزرا تھا وہ بیان کرتا ھے کہ "خراسان سے چین کو خشکی کا راستہ بھی ھے اور ھندوستان کا ملک خراسان سے مل جاتا ھے - اور سندھ سے ایک طرف ملتان پر اور دوسری جانب منصورہ پر ملتان ھے ' اور قافلے خراسان سے سندھ کو اور اسی طرح ھندوستان کو برابر آتے جاتے رھتے ھیں - جہاں یہہ ملک زابلستان (افغانستان) سے مل جاتا ھے" (۲) - ابن حوقل جو محمود غزنوی سے ۵۰ برس پہلے تھا کہتا ھے کہ "کابل اور غزنین ھندوستان کی تجارت کی نکاسی کی جگہ ھیں" - (۳) اسیوان جس کو عرب عسیفان کہتے ھیں پنجاب میں ایک ھندو ریاست تھی ' وھاں بھی مسلمان تاجر تھے" - (۴)

ھندوستان کے بحری سفر کا زمانہ

مسعودی نے بحر ھند کے اتار چڑھاؤ اور تلاطم اور سکون کے زمانے مقرر کئے ھیں اور اس حساب سے جہازات کی

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ -

(۲) مروج الذھب مسعودی -

(۳) ابن حوقل ص ۳۲۸ (یورپ)

(۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

چلے جاتے ہیں اور وہاں سے نہر فرات میں سوار ہوکر بغداد آتے ہیں - پھر جہاز میں سوار ہوکر دجلہ کی راہ سے ابلہ پہنچتے ہیں اور یہاں سے عمان، سندھ ہندوستان اور چین چلے جاتے ہیں " - (۱)

روسی تاجر

یہودیوں کے علاوہ ابن خردازبہ نے روسی تاجروں کا ذکر کیا ہے جو تری اور خشکی دونوں میں سفر کرتے ہیں اور عیسائی ہونے کا دعوی کرتے ہیں (روسی دسویں صدی عیسوی میں عیسائی ہوئے ہیں) - ابن خردازبہ کا بیان ہے کہ یہہ لوگ سلاوی (صقالیہ) نسل کے ہیں - یہہ سلاویا سے نکل کر بحر روم میں سوار ہوتے ہیں - قیصر روم ان سے دسواں حصہ (عشر) لیتا ہے - یہاں سے وہ بحر جرجان (کیسپین سی) کے کسی ساحل پر آکر اترتے ہیں - وہاں سے خشکی کی راہ اونٹوں پر بغداد آتے ہیں اور یہاں عیسائی بن کر جزیہ ادا کرتے ہیں -

یہہ پورا راستہ کبھی خشکی سے بھی طے کرتے ہیں - وہ اسپین یا فرانس سے سوس الاقصی (شمالی افریقہ) آتے ہیں، وہاں سے طنجہ، وہاں سے الجزائر، تیونس اور طرابلس ہوکر مصر، مصر سے رملہ (شام) ہوکر دمشق، دمشق سے کوفہ، پھر بغداد، پھر بصرہ، پھر اہواز،

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ (لیڈن) -

کہتے ہیں ' (ہ عربی میں ج سے بدل جاتی ہے) اور اس کی جمع "بوارج" آتی ہے - اور چونکہ سواحل ہند کے بحری ڈاکو انہیں کشتیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے اسلئے بعد کو "بوارج" ہندوستانی بحری ڈاکوؤں کو کہنے لگے (۱) جس طرح بحر روم کے دریائی ڈاکوؤں کو "قرصان" کہتے ہیں - اور آج کل کی عربی زبان میں بارجہ جنگی جہازوں کے بیڑہ کو کہتے ہیں -

دوسرا لفظ "دونیج" ہے جس کی جمع "دوانیج" آتی ہے (۲) - یہہ ہندی "ڈونگی" کی عربی شکل ہے - تیسرا لفظ "هوري" اب بھی بمبئی والے ہوڑی بولتے ہیں -

تین لفظ اور ہندوستان یا ہندوستانی جزیروں کی پیداوار ہیں جن کی اصلیت ٹھیک نہیں معلوم - "بلیج" جہاز کی چھت کو کہتے ہیں - "جوش" کشتی کے رسے کو اور "کنبر" ناریل کی چھال کی رسی کو جو جہازوں کے باندھنے اور تختوں کے سینے میں کام آتی تھی - یہہ الفاظ ہندی الاصل ہیں (۳) - ایک لفظ ایسا ہے جو اس زمانہ کی مشرقی بین الاقوامی بحری تجارت کی مختصر تاریخ ہے - یہہ لفظ عربی میں ناخوذہ ہے ' اور اس کی جمع نواخذہ ہے -

---

(۱) کتاب الهند بیرونی ص ۱۰۲ (لندن) عجائب الهند بزرگ ص ۱۱۴ (پیرس) -

(۲) یاقوت حموی کی معجم البلدان لفظ قیس ج ۷ و عجائب الهند بزرگ ص ۶۹ مطابع بریل لیڈن -

(۳) دیکھو سواءالسبیل فی المولد والدخیل ڈاکٹر آرنلڈ -

روانگی کے مہینے قرار دئے ہیں - لکھا ہے کہ " ہمارے یہاں (شاید بغداد) اور ہندوستان میں موسموں کا فرق ہے - ہمارے یہاں سے گرمی میں لوگ ہندوستان سردی گزارتے جاتے ہیں، کہ جون (تیر ماہ) کے مہینے میں ہندوستان جہاز کم جاتے ہیں، اور جو جاتے ہیں، وہ بہت ہلکے ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ سامان نہیں لادا جاتا، اور ان جہازوں کو تیر ماہی (جون والے) جہاز کہتے ہیں " - (۱)

ابوزید سیرافی کا بیان ہے کہ برسات کے زمانہ میں جہازات نہیں چلتے، ہندوستان والے اس زمانہ میں بیٹھکر کھیتی باڑی کرتے ہیں یا کوئی پیشہ کرتے ہیں - اسی برسات پر اُن کا گزارا ہے - اس میں چاول پیدا ہوتا ہے جو اُن کی خوراک ہے - (۲)

عربی میں جہازرانی کے بعض ہندی الفاظ

عربوں کے ہندوستانی سواحل پر دریائی آمدورفت کا یہہ اثر ہوا کہ عربی سفرناموں اور جغرافیوں میں اور عرب اور فارسی ملاحوں کی زبانوں پر جہاز اور متعلقات جہاز کے ہندی نام زبانوں پر چڑھہ گئے - ان میں سے ایک لفظ " بارجہ " ہے - بیرونی نے بتا یا ہے کہ یہہ اصل میں ہندی لفظ " بیڑہ " ہے جس کو عرب بارجہ

---

(۱) مروج الذهب مسعودی

(۲) سفرنامہ ابوزید سیرافی صفحہ ۱۲۶ -

زمین کا فضلہ مشک اور زباد (ایک جانور کا خوشبودار پسینہ) ھے" - (۱)

ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) جو آٹھویں صدی عیسوی کے کچھہ بعد تھا ، وہ ھندوستان کی اُن پیداواروں اور بیوپاروں کی جو عرب اور عراق جاتی تھیں ، یہ فہرست دیتا ھے : خوشبو لکڑیاں ، صندل ، کافور ، لونگ ، جوزبوا (جاے پھل) ، کباب چینی ، ناریل ، اور سن کے کپڑے ، اور روئی کے مخملی کپڑے اور ھاتھی ، اور سراندیپ سے ھر قسم کے یاقوت ، موتی ، بلور ، اور سنباذج جس سے جواھرات درست کئے جاتے ھیں ، اور ملیبار سے سیاہ مرچ اور گجرات سے سیسہ ، اور دکھن سے بکم اور واذی اور سندھ سے کت (ایک دوا) ، اور بانس اور بید - (۲)

مسعودی (سنہ ۳۰۳ ھ) اور بشاری (سنہ ۳۷۰ ھ) دونوں نے کھمبایت (کاتھیاواڑ) کے جوتوں کی تعریف کی ھے ، جو یہاں سے بن‌کر باھر جاتے تھے (۳) - تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا یہیں بنتے تھے یا اندر ملک سے آتے تھے ، مگر اسی بندرگاہ سے باھر جاتے تھے - بہر حال اُن کو تھانہ کے کپڑے کہتے تھے - (۴)

---

(۱) ابوزید سیرافی ص ۱۳۵ پیرس سنہ ۱۸۱۱ ع -

(۲) کتاب‌المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۷۱ (لیڈن) -

(۳) مروج‌الذھب مسعودی جلد اول صفحہ ۳۵۳ پیرس ، و احسن‌التقاسیم بشاری (لیڈن) صفحہ ۴۸۲ -

(۴) تقویم‌البلدان ابوالفدا صفحہ ۳۰۹ -

لیکن ہندوستان اُس کی فارسی شکل سے زیادہ واقف ہے ، یعنی ناخدا - یہہ اصل میں ناؤخدا ہے ، ناؤ ہندی ہے ، خدا مالک کے معنی میں فارسی ہے - حافظ کہتے ہیں : ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست -

ہندوستانی پیداوار اور بیوپار

یہ عرب سوداگر ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں سے اپنے ملک کو کیا لے جاتے تھے اس کا سرسری اندازہ اُس بیان سے ہوگا جو سنہ ۱۴ ھ میں ایک عرب سیاح نے حضرت عمر سے کیا تھا کہ "ہندوستان کا دریا موتی ، اُس کا پہاڑ یاقوت ، اور اُس کا درخت عطر ہے" - اس سے معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اہل عرب ہندوستان سے موتی ، جواہرات اور خوشبو کی چیزیں لے جاتے تھے - نویں صدی عیسوی میں ایک عرب سیاح اس کا سبب بیان کرتا ہے کہ سیراف کے جہاز بحر احمر ہوکر مصر کیوں نہیں جاتے اور جدہ سے لوٹ کر ہندوستان کیوں چلے جاتے ہیں ؟ کہتا ہے "اس لئے کہ وہ چین اور ہندوستان کے سمندر کی طرح جس کے پانی میں موتی اور عنبر ہوتا ہے اور جس کے پہاڑوں میں جواہرات اور سونے کی کانیں ہیں اور جس کے جانوروں کے منھہ میں ہاتھی دانت ہیں ، اور جس کی پیداوار میں آبنوس ، بید ، عود ، کافور ، لونگ ، جوزبوا (جاےپھل بکم ، صندل ، اور ہر قسم کی خوشبو کی چیزیں ہوتی ہیں اور جس کے پرندوں میں طوطا اور مور ہیں اور جس کی

الائچی

الائچی جس قدر مفرح اور دل پسند چیز ہے، اُسی قدر اس کی لغوی اصلیت بھی دلچسپ ہے - کارومنڈل اور ملیبار کے بیچ میں ایک راس کا نام راس ہیلی ہے (۱) - الائچی کا مخزن یہی ہے - خیال یہہ ہے کہ سنسکرت میں اس کو ایل اور فارسی میں اس کو جو ہیل کہتے ہیں، وہ نام اسی راس ہیلی سے لیا گیا ہے - اُسی ایل سے اردو میں ایلائچی (الائچی) کہتے ہیں جس طرح عود کا نام جو مندل (کارو منڈل) سے جاتا تھا، عربوں میں مندل ہوگیا - (۲)

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسعودی کہتا ہے کہ "دیپ (مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ جزائر ہند) سے ناریل اور یہیں سے بقم (بکم) کی لکڑی، بید، اور سونا تاجر لے جاتے ہیں" (۳) - مہراج کے جزیروں کی دولت اس طرح وہ بیان کرتا ہے کہ "ان جزیروں میں طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں - یہیں سے کافور، عود، لونگ، جائےپھل، کبابچینی، جاوتری، بڑی الائچی، وغیرہ لے جاتے ہیں" (۴) - اور بعض ان جزیروں سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر بیٹھکر جو صرف ایک لکڑی کو کھود کر بنا لیتے ہیں ناریل، گنے، کیلے، اور ناریل کا

---

(۱) ابن بطوطہ ج دوم، و تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۴ -
(۲) آثارالبلاد قزوینی (گوٹنجن) صفحہ ۸۲ -
(۳) مروج الذہب باب ۱۶ -
(۴) ایضاً -

مسعر بن مہلہل جو سنہ ۳۳۱ ھ میں ھندوستان ایا تھا اور جنوبی ھندوستان کی اس نے سیر کی تھی وہ کولم (واقع ترانکور مدراس) کے حال میں لکھتا ھے : ” یہیں وہ متّی کے برتن (غضائر) (۱) تیار ھوتے ھیں جو ھمارے ملک میں چینی کرکے بکتے ھیں ، لیکن در اصل وہ چینی نہیں ھیں کیونکہ چین کی متّی کولم کی متّی سے سخت ھوتی ھے ، اور آگ پر زیادہ دیر تھہر سکتی ھے - کولم کی متّی (غضائر) کا رنگ میلا ھوتا ھے اور چینی متّی کا سفید اور دوسرے رنگ - یہاں ساگون کی لکڑی اتنی لمبی ھوتی ھے کہ کبھی ۱۰۰ ھاتھہ تک پہنچ جاتی ھے - نیز بقم (بکم) بید ، نیزہ کی لکڑی بھی وھاں بہت ھے ، اور ریوندچینی ، تیزپات جو نہایت کمیاب ھے اور جو آنکھوں کی بیماری میں بہت مفید ھے ، اور یہیں سے عود ، کافور اور لوبان بھی تاجر لے جاتے ھیں - (۲)

ھندوستان سے ایک قسم کا زھر بھی باھر جاتا تھا جس کا نام قزوینی نے ” بیش “ لکھا ھے - یہ ” بس “ کی خرابی ھے جو ھندی میں زھر کو کہتے ھیں - (۳)

---

(۱) غضائر کا واحد غضارہ ھے ، اس کے معنی خوشبو متّی کے ھیں ، مگر غالباً بعد کو یہہ چینی کے برتنوں کے معنی میں مستعمل ھوا ھے - (دیکھو معجم البلدان یاقوت ج ۸ ص ۳۲۸ لفظ نہروان -

(۲) آثارالبلاد قزوینی ص ۷۰ ، گوتنجن (سنہ ۱۸۴۸ ع) -

(۳) ایضاً ص ۸۵ -

شکل و صورت کا پتا لگایا جائے تاکہ آج اُن کے اہل وطن اُن کو اپنے گھر کے عزیزوں کی طرح پہچان سکیں -

عربی نام	هندی	اردو
صندل	چندن	صندل
مسک	موشکا	مشک
تنبول	تامبول	پان (تنبول)
کافور	کپور	کافور
قرنفل	کنک پھل	لونگ
فلفل	پپلی ، پپلا ،	گول مرچ (اسی سے غالباً انگریزی لفظ پپر بھی ہے -
فوفل	کوبل	سپاری ، ڈلی ،
زنجبیل	زرنجابیزا	سونٹھ ، ادرک
نیلوفر	نیلو پھل	نیلوفر
هیل	ایل	ایلائچی (الائچی)

(دوائیں)

جائفل	جاے پھل	جاےپھل
اطریفل	تری پھل	اطریفل
شتھیرہ	شکھر	توتیا
بلیلج	بھیرا	بھیرا
هلیلج	هرہ	هلیلہ
بلادر	بھلاتکہ	بھلاوہ

پانی لے کر آتے ھیں اور لوھا تبادلہ میں لیتے ھیں - (۱)

ابن الفقیہ ھمدانی (سنہ ۳۳۰ ھ) میں لکھتا ھے کہ " ھندوستان اور سندھہ کو اللہ تعالے نے یہ خصوصیت دی ھے کہ وھاں ھر قسم کی خوشبو ، جواھرات جیسے یاقوت اور الماس وغیرہ ، اور گینڈا اور ھاتھی اور مور اور عود ، عنبر ، لونگ ، سنبل ، خولنجان ، دار چینی ، ناریل ، ھڑ ، توتیا ، بکم ، بید ، صندل ، ساگون کی لکڑی ، اور سیاہ مرچ ، پیدا ھوتی ھے - (۲)

لغت عربی کی قدیم شہادت

اس بات کے جاننے کے لئے کہ ھندوستان سے اھل عرب کیا کیا چیزیں اپنے وطن لے جاتے تھے خود عربی زبان کی لغت میں بعض ذرائع موجود ھیں - عرب میں ھندوستان کی بنی ھوئی تلواریں مشہور تھیں - اسی لئے تلوار کا نام ھندی ، ھندوانی ، مہند ، عام طور سے عربی میں مستعمل ھیں - حسب ذیل الفاظ عربی میں ھندی الاصل ھیں جو اپنی اصلیت اور وطن کا خود پتہ دیتے ھیں - یہ زیادہ‌تر مسالوں اور خوشبوؤں اور دواؤں سے متعلق ھیں - ھم نے کوشش کی ھے کہ اُن کی اصل ھندی

---

(۱) سلیمان تاجر ص ۱۸ -

(۲) کتاب البلدان ابن الفقیہ الھمدانی ص ۲۵۱ (لیڈن) -

عربي	هندی
لیمون	لیمو (اسی سے انگریزی لیمن ھے)

یہہ الفاظ اپنی زبان حال سے خود ظاھر کر رھے ھیں کہ کس دیس میں وہ پیدا ھوئے تھے. اور کہاں جاکر یہہ نیا رنگ و روپ پیدا کیا -

قرآن پاک میں تین ھندی لفظ -

اس مسئلہ میں اچھا خاصہ علماء میں اختلاف رہا ھے کہ قرآن پاک میں کسی غیر زبان کا لفظ ھے یا نہیں ؟ لیکن فیصلہ یہی ھوا کہ غیر زبان کے ایسے الفاظ موجود ھیں جو عربوں کی زبان میں آکر مستعمل ھو گئے تھے اور وہ اپنی پہلی صورت بدل کر عربی زبان کے لفظ بن گئے - حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے قرآن پاک کے اس قسم کے لفظ جمع کئے ھیں - ھم ھندیوں کو بھی فخر ھے کہ ھمارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب ھیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگہ پا سکے - پہلے علماء نے جن الفاظ کا ھندی ھونا ظاھر کیا تھا وہ تو لغو و بےبنیاد تھے - مثلاً ،، ابلعی ،، کی نسبت یہہ کہنا کہ ھندی میں اس کے معنے ،، پینے ،، کے ھیں یا ،، طوبیٰ ،، کو ھندی کہنا ، جیسا سعید بن جبیر سے روایت ھے (۱) ، بےبنیاد ھے - مگر اس میں شک نہیں

---

(۱) دیکھو الاتقان فی علوم القران نوع ۳۸ -

عود هندي ' قسط هندی (کٹ) ' ساذج هندی (تیزپات) ' قرطم هندی ' اور تمر هندی (هندوستاني کهجور) یعني املی ' یهه خود اپني نسبت اپنے ساتهه رکهتي هے - عود چونکه کارومنڈل سے جاتی تهی اسلئے عربوں نے اُس کا نام هي مندل رکهه دیا - (۱)

(کپڑوں کے اقسام)

عربي	هندی	
قرفس	کرپاس	ململ
شیت	چهینٹ	
فوطه	پٹ لنگي وال رومال	

(رنگ)

نیلنج	نیل
قرمز	کرمج

(پهل)

موز	موشه	کیلا
نارجیل	ناریل	
انبج	آم	

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۲ گوتنجن سنه ۱۸۴۸ ع -

خود یمن میں پیدا ہوتے تھے مگر آبدار فولاد (تلوار)، تیزپات، اور مسالوں کا ملک ہندوستان ہی تھا، اور تلوار، تیزپات اور مسالوں کا ملک وهي آج بھی ھے - اس سے صاف ظاہر ھے کہ عربوں کے ہندوستان کے تجارتی تعلقات مسیح سے کم از کم دو ہزار برس پہلے سے ہیں -

ہندوستان کی پیداوار اور بیوپار عرب سیاحوں کی نظر میں

ہندوستانی پھلوں میں سب سے پہلی چیز ان کی نظر میں ناریل ھے - نویں صدی عیسوی کا عرب سیاح ابوزید کہتا ھے کہ "عمان کے عرب یہہ کرتے ہیں کہ وہ ان مقامات میں جہاں ناریل ہوتے ہیں بڑھئیوں کے اوزار لے کر چلے جاتے ہیں - پہلے وہ ناریل کا درخت کاٹ کر سوکھنے کو چھوڑ دیتے ہیں، جب وہ سوکھہ جاتا ھے تو اس کے تختے کاٹ ڈالتے ہیں، اور ناریل کی چھال کو بٹ کر رسی تیار کرتے ہیں، اور اسی سے تختوں کو سی کر کشتی تیار کرتے ہیں اور اسی کا مستول بناتے ہیں، اور اس کے جھونجھے کو بن کر پال تیار کرتے ہیں - جب یہہ جہاز بن کر تیار ہو چکتے ہیں، تو پھر اُن میں ناریل بھرتے ہیں، اور ان کو بھر کر عمان لاتے ہیں، اور بڑی دولت حاصل کرتے ہیں -" (۱)

---

(۱) ابوزید ص ۱۳۱ -

کہ جنت کی تعریف میں اس جنت‌نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ہے ' یعنی مسک ' (مشک) ' زنجبیل (سونٹھہ یا ادرک) اور کافور (کپور) –

توراۃ کی شہادت
عربوں کی ہندوستانی تجارت کی قدامت پر

اوپر کے بیانات اور الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھکر توراۃ کے ان مختلف حوالوں پر غور کرو – مسیح سے دو ہزار برس پہلے جو عرب تاجر بارہا مصر کو جاتے دکھائی دئے ہیں اُن کا سامان یہہ تھا – بلسان ' صنوبر ' اور دوسری خوشبودار چیزیں (۱) – یمن کی ملکہ حضرت سلیمان کے لئے جو تحفہ سنہ ۹۵۰ ق م میں شام لائی تھی وہ بھی "خوشبو کی چیزیں ' بہت سا سونا ' اور بیش‌قیمت جواہر" (۲) – حزقیال نبی (سنہ ۵۲۸ ق م) کے زمانہ میں اوزال (یمن) سے فولاد ' تیزپات ' اور مسالہ ' عرب ہی ملک شام کو لے جاتے تھے – حزقیال نبی کہتے ہیں کہ "اوزال (یمن) سے تیرے بازار میں آبدار فولاد ' تیزپات ' اور مسالہ بیچنے آتے ہیں" (۳) – یہہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لوبان اور قسم قسم کے خوشبو پھول

---

(۱) پیدایش ۳۷ : ۲۶ –

(۲) دوم ایام ۹ : ۹ –

(۳) حزقیال ۲۷ : ۱۹ –

منصورہ ' جس کا پرانا نام برھمن آباد ھے - یہاں لیموں اور آم ھیں اور گنے بھی ھیں ' نرخ سستے ھیں سرسبزی ھے -

آلور ' بڑائی میں ملتان کے برابر ھے ' شہر پناہ ھے ' دریائے سندھ کے کنارے ھے ' نہایت سرسبز و شاداب اور بڑے بیوپار کی جگہ ھے -

دیبل ' دریائے سندھ کے پورب سمندر پر ھے - یہہ بہت بڑی منڈی ھے ' اور مختلف قسم کی یہاں تجارتیں ھیں ' یہہ اس ملک کا بندرگاہ ھے ' غلے بھی ھیں ' یہاں کی آبادی صرف تجارت اور بیوپار کی وجہ سے ھے -

کامہل - کامہل سے مکران تک بودھوں اور میدیوں کا ملک ھے - یہاں دو کوھان والے اونٹ ھوتے ھیں جن کی خراسان اور فارس میں نسل لینے کے لئے بڑی قدر ھے -

قندابیل - یہہ بودھوں کا تجارتی شہر ھے ' مکانات چھپروں اور جھونپڑیوں کے ھیں -

جیمور اور کھنبایت (گجرات و کاتھیاواڑ) - یہاں زیادہ تر چاول ھے ' اور شہد بھی بہت ھے -

کلوان - یہاں غلوں کی کثرت ھے ' پھل کم ھیں ' جانور اور مویشی زیادہ ھیں -

کیزکانان (قزدار کا پایہ‌تخت) - ارزانی ھے - یہاں انگور اور انار اور سرد میوے ھیں ' کھجوریں نہیں ھیں -

ناریل کے بعد وہ لیموں اور آم کے نام بہت تعجب سے لیتے ہیں — ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھ کے ذکر میں کہتا ہے "اُن کے ملک میں سیب کے برابر ایک پھل ہوتا ہے جس کو "لیموں" کہتے ہیں جو بہت کھٹا ہوتا ہے، اور ایک اور میوہ اُن کے یہاں ہوتا ہے جو شفتالو کی طرح ہوتا ہے، اُس کا نام "انبج" یعنی آم ہے، جس کا مزہ بھی شفتالو کے قریب ہوتا ہے —" (۱)

آم کے ہندی عاشق ذرا آم کی یہ عربی قدردانی ملاحظہ فرمائیں —

مسعودی کا بیان ہے کہ "نارنگی اور لیموں بھی ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں — یہہ عرب میں تیسری صدی ہجری میں ہندوستان سے لائے گئے، اور پہلے عمان میں، پھر وہاں سے عراق و شام تک پہنچے، یہاں تک کہ وہ شام کے ساحلی شہروں اور مصر میں گھر گھر پھیل گئے" — مگر اُن میں مسعودی کہتا ہے کہ "وہ ہندوستان کا مزہ نہیں —" (۲)

ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھ اور گجرات کی پیداوار اور بیوپار کا یہہ حال بیان کرتا ہے :

---

(۱) ابن حوقل ص ۲۲۸ —

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۳۸ یورپ —

طوران سے فانیذ حلوا ' سندان سے چاول اور کپڑے جاتے ھیں - اور پورے سندھ میں فرش فروش بہت اچھے تیار ھوتے ھیں ' باریک کپڑے اور ناریل ' اور منصورہ سے کھنبایت کے بنے ھوئے جوتے ' اور سندھ سے ھاتھی اور ھاتھی دانت اور بیش قیمت چیزیں اور عمدہ دوائیں باھر جاتی ھیں - اور یہاں کی خاص پیداوار دو پھل ھیں - ایک کا نام لیموں ھے ' اور دوسرے کا آم ' جو بہت لذیذ ھوتا ھے - مشرق اور فارس میں جو عمدہ بلخی اونٹ ھوتے ھیں - وہ سندھی ھی اونٹوں سے نسل لے کر تیار کئے جاتے ھیں ' اور یہہ سندھی اونٹ جن کو پالہ (فالج) کہتے ھیں اُن کے دو کوھان ھوتے ھیں اور وہ اتنے قیمتی ھوتے ھیں کہ دوسرے ملکوں میں صرف بادشاہ ھی کی سواری میں وہ کام آتے ھیں - اسی طرح کھنبایت کے جوتوں کی بھی قدر ھے - (۱)

مسعودی نے ھندوستان کے مور کی تعریف کی ھے اور لکھا ھے کہ " گو ھندوستان سے لے جاکر عراق وغیرہ میں اُن کی نسل لے جائی گئی اور تیار کی گئی مگر وہ ھندوستان کا قد و قامت اور رنگ و روپ اُن میں نہیں " - (۲)

---

(۱) احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم ' بشاری مقدسی ص ۴۷۴—۴۸۲ (لیڈن) -

(۲) مروج الذهب جلد ۲ ص ۴۳۸ (لیڈن) -

قندھپور — مکران کا سب سے بڑا شہر ہے — یہاں کھجے، چھوہارے اور فانیذ (ایک قسم کا حلوا) بنتا ہے جو یہاں سے تمام دنیا میں جاتا ہے —

قندابیل — یہہ ہندوستان کے غلوں کی بڑی منڈی ہے —

اس کے بعد بشاری مقدسی (سنہ ۳۷۵ ھ) کا بیان نہایت مفصل ہے — وہ ایک ایک شہر کا حال بیان کرتا ہے —

ویہند — یہہ منصورہ سے بڑا شہر ہے، نہایت پاک و صاف شہر ہے، نہایت اچھے پھل، بڑے بڑے درخت، ارزاں نرخ، شہد ایک درہم کا تین من (عربی میں من بہت چھوٹا ہوتا تھا)؛ روٹی اور دودھہ کی ارزانی کا حال مت پوچھو، اخروٹ اور بادام کے درخت بکثرت ہیں —

قنوج (ملتان کے پاس) — بڑا شہر ہے، شہر پناہ ہے، یہاں گوشت بہت سستا ہے — باغ بکثرت ہیں، منڈی بہت نفع‌بخش ہے، کیلے یہاں سستے ہیں مگر گیہوں بہت کم ہے — اُن کی غذا زیادہ چاول ہے —

ملتان — منصورہ کے برابر ہے — وہاں سے زیادہ یہاں پھل نہیں، لیکن ارزانی وہاں سے زیادہ ہے — روٹی ایک درہم میں ۳۰ من، فانیذ حلوا ایک درہم کا ۳ من، تجارت میں یہاں کے تاجر جھوٹ نہیں بولتے، یہاں کی تجارت کا حال بہت اچھا ہے —

تھے (۱) — کالا نمک بھی ھندوستان سے باھر جاتا تھا — (۲)

پان (تنبول) کا مفصل بیان عربوں میں مسعودی نے کیا ھے جو تقریباً آج سے نو سو برس پہلے کا بیان ھے — کہتا ھے "پان (تنبول) ایک قسم کا پتہ ھوتا ھے جو ھندوستان میں پیدا ھوتا ھے — اس کو چونا اور ڈلی ملا کر جب کھاتے ھیں تو انار کے دانوں کی طرح دانت لال ھو جاتے ھیں اور منھہ خوشبو ھو جاتا ھے اور قلب میں فرحت ھوتی ھے اور اھل ھند سپید دانت اور جو پان نہیں کھاتا اس کو ناپسند کرتے ھیں" — خیر پان کا بیان تو یہاں ضمنی ھے، اُس زمانہ میں پان جیسی نازک چیز عرب نہیں پہنچ سکتی تھی، مگر ڈلی برابر پہنچتی تھی — سنہ ۳۰۵ ھ میں مسعودی کہتا ھے کہ "اب آج کل یمن اور حجاز میں مکہ میں لوگ ڈلی بڑی کثرت سے کھانے لگے ھیں" (۳) — اب آج ھمارے زمانہ میں تو پان عدن تک سرسبز و شاداب اور مکہ میں سوکھے کثرت سے پہنچنے لگے ھیں — یہ ھندوستانیوں کی وضعداری کی برکت ھے — بہر حال ڈلی ھندوستان سے عرب اُسی زمانہ سے جا رھی ھے — عود عرب میں راس کماری کا

---

(۱) تحفۃ الاحباب ابو حامد غرناطی صفحہ ۴۹ (پیرس) —

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی صفحہ ۲۵۹ (لیڈن) —

(۳) مروج الذھب ج ۲ ص ۸۴ (پیرس) —

ہندوستان کے باریک کپڑوں کی تعریف ہمیشہ سے ہے، اور ہر قوم کے بیانات سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہاں نہایت باریک کپڑے بنے جاتے تھے - کہا جاتا ہے کہ مصری ممی جن باریک کپڑوں میں لپٹی ہوئی ملتی ہے وہ ہندوستان ہی کی ساخت کے ہیں - بہر حال یہہ تو قیاس ہے مگر آٹھویں صدی عیسوی کا ایک عرب سیاح سلیمان ہندوستان کے ایک مقام کی نسبت لکھتا ہے کہ "یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے ہیں ویسے کہیں نہیں بنے جاتے اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ایک ' پورا کپڑا ' (یا تھان) ایک انگوٹھی میں آجاتا ہے - یہہ کپڑے سوتی ہوتے ہیں - اور ہم نے وہ کپڑے خود بھی دیکھے ہیں " - (۱)

عرب گینڈے کی سینگہ بھی یہاں سے چین لے جاتے تھے - اُس میں تصویریں بن جاتی تھیں - اُس کی پیٹی بنتی تھی جو اس قدر بیش قیمت ہوتی تھی کہ ایک ایک کی قیمت چین میں دو دو تین تین ہزار اشرفی ہوتی تھی - (۲)

ایک جانور جس کے پسینہ سے خوشبو نکالتے تھے اس کو عرب تاجر ہندوستان سے مراکش تک لے جاتے

---

(۱) سفر نامہ سلیمان تاجر صفحہ ۳۰ (پیرس) -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۱ -

تھا یہاں مانگ تھی (۱) - شراب بھی مصر سے یہاں آتی تھی (۲) ، اور روم سے ریشمی کپڑے اور سمور اور پوستنین اور تلواریں آتی تھیں (۳) ، فارس سے گلاب کا عرق جو مشہور تھا ہندوستان آتا تھا (۴) - بصرہ سے دیبل (سندھ) کی بندرگاہ میں کھجوریں آتی تھیں (۵) ، کارومنڈل میں عرب سے گھوڑے آتے تھے - (۶)

کیا اہل ہند بھی جہازراں تھے ؟

ہندوستان کی خشکی اور تری کی ہر قسم کی بیرونی تجارت کے بیان میں کہیں ہندوؤں کا نام نہیں آتا ، اور نہ ہندوؤں کا نام دریائی سفر کرنے والوں اور جہاز چلانے والوں میں کسی نے ذکر کیا ہے - یونانیوں سے لے کر عربوں تک کی تاریخ جغرافیے اور سفرنامے اس سے خالی ہیں اور ہر جگہ ہندوستان کے بحری تاجروں کی حیثیت سے یونانیوں ، رومیوں اور عربوں ہی کے نام آتے ہیں یہاں تک کہ مارکوپولو کے سفرنامہ میں بھی عربوں ہی کے نام ہیں ،

---

(۱) سفرنامہ سلیمان و ابوزید ص ۱۳۵ -

(۲) ابن حوقل ص ۲۳۱ -

(۳) ابن خرداذبہ ص ۱۵۳ (لیڈن) -

(۴) ابن حوقل ص ۲۱۳ -

(۵) تقویم‌البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۶) ایضاً ص ۳۵۵ -

مشہور تھا ' اور یہیں سے جاتا تھا ' (۱) اور چونکہ وہ راس‌کماری کو قمار کہتے تھے اس لئے عود قماري اُن کے هاں مشہور تھا - مشک تبت سے لاتے تھے ' (۲) الماس کشمیر کے پہاڑ سے آتا تھا - (۳)

هندوستان کی بحری در آمد

یہہ چیزیں تو خیر هندوستان سے باهر جاتی تھیں ' مگر ان کے بدلے اهل عرب هندوستان‌والوں کو لاکر دیتے تھے - جزائر والے تو اپنی ضرورت کی چیزیں لیتے تھے ' جیسے کپڑے - بعض جزیروں کے متعلق عربوں نے لکھا هے کہ وهاں لوگ ننگے رهتے هیں ' وہ کپڑے نہیں لیتے ' لوها لیتے هیں - (۴)

تیسری صدی هجری میں (نویں صدي عیسوی میں) سندهہ کے طلائی سکوں کی هندوستان میں مانگ رهتی تھی - وهاں کی ایک اشرفی یہاں تین تین اشرفی کو بکتی تھی - مصر سے زمرد کی انگوٹھی بن کر یہاں آتی تھی جو تکلف کے ساتھہ ڈبیوں میں رکھی هوتی تھی - مرجان اور ایک اور معمولی پتھر کی جس کا نام دهنج

---

(۱) سفر نامہ سلیمان و ابوزید صفحہ ۹۳ و ۱۳۰ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۱۱ -

(۳) عجائب‌الهند بزرگ صفحہ ۱۲۸ (پیرس) -

(۴) سفر نامہ سلیمان و ابوزید ص ۹ -

یونانی مؤرخ آرین (Arrian) سکندر کے حال میں بیان کرتا ہے کہ "ہندوستان میں اُس کو اپنے جہازات خود تیار کرانے پڑے -" مگر ساتھہ ہی یہہ بھی لکھتا ہے کہ "ہندوؤں کی چوتھی ذات میں وہ ہیں جو جہاز بناتے ہیں، چلاتے ہیں، یا کھیتے ہیں، (ملاح) ایسے جو دریاؤں کو پار کرلیتے ہیں -" (۱)

یونانیوں کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بحر احمر کے دھانہ کے ایک جزیرہ میں جو شاید سقوطرہ ہو، عربوں اور یونانیوں کے ساتھہ کچھہ ہندوؤں کی بھی آبادی تھی - (۲)

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ مالدیپ، لنکا، جاوا اور دوسرے ملائی جزیروں کا اچھا خاصہ حصہ ہندو آبادی پر مشتمل تھا - اُن کے رسوم اور مذہب بلکہ اُن کی زبان تک ہندو ہونے کو ظاہر کرتی ہے - عرب سیاحوں اور تاجروں نے اسی لئے ان جزیروں کو ہند کا ٹکڑا یقین کیا اور اسی حیثیت سے اُن کا ذکر کیا، بلکہ نویں صدی عیسوی کا سیاح ابوزید کہتا ہے کہ "راس کماری بھی جاوہ کے مہراج نے فتح کر لیا تھا" - (۳)

---

(۱) الفنسٹن جلد اول صفحہ ۱۸۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۸۳ -

(۳) ابوزید صفحہ ۹۷ -

اور اسی بنا پر الفنسٹن صاحب وغیرہ نے یہہ خیال ظاھر کیا ھے کہ دریائے سندھہ اور گنگا میں کشتی اور ڈونگی اور سمندر کے کنارے کنارے ایک بندر سے دوسرے بندر تک جانے کے سوا ھندوؤں نے سمندر کو پار کرنے کی همت نہیں کی یہاں تک کہ سکندر کے زمانہ میں بھی دریائے سندھہ میں یونانیوں کو نہ تو جہاز ملے اور نہ جہاز چلانے والے – ھاں ' چھوٹی چھوٹی ڈونگیوں اور ناؤں پر مچھوے البتہ ان کو ملتے رھے – ھاں ' کارومنڈل کے لوگ بے شک جزائر جاوہ میں جانے کی همت کرسکے – (۱)

لیکن همیں ان صاحبوں کی اس تحقیق سے اختلاف ھے – همارا خیال ھے کہ کل ھندو نہیں لیکن کم از کم سندھہ اور گجرات کے لوگ اس سے مستثنیٰ ھیں ' بلکہ منوجی کی شاستر میں ایک ایسا فقرہ ھے جو اس بات کو ظاھر کرتا ھے کہ اُس زمانہ کے ھندوؤں میں کچھہ لوگ ایسے تھے جو سمندر کے سفر سے آگاہ تھے ' وہ فقرہ یہہ ھے (۲) :-

"سمندر کے راستہ میں خیر و عافیت ' ملک ' وقت ' مطلب ' ان چار کے دیکھنے والے جو سود قرار دیں وہ سود لینا – "

(ادھیایہ ۸ : ۱۵۷) –

---

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ھند ' دسواں باب (تجارت) –

(۲) منوشاستر ترجمہ اردو لالہ سوامی دیال نولکشور –

بلکہ ایک جگہ اُس نے دو لفظ علیحدہ علیحدہ استعمال کئے ہیں یعنی "بانانیہ اور تاجر" (۱) ، جس سے مقصود ہندو بیوپاری اور عرب تاجر ہیں - عرب میں آج تک ہندو بیوپاری اور تاجر "بانیہ" اور جمع کی صورت میں "بانانیہ" ہی کہلاتے ہیں ، اور عراق ، بحرین ، عمان ، سوڈان ، مصوع ، پورٹ سعید ، اور قاہرہ (مصر) میں ان کی آج بھی تجارتیں ہیں - حجاز اور مصر کے سفر میں ان بنیوں سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں -

یہہ روزمرہ کی بازاری عربی زبان اس خوبی سے بولتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے اچھے مولوی ان کا منھہ تاکتے رہیں - یہہ لوگ زیادہ تر سندھی ، ملتانی اور گجراتي ہوتے ہیں جو خدا جانے کب سے ان ملکوں میں آمد و رفت رکھتے ہیں - چنانچہ سنہ ۳۰۰ ھ میں بھی یہہ لوگ عدن کے پاس عرب جہازوں میں بیٹھے نظر آتے ہیں - (۲)

بحر ہند کے جہازات

ہندوستان کے سمندر میں جو جہازات چلتے تھے اور جو بحر روم میں چلتے تھے ان دونوں میں ایک خاص

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶۵ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۷ -

یہہ بات خاص خیال کے قابل ھے کہ عربوں نے جاوہ کے بادشاہ کو ھمیشہ مہراج کہا ھے اور اُن جزیروں کو مہراج کی مملکت بیان کیا ھے -

لیکن اس سے زیادہ یہہ کہ نویں صدی عیسوی میں ابوزید سیرافی اس سلسلہ میں کہ "اہل ہند ایک ساتھہ مل کر نہیں کھاتے" کہتا ھے کہ "چنانچہ یہہ ھندو سیراف (عراق کی بندرگاہ) آتے ھیں اور کوئی (عرب) تاجر اُن کی دعوت کرتا ھے، تو وہ کبھی سو اور کبھی سو سے زیادہ ھوتے ھیں مگر ان کے لئے اس کی ضرورت ھوتی ھے کہ ھر ایک کے سامنے علیحدہ ایک طبق رکھا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ھو" (۱) - اس فقرہ سے صاف ظاھر ھے کہ عراق کی بندرگاہ میں بکثرت اور بڑی تعداد میں وہ کم از کم عربوں کے عہد میں آنے جانے لگے تھے - ھندوؤں کا کشمیر زیریں (پنجاب) سے سندھہ تک دریا کا سفر کرتے رھنا اھل عرب نے بھی بیان کیا ھے - (۲)

اس سے زیادہ ایک اور ثبوت ھے کہ بزرگ بن شہریار ناخدا نے اپنی کتاب عجائب‌الھند میں بیسوں مقامات پر "بانانیہ" یعنی بنیا کے نام سے جہاز کے دوسرے مسافروں کی طرح ھندوستانی بیوپاریوں کا نام لیا ھے،

---

(۱) ابوزید ص ۱۴۶ -

(۲) عجائب‌الھند صفحہ ۱۰۴ -

اندازہ نہیں جب گیارہ دن کے بعد تھانہ
(بمبئی) کے نشانات ملے " - (۱)

اس سے اندازہ ہوگا کہ یہہ جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ سامان و اسباب اور خلاصیوں اور ملاحوں کے علاوہ چار سو آدمی آرام کے ساتھہ سفر کر سکیں - چین جانے والے جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ اُن میں صرف جہاز کے تعلق کے ایک ہزار آدمی ہوتے تھے - چھہ سو جہاز چلانے کے لئے اور چار سو تیرانداز اور نفطہ پھینکنے والے سپاھی ' باقی مسافروں کا اندازہ کر لیجئے - ہر بڑے جہاز پر تین چھوتی کشتیاں وقت بے وقت کے اتفاقات کے لئے ہوتی تھیں - (۲)

بحری تجارت کی دولت

بحر ہند کی تجارت سے ہندوستان اور عرب دونوں کو جو فائدے پہنچے تھے ان کا اندازہ بعض واقعات سے ہوتا ہے - ولبھہ رائے کا پایہ تخت مہانگر " سونے کا شہر " کہلاتا تھا - مہراج کا پایہ تخت (جزیرہ جاوہ) کے بازار میں دکانوں کا شمار نہ تھا ' فقط صرافی کی دکانیں اس بازار میں ۸۰۰ تھیں (۳) - عمان میں موتیوں کا ایک تاجر تھا '

---

(۱) عجائب الهند ص ۱٦٥ و ۱۴۷ -
(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (کالی کت کا بیان) -
(۳) عجائب الهند ص ۱۳۷ -

فرق تھا ـ بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور بحر ھند کے جہازوں کے تختے ڈوری سے سئے جاتے تھے (۱) ـ یہہ جہاز کتنے بڑے ھوتے تھے اس کا اندازہ اس سے ھوگا کہ ان میں دو دو منزلیں ھوتی تھیں ' علیحدہ علیحدہ کمرے ھوتے تھے ـ پانی پینے اور کھانے کا ذخیرہ ھوتا تھا ـ مسافروں کے علاوہ سامان تجارت اور اسباب کے گودام ھوتے تھے ـ جہازوں میں کام کرنے والے خلاصی اور ملاح اور حفاظت کرنے والے تیرانداز سپاھی خود ایک ھزار ھوتے تھے (۲) ـ بزرگ بن شہریار ناخدا سنہ ۳۰۹ ھ کا ایک قصہ سناتا ھے :ـ

"سنہ ۳۰۹ ھ میں سیراف سے ایک جہاز پر میں ھندوستان چلا ' ھمارے ساتھہ عبداللہ بن جنید کا جہاز اور سیاح کا جہاز بھی تھا ـ اور یہہ تینوں جہاز بہت بڑے تھے ' اور سمندر کے ممتاز جہازوں میں تھے ' اور ان کے ناخدا اور ملاح بہت مشہور تھے ـ اور ان تینوں جہازوں میں تاجر ' ملاح ' بنیا وغیرہ ملاکر بارہ سو آدمی تھے اور ان میں مال و اسباب اس کثرت سے تھا جس کا

---

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ ـ

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (سفر چین) ـ

بیچی (۱) - ایک اور شخص جو نہایت غربت کی حالت میں عمان سے روانہ ہوا تھا وہ واپس آیا تو پورا جہاز اس کے مال و اسباب سے لدا ہوا تھا جس میں دس لاکھ اشرفی کی تو مشک تھی اور اسي قیمت کے ریشمی کپڑے اور جواهرات تھے - اس سے محصول ٥ لاکھه دینار وصول کیا گیا - (۲)

دوسري طرف ان عرب تاجروں سے هندوستانی سواحل کے راجاؤں کو بھی بڑی آمدنی هوتی تھی - اسی لئے وہ ان کی بڑي قدر کرتے تھے (۳) - ابن بطوطه نے جنوبی هند کے ساحلی شہروں کا سفر کرتے هوئے جابجا لکھا هے که یهه هندو راجه ان عرب جہازرانوں کو اس لئے ناخوش نہیں هونے دیتے که ان کے ملک کی آمدنی انهیں کی آمد و رفت سے هے - کالی‌کت اور کارومنڈل کے راجه اس بحري تجارت کی بدولت لاتعداد دولت کے مالک تھے - کارومنڈل کے ایک راجه کے مرنے پر اُس کے ایک مسلمان کارکن کو جو سونا اور جواهرات هاتھه آئے ان کے اُتھانے کے لئے سات هزار بیلوں کی ضرورت تھی (۴) - اسی کارومنڈل کو جب علاؤالدین خلجی کے سپه سالار ملک کافور نے ایک دفعه فتح کیا تو اُس کو

---

(۱) عجائب‌الهند صفحه ۱۰۸ -

(۲) معجم‌البلدان یاقوت لفظ قیس -

(۳) ایضاً لفظ قیس -

(۴) جامع‌التواریخ مندرجهٔ الیت جلد اول صفحه ۶۹ و ۷۰ و تاریخ وصاف مندرجهٔ الیت جلد ۲ صفحه ۳۲ و ۵۳ -

اس نے ایک دفعہ دو نادر روزگار موتی پائے جن کی قیمت بغداد کے خلیفہ نے ایک لاکھہ درھم ادا کی (۱) - ایک ناخدا کا بیان ھے کہ "وہ سنہ ۳۱۷ ھ میں کلہ (ھند) سے عمان سامان تجارت لے کر گیا ' ھمارے جہاز پر اتنا مال و اسباب تھا کہ عمان کے حاکم نے ھمارے جہاز سے ۶ لاکھہ دینار تیکس لیا - یہہ اُس لاکھہ دینار کے علاوہ جس کو اس نے اپنی مہربانی سے معاف کردیا یا لوگوں نے چوری سے اُس کو چھپا لیا اور ظاھر نہیں کیا (۲) - اسی سال سراندیپ سے ایک اور جہاز آیا جس نے اپنا محصول چھہ لاکھہ ادا کیا (۳) - عمان میں اسحاق نام ایک یہودی تھا جو دلالی کا کام کرتا تھا - وہ ایک اور یہودی سے لڑ کر ھندوستان چلا آیا ' پھر چین چلا گیا اور تیس برس میں اتنی دولت پیدا کی کہ خود جہازوں کا مالک ھوگیا اور آخرکار تیس برس کے بعد سنہ ۳۰۰ ھ میں وہ پھر عمان آیا تو اُس نے عمان کے حاکم کو ایک لاکھہ درھم کی رشوت اس لئے دی کہ اس کا اسباب سرکاری طور سے دیکھا بھالا نہ جائے - اس کے پاس مشک کا ذخیرہ اتنا تھا کہ ایک دفعہ اس نے ایک لاکھہ مثقال (تولہ) مشک صرف ایک سوداگر کے ھاتھہ فروخت کی اور اس کے علاوہ ۶۰ ھزار اشرفی کی مشک دو دوسرے سوداگروں کے ھاتھہ

---

(۱) عجائب الھند ص ۱۳۶ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۰ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۵۸ -

بحر روم کے جہازوں کے تختے لوهے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور هندوستانی سمندر کے جہازات مضبوط رسی سے جو کھجور یا ناریل کی چھال سے تیار هوتی تھی ' سی جاتی تھی - سلیمان تاجر جو سنه ۲۳۷ ھ میں تھا جس کا بار بار نام آچکا ھے ' وہ اپنے سفرنامه میں ایک جگهه لکھتا ھے :

"ان باتوں میں جو همارے زمانه میں نئی معلوم هوئیں اور هم سے پہلے لوگوں کو اُن کا علم نه تھا ایک یهه ھے که کسی کو اس کا پہلے وهم و گمان بھی نه تھا که وہ سمندر جس پر هندوستان اور چین واقع هیں وہ کس طرح سے بحر شام (بحر روم یعنی میڈیٹرینین سی) سے ملا هوا ھے ' اور اس پر کوئی دلیل بھی ان کے پاس نه تھی ' مگر همارے زمانه میں یهه هوا که عربوں کے کچھه سئے هوئے جہازوں کے تختے جو بحر هند میں توت گئے تھے اور جن کے مسافر ڈوب گئے تھے وہ بحر اخضر هوکر بحر روم میں پائے گئے - اس سے یهه بات بخوبی ثابت هو گئی که بحر هند چین پر چکر کھاکر بحر روم میں جاکر مل گیا ھے ' کیونکه سئے هوئے جہاز صرف سیراف میں بنتے

سرکاری خزانہ سے دوسری چیزوں کے علاوہ "چھیانوے ہزار من سونا (۱) اور پانچ سو من موتی (۲) اور جواہرات ملے" موتی اور جواہرات کی قیمت کو چھوڑ کر چھیانوے ہزار من سونا کیا کم چیز ہے؟ علاؤالدین کے زمانہ میں تیرہ چودہ سیر کے قریب من ہوتا تھا یعنی انگریزی حساب سے ۲۸ پونڈ کے برابر - اس لحاظ سے صرف اس سونے کا حساب ۲۶ لاکھہ ۸۸ ہزار پونڈ ہوتا ہے -

کارومنڈل کی تجارت تمام تر عرب، عراق، اور فارس کے سواحل سے تھی - تفصیل آگے آئیگی -

بحر روم سے ہندوستان کا دوسرا بحری راستہ عربوں نے دریافت کرلیا تھا

اوپر گذر چکا ہے کہ کس طرح پرتگالی جہازرانوں نے بحر روم کو چھوڑکر افریقہ کی پشت پر سے ہندوستان کا راستہ پایا، اور یہہ سمجھا جاتا ہے کہ یہہ دریافت انہیں جہازرانوں کی کوششوں کی ممنون ہے - لیکن یہہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس دریافت کی عزت ان سے سیکڑوں برس پہلے ان عرب تاجروں کو حاصل ہے، جو بحر ہند میں اپنا جہاز چلایا کرتے تھے - یہہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہندوستانی سمندر اور رومی سمندر کے جہازوں کی ساخت میں کیا فرق تھا - بڑا فرق یہہ تھا کہ

---

(۱) تاریخ ضیابرنی صفحہ ۳۳۳ - مطبوعہ کلکتہ -

(۲) خزائن‌الفتوح امیر خسرو مطبوعہ علی‌گڈھہ صفحہ ۱۷۸ -

ان کو ہندوستان پہنچا دینا تفصیل کے ساتھہ مذکور ہے -

ع خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے -

ہندوستان کی سیاہ مرچیں اور یورپ

یورپ کے ابتدائی مشرقی تاجر جو سترھویں صدی سے ہندوستان آنا شروع ہوئے سب کو معلوم ہے کہ وہ سیاہ مرچوں کے زیادہ‌تر دلدادہ و شیدا تھے ' اور انہیں کو ہندوستان سے لاد لاد کر لے جاتے تھے - مگر تیرھویں صدی کا ایک عربی کا جغرافیہ نویس زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ ھ) غالباً اپنی کسی پیشرو کی کتاب میں دیکھہ کر ملیبار کے حال میں بیان کرتا ہے :-

> "یہہ سیاہ مرچیں انتہائی مشرق سے لے کر انتہائی مغرب تک جاتي ہیں ' اور ان کے سب سے زیادہ شائق اہل فرنگ ہیں ' جو ان کو شام میں بحر روم سے لے کر اقصائے مغرب کو لے جاتے ہیں " - (۱)

غالباً ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کرکے اور بحر روم پر قبضہ کرکے ہندوستان کی انہیں سیاہ مرچوں کے مزے سے

---

(۱) آثار البلاد قزوینی جلد ۳ صفحہ ۸۲ گوٹنجن -

تھے - اور روم و شام کے جہاز کیلوں سے
جڑے جاتے ھیں " - (۱)

واسکو ڈی گاما کو ھندوستان کس نے پہنچایا ؟

اس میں شک نہیں کہ افریقہ کی پشت پر سے ھوکر پرتگالی جہازران آخرکار بحر ھند میں داخل ھو گئے ' تاھم اُنھوں نے ھندوستان کا پتہ نہ پایا - اس کو پرتگالی مانتے ھیں ' اور خود بدقسمت اھل عرب بھی کہتے ھیں کہ ان پرتگالیوں کو ھندوستان تک ایک عرب ھی جہازران نے پہنچایا - اس کا نام ابن ماجد اور اسدالبحر یعنی " دریا کا شیر " اُس کا خطاب تھا - بحر ھند کی جہازرانی کے فن پر اس کی متعدد کتابیں عربی میں کتبخانہ پیرس میں موجود ھیں - چند سال ھوئے کہ پیرس کے مشرقی کتابوں کے پبلشر پال گاتھنر نے دو جلدوں میں ان کو شائع کر دیا ھے - تیسری جلد میں عربوں کے فن جہاز رانی اور آلات جہازرانی پر پوری بحث ھے - اس تیسری جلد میں " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " کے حوالہ سے جو اسی زمانہ کی یمن کی تاریخ ھے ' پرتگالیوں کے آنے اور ھندوستان کی تلاش میں اُن کی سرگردانی اور ابن ماجد شیر دریا کا ان پرتگالی لومڑیوں کے پھندے میں پھنس کر نشہ کی حالت میں

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ -

لعمری انہا ارض اذا القطر بہا ینزل
یصیرالدر و الیاقوت والدر لمن یعطل

(ترجمہ) میری جان کی قسم ! یہہ وہ سر زمین ہے کہ جب اس میں پانی برستا ہے تو دودھہ موتی اور یاقوت اُس سے اُگتے ہیں ، ان کے لئے جو آرائش سے خالی ہیں -

فمنہاالمسک و الکافور و العنبر و المندل
و اصناف من الطیب لیستعمل من یتفل

(ترجمہ) اس کی خاص چیزوں میں مشک ، کافور ، عنبر ، عود اور قسم قسم کی خوشبو ان کے لئے جو میلے ہوں -

و انواع الا فادیہ و جوزالطیب و السنبل
و منہاالعاج والساج و منہاالعود والصندل

(ترجمہ) اور قسم قسم کے عطریات اور جاے پھل اور سنبل اور ہاتھی دانت اور ساگون کی لکڑی اور خوشبو لکڑی اور صندل -

وان التوتیا فیہا کمثل الجبل الاطول
و منہاالببر والنمر و منہاالفیل والدغفل

(ترجمہ) اور اس میں توتیا سب سے بڑے پہاڑ کی طرح ہے ، اور یہاں شیر ببر اور چیتے اور ہاتھی اور ہاتھی کے بچے ہوتے ہیں -

ان کو محروم کر دیا ، اور آخر انہیں کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر وہ دوسرے دریائی راستہ سے ھندوستان آئے تاکہ یہ تحفہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک پہنچا سکیں -

ایک عرب ھندوستانی کا وطنی گیت

اس بات کا خاتمہ ھم ایک عرب ھندوستانی محب وطن کے عربی گیت یا نظم پر کرتے ھیں جو اُس نے کسی معترض کے جواب میں ھندوستان کی خوبیوں اور اُس کی پیداواروں کی تعریف میں لکھی ھے (۱) - اُس شاعر کا نام ابو ضلع سندھی ھے ، اور جس کے وجود کا زمانہ بہر حال سنہ ۶۸۲ ھ سے پہلے ھوگا ، اور عجب نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی ھو ، کیونکہ سندھ میں عربوں کے دور کا زمانہ یہیں ختم ھوتا ھے -

لقد انکر اصحابی وما ذالک بالامثل
اذا ما مدح الھند و سھم الھند فی المقتل

(ترجمہ) میرے دوستوں نے انکار کیا ، اور یہہ بہتر نہیں ، جب ھندوستان کی اور ھندوستان کے تیراً کی معرکہ میں تعریف کی جا رھی تھی -

---

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۵ -

علمی تعلقات

ماخذ

عرب و ھند کے علمی تعلقات کی تشریح عربی کی حسب ذیل قدیم مستند کتابوں سے کی گئی ہے -

۱ - جاحظ

سنہ ۲۵۵ ھ میں وفات پائی ، بصرہ کا رھنے والا تھا ، عربی زبان کا مشہور انشاپرداز ، فلاسفر اور متکلم تھا ، اس کی بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں ھیں ، جن میں سے کتاب‌البیان و التبیین ، کتاب‌الحیوان ، رسائل جن میں فرضی مناظرے ھیں ، مطبوعہ صورت میں ھیں ، اور ابھی حال میں اس کی ایک کتاب‌التاج مصر سے شائع ھوئی ھے - جاحظ کی کتاب‌البیان میں ھندوستان کے اصول بلاغت پر ایک صفحہ ھے ، اور رسائل میں سے ایک میں ھندوستان کی خوبیاں درج ھیں - یہہ کتابیں مصر میں چھپی ھیں -

۲ - یعقوبی

اس کا نام احمد بن یعقوب بن جعفر ھے ، عباسی سلطنت میں یہہ دفتر انشا کا افسر تھا ، اس نے ھندوستان اور دوسرے ممالک کی سیر و سیاحت کی تھي - یہہ پہلا مسلمان مؤرخ تھا جس نے تمام دنیا کی قوموں کی

ومنہاالکوک والبیغا والطاؤس والجوزل

و منہا شجرالرابخ والساسم والفلفل

(ترجمہ) اور یہاں پرندوں میں کلنگ اور طوطے اور مور اور کبوتر ہیں، اور درختوں میں یہاں ناریل اور آبنوس اور سیاہ مرچوں کے درخت ہیں -

سیوف مالہا مثل قد استغنت عن الصیقل

وار ماح اذا اهتزت اهتز بہاالجحفل

(ترجمہ) اور ہتھیاروں میں تلوار ہیں جن کو کبھی صقیل کی حاجت نہیں اور ایسے نیزے ہیں کہ جب وہ ہلیں تو فوج کی فوج ان سے ہل جائے -

فہل ینکر ہذا الفضل الا الرجل الاخطل

(ترجمہ) تو کیا بیوقوف کے سوا کوئی اور بھی ہندوستان کی ان خوبیوں کا انکار کرسکتا ہے ؟

---

۵ - قاضی صاعد اندلسی

یہہ اسپین کا باشندہ تھا ، اس کی کتاب کا نام طبقات الامم ہے - سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) میں وفات پائی - اُس نے اپنے عہد تک کی تمام متمدن قوموں کے اُن علوم و فنون کی تاریخ لکھی ہے جو عربی کے ذریعہ سے اُس تک پہنچے ہیں - اس میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - اس کی یہہ کتاب بیروت کے کیتھولک مطبع میں سنہ ۱۹۱۲ ع میں چھپی تھی ، پھر مصر میں بھی بچھپ گئی - میرے پیش نظر بیروت کا نسخہ ہے - دارالمصنفین اعظم‌گڈھہ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے -

۶ - ابن ابی اصیبعہ موفق‌الدین

اپنے زمانہ کا مشہور حکیم و طبیب تھا ، اس کا داد سلطان صلاح‌الدین کا طبیب تھا - سنہ ۵۹۰ ھ (سنہ ۱۱۹۴ع) سے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) تک اس کا زمانہ ہے اُس نے عیون الانباء فی طبقات الاطباء کے نام سے دنیا کی تمام متمدن قوموں کے مشہور طبیبوں کی سوانح‌عمریاں لکھی ہیں ، دوسری جلد میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - کتاب مصر میں دو جلدوں میں چھپی ہے -

۷ - حضرۃالاستاذ علامہ شبلی نعمانی رحمۃاللہ علیہ

انہوں نے تراجم کے عنوان سے ایک مبسوط خطبہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی‌گڈھہ میں دیا تھا جو رسائل کے

تاریخ عربی میں لکھی - سنہ ۲۸۷ ھ میں اس کا انتقال ہوا - اس کی دو کتابیں چھپی ہیں ' ایک تاریخ دو جلدوں میں ' اور دوسری جغرافیہ - تعجب ہے کہ اس نے جغرافیہ میں ہندوستان کا حال نہیں لکھا ' مگر تاریخ کی پہلی جلد میں اس نے سب سے پہلی دفعہ اُن کتابوں کا حال لکھا ہے جن کا ہندوستان کی زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا - یہہ دونوں کتابیں لیڈن میں چھپی ہیں -

۳ - محمد بن اسحاق معروف بہ ابن ندیم

یہہ سنہ ۳۷۷ ھ میں موجود تھا ' بغداد کا رہنے والا تھا - اس نے اُن تمام کتابوں کے نام اور احوال لکھے ہیں جو اُس کے زمانہ تک کسی علم و فن میں عربی میں لکھی گئیں ' یا کسی دوسری زبان سے ترجمہ ہوئیں - اس میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے - یہہ کتاب جرمن فاضل فلوگل (Fluegel) کے اہتمام اور تحشیہ سے لیپزگ میں سنہ ۱۸۷۱ ع میں شائع ہوئی -

۴ - ابو ریحان بیرونی

المتوفی سنہ ۴۴۰ ھ - اس نے کتاب الہند کے نام سے پوری کتاب ہی ہندوستان کے علوم و فنون پر لکھی ہے - پروفیسر زخاؤ کی محنت سے سنہ ۱۸۸۷ ع میں لندن میں چھپی ' انگریزی اور ہندی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے -

علمی تعلقات کا آغاز

برامکہ

اس سے پہلے کہ عرب و ھند کے علمی تعلقات پر گفتگو شروع کی جاے اُس خاندان کا ذکر کرنا چاھئے جس کی کوششوں سے یہہ تعلقات وجود میں آئے - عام طور سے عربی زبان میں یہہ خاندان برامکہ کے نام سے مشہور ھے - یہہ وہ خانوادہ ھے جس نے بغداد کی عباسی خلافت میں پچاس سال تک سنہ ۱۳۶ھ سے سنہ ۱۸۶ھ تک نہایت امن و امان، نظم و نسق، جود و کرم، اور اور بخشش و فیاضی کے ساتھہ وزارت کے فرائض انجام دئے، یہاں تک کہ بہت سے ایسے لوگ ھیں جو یہہ سمجھتے ھیں کہ خلافت عباسیہ کی نیکنامی، شہرت، اور حسن انتظام انھیں برمکی وزیروں کی بدولت تھا - انھیں کا ابر کرم تھا جس کی چھینٹوں سے بغداد کبھی باغ و بہار بن گیا تھا - پہلے عباسی خلیفہ سفاح سے لے کر پانچویں خلیفہ ھارون‌الرشید اعظم تک ان کے خاندان کے مختلف افراد نے وزارت کیا درحقیقت شہنشاھی کی - ان کے خاندان کا آغاز گو سفاح ھی کے زمانہ سے شروع ہوا، مگر ان کے اقبال کا آفتاب ھارون کے عہد میں اوج کمال تک پہنچ گیا، اور ابھی دوپہر ھی تھی کہ ھارون کے ھاتھوں یہہ ھمیشہ کے لئے ڈوب بھی گیا - ھاروں رشید نے اس خاندان کو

ضمن میں چھپ چکا ہے - اس میں تفصیل کے ساتھہ اُن کتابوں کا ذکر تھا جو یونانی ' فارسی ' عبرانی ' سریانی ' وغیرہ زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوئیں - اسی ضمن میں ایک مختصر بیان اُن کتابوں کے متعلق بھی ہے جو سنسکرت سے عربی اور فارسی میں ترجمہ ہوئیں ' مگر اُس وقت تک چونکہ بعض پرانی کتابیں طبع نہیں ہوئی تھیں ' اور بعض ناقص تحقیقات کی تکمیل نہیں ہوئی تھی ' اس لئے خطبہ کا یہہ حصہ نا تمام سا تھا -

ہو گیا - مگر کچھہ دنوں کے بعد پھر اس کے شعلے بھڑکے، اور آخر سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ع) میں مشہور مسلمان سپہ سالار خراسان قتیبہ نے ہمیشہ کے لئے اس ملک کو اسلام کے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا - اس آتشکدہ کے پجاری جو قدیم بادشاہوں کے زمانہ سے بلخ اور اس کے آس پاس کی موقوفہ آبادی کے مالک و حاکم تھے، ان میں کچھہ لوگ خود اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے، دمشق چلے آئے، اور پھر جب عربوں کی حکومت کا مرکز سنہ ۱۳۲ھ میں دمشق سے بغداد کو منتقل ہوا تو وہ بھی بغداد چلے آئے اور رفتہ رفتہ سلطنت اور حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کو طے کرتے ہوئے وزارت کے منصب تک پہنچے، اور کبھی کل دنیاے اسلام پر شاہی کی -

یہہ خاندان جو اس آتشکدہ کا دستور اعظم تھا، "برمک" کے لقب سے مشہور تھا - اسي برمک کی جمع "برامکہ" ہے، جس کے ساتھہ اس خاندان کی عزت و شہرت و ناموری قائم ہے - سوال یہہ ہے کہ لفظ "برمک" کی اصلیت کیا ہے؟ قدیم مؤرخوں اور لغت نویسوں نے ادھر توجہ نہیں کي ہے - بعد کے فارسی مؤرخوں اور لغت نویسوں نے اس کو "مکیدن" (چوسنا) کے فارسی مصدر سے جس پر کبھي "بر" کا زائد لفظ بڑھا کر برمکیدن کہہ سکتے ہیں، اس لفظ کی اصلیت تیار کی ہے، پھر اس لفظ کے سہارے سے ایک بے بنیاد کہانی کی ایک عمارت کھڑی کی ہے - کہتے ہیں کہ پہلا برمک

جن اسباب سے تباہ و برباد کیا وہ ہمیشہ زیر پردہ رہے ' تاہم مؤرخوں نے یہہ ثابت کیا ہے کہ اِس کا سبب صرف یہہ تھا کہ "برامکہ نے اپنی فیاضی اور نیک نامی سے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا - ساتھہ ہی ملک کی تمام اچھی اور عمدہ زمینیں اپنی جاگیر میں کرلی تھیں ' اور سلطنت کے جز و کل پر وہ ایسے حاوی ہو گئے تھے کہ اصل عباسی خاندان صرف انھیں کے رحم و کرم پر گویا باقی رہ گیا تھا - ایسی حالت میں اگر برامکہ کی بر وقت خبر نہ لی جاتی تو اسلامی دنیا میں ایک عظیم‌الشان تاریخی انقلاب پیش آتا اور عباسیہ ہمیشہ کے لئے مٹ جاتے - اس لئے عباسی خاندان کو بچانے کے لئے برمکی خاندان کو مٹانا ضروری تھا - اسباب جو کچھہ ہوں ' مگر بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ برامکہ ہی خاندان وہ خاندان تھا - جس کی سر پرستی میں مسلمانوں میں علم کلام ' فلسفہ ' طب ' معقولات اور دوسری قوموں کے علوم کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا -

برامکہ کون تھے ؟

عام طور سے مشہور ہے کہ برامکہ مجوسی تھے ' یعنی آتش پرست ایرانی تھے - بلخ میں نوبہار نام منوچہر کا بنایا ہوا ایک آتشکدہ تھا ' اُسی آتشکدہ کے یہہ پیرِ مغاں تھے - جب مسلمانوں نے سنہ ۳۱ ھ (سنہ ۶۵۱ع) میں بلخ کو فتح کیا تو یہہ آتش‌کدہ بھی اس آندھی میں سرد

اُن کو "برمکی" کہنے لگے (۱) - ایک عرب ادیب نے اس کی فیلالوجی اس سے بھی زیادہ دلچسپ بیان کی ' کہ بلخ کا یہہ معبد خانۂ کعبہ کے جواب میں بنایا گیا تھا ' اس لئے اس کے افسر کو "برمکہ" یعنی مکہ کا حاکم کہتے تھے ' اور اسی کا اختصار برمک ھے (۲) - ایک اور تشریح یاقوت کی معجم‌البلدان میں ھے کہ 'بر' کے معنی بیٹا ' اور "برمکا" کے معنی مکہ کا بیٹا (نو بہار کا لفظ) -

ھماري زبان میں البرامکہ کے نام سے اس خاندان کي مشہور تاریخ لکھي گئی ھے - اس کے لائق مصنف نے اس لفظ کي اصلیت یہہ ظاھر کي ھے کہ برمک اصل میں برمغ تھا کہ 'مغ' جس کي جمع اردو شاعری میں بھی مغاں اور پیر مغاں مستعمل ھے ' آگ کے پجاری (آتش پرست) کو کہتے ھیں - اسی کی یونانی شکل مگوس اور عربي مجوس ھے ' اور 'بر' افسر کو کہتے ھیں ' اس لئے "برمغ" کے معني "رئیس مجوس اور سردار مجوس" کے ھوئے - ھم کو اس تشریح کے ماننے میں تامل نہیں ' بشرطیکہ یہہ ثابت ھو سکے کہ نوبہار کے علاوہ ملک ایران کے ھزاروں آتشکدوں میں سے کسي ایک کے افسر پجاري ' پروھت ' یا دستور کو اس نام سے پکارا گیا ھے - اس

---

(۱) برھان قاطع -

(۲) ربیع‌الابرار زمخشری -

مسلمان ہو کر جب خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس کو ڈانٹ کر کہا کہ "تجکو بادشاہوں کے دربار میں آنے کا بھی سلیقہ نہیں، تو اپنے پاس زہر لے کر دربار میں آیا ہے - میرے پاس ایسے مہرے ہیں جن سے مجکو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کے پاس زہر ہے -" برمک اول نے عرض کی کہ "یہہ قصور بے شک ہوا، میری انگوٹھی کے نیچے زہر ہے تا کہ اگر کبھی مجھہ پر ایسا وقت آ جائے کہ مجھے اپنی عزت بچانے کے لئے جان دینی پڑے تو میں اس انگوٹھی کو چوس لوں، اور جان دے دوں -" چونکہ اُس کی زبان فارسی تھی اس لئے "چوس لوں" کو فارسی میں اُس نے "برمکم" کے لفظ سے ادا کیا - اس وقت سے اس کا نام ہی "برمک" ہو گیا، (۱) - یہہ کہانی تمام تر جھوٹ ہے، اور صرف فارسی قصہ نویسوں کی گپ ہے - دمشق کے دربار کی زبان، فارسی نہ تھی، عربی تھی، علاوہ ازیں اس قصہ کا ما حصل یہہ ہوگا کہ برمک کا لقب سنہ ۸۶ ھ میں پیدا ہوا، حالانکہ عربی کے تمام مستند مؤرخوں نے یہی لکھا ہے کہ یہہ بلخ کے افسر پجاری کا پرانا لقب تھا -

بعض فارسی لغت نویسوں نے برمک کو کسی مقام کا نام قرار دیا ہے جس کی طرف نسبت کر کے لوگ

---

(۱) تاریخ ضیاے برنی، روضۃالصفا، برہان قاطع -

سکندر کو خفیہ ایرانی شاہی نسل سے نہیں قرار دیتے ؟ اور کیا مسلمانوں نے اپنے افسانوں میں رچرڈ شیر دل کو سلطان صلاح‌الدین ہی کے خاندان کی یادگار نہیں بتایا ؟ یہی حال برامکہ کا بھی ہوا - ایرانیوں نے تو ان کا نسب وسب جوڑ کر گستاسپ کے وزیر جاماسپ تک پہنچا دیا ہے ' اور ثابت کیا کہ یہہ ایرانی وزارت کا پرانا خاندان تھا (۱) - عربوں نے اس کے برخلاف یہہ دعوی کیا کہ جعفر برمکی اول ' جس سے اس نسل کا عروج شروع ہوتا ہے ' وہ خراسان کے عرب سپہ سالار قتیبہ کا بیٹا تھا ' جعفر کی ماں لڑائی میں قتیبہ کے ہاتھہ لگی تھی ' اور صلح کے بعد حاملہ ہو کر گھر واپس گئی (۲) -

حسب و نسب کے ان متضاد بیانات سے یکسو ہو کر نفس اس عبادت گاہ کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ کیا ایک آتشکدہ کی خصوصتیں اس میں پائی جاتی تھیں ؟ آتشکدہ کے لئے سب سے پہلی چیز یہہ ہے کہ وہ آتشکدہ ہو ' یعنی اس میں آگ جلتی ہو - لیکن بلخ کے اس معبد کی نسبت سواے پچھلے بے احتیاط لوگوں کے اور کسی نے ایسا نہیں لکھا - اس معبد کا سب سے قدیم اور پرانا حوالہ اس وقت ہمارے ہاتھہ میں بلاذری ہے ' مگر اس نے اس کی کوئی تفصیل نہیں دی ہے - اس کے بعد

---

(۱) سیاست نامہ و نزہۃ القلوب حمد اللہ مستوفی -

(۲) طبری و ابن اثیر -

تشریح کے ساتھہ یہہ لفظ فارسي میں اتنا عام ہونا چاھئے تھا کہ اس کا استعمال فارسي شعروں میں بکثرت ہوتا اور اہل لغت کو معلوم ہوتا - مگر ان کی یہہ پریشان گوئی هي بتا رهي هے کہ ان کو خود اس لفظ کی اصلیت کا علم نہ تھا - علاوہ اس کے برمغ اس لفظ کو عربي میں برمج یا زیادہ سے زیادہ برمک کہنا چاھئے تھا ' نہ برمک ' اور نہ اس کی کوئی مثال دی جاسکتی هے کہ فارسي غ کو عربی میں ک سے بدلا گیا هے ' ج سے البتہ بدل ہوا هے ' جیسے چراغ سے سراج - ترکی نام ھلاکو کی اصل ھلاغو نہیں جیسا کہ سمجھا گیا هے ' بلکہ ھلا گو هے ' اور پھر تعجب نہیں کہ اس سفاک اور خونخوار بادشاہ کے نام کے لئے ھلا کو کا غلط تلفظ اسلئے بھی اختیار کیا گیا تاکہ عربی لفظ ھلاک (موت) کی طرف اُس میں پرطعن تلمیح پوشیدہ رهے -

حقیقت یہہ هے کہ اس لفظ کی تشریح اس راز کے فاش ہونے پر موقوف هے کہ بلخ کا یہہ معبد کیا درحقیقت مجوسیوں کا آتشکدہ تھا ؟ اور کیا اس خاندان کا مذھب اسلام سے پہلے آتش پرستی تھا ؟ اس کا جواب ایرانیوں کی طرف سے تو یہی ملیگا کہ ایسا هی هے ' یہہ معبد آتشکدہ تھا ' اور ان کا مذھب آتش پرستي تھا -

واقعہ یہہ هے کہ کسی غیر معمولی انسان کو اپنے میں شامل کرنے کا جزبہ ھر قوم میں هے ' کیا ایرانی

کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے بھی یہہ عبادت‌گاہ بنائی ' جس کا نام نوبہار ہوا ' جس کے معنی "نئے" کے ہیں - تو عجم (غیر عرب) اس کا حج کرتے تھے ' اس کو ریشم کا کپڑا پہنایا جاتا تھا ' اس پر ایک گنبد تھا ' جس کا نام "اشبت" تھا یہہ گنبد ۱۰۰ ہاتھہ لنبا ' اور سو ہاتھہ چوڑا تھا ' عمارت کی چاروں طرف اس کے پجاریوں کے رہنے کے لئے ۳۶۰ حجرے تھے - سال کے ہر دن کے لئے ایک پجاری ' اور اس کے افسر پجاری کا لقب برمکا تھا ' یعنی مکہ کا دروازہ اور والی - تو ہر ایک کا لقب برمک ہوتا تھا - چین اور کابل کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ' جب وہ یہاں آتے تھے ' تو بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے" (۱) -

آپ نے خیال فرمایا کہ اس بیان میں بھی اس میں آگ ہونا مذکور نہیں ' بلکہ اس کے بجائے اس میں بتوں کا ذکر ہے ' جن کو آتشکدوں سے کوئی تعلق نہیں ' نہ مجوس و ایرانی بت کو پوجتے ہیں - پھر اس میں یہہ ہے کہ چین اور کابل کے بادشاہ کا وہی مذہب تھا - سب کو معلوم ہے کہ چین اور کابل میں آتش پرستی کبھی نہ تھی -

---

(۱) کتاب البلدان ص ۳۲۳ (لیڈن) -

مسعودی (سنہ ۳۳۰ ھ) اور ابن الفقیہ ھمدانی کا زمانہ ھے، پھر معجم البلدان یاقوت (سنہ ۶۲۶ ھ) اور آثار البلاد زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ ھ) کا بیان ھے - ابن الفقیہ اور یاقوت کا ابتدائی بیان حرف حرف ایک ھے، اور یاقوت کا اپنا بیان عمر بن الازرق سے ماخوذ ھے -

مسعودی کا بیان

مؤرخ مسعودی نوبہار کے حال میں لکھتا ھے کہ :
"نوبہار کی عمارت نہایت پختہ اور بلند تھی اور اُس کے اوپر نیزوں پر سبز حریر کے جھنڈے لہراتے تھے، جن میں سے ھر جھنڈے کا کپڑا سو سو ھاتھہ کے برابر ھوتا تھا - . . . اُس کی چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ھی بلند تھیں - اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور تک جاتا تھا" (۱) -

آپ نے دیکھا، اِس میں کہیں آگ کا ذکر نہیں، اور نہ عمارت کی یہہ ترکیب اور نہ یہہ جھنڈے آتشکدوں میں ہوتے ھیں -

ابن الفقیہ کا بیان

ابن الفقیہ ھمدانی کا بیان یہہ ھے :—
"نوبہار - یہہ برامکہ کی تعمیر تھی، اُن کا مذھب بتوں کو پوجنا تھا، ان کو مکہ کا اور قریش کے مذھب

(۱) مروج الذھب ج ۴ ص ۴۸ (پیرس) -

پھول کے چڑھاوے اور بہار کی خصوصیات یہہ سب فارسی لفظ "بہار" کی مناسبت سے گھڑ لی گئی ہیں، تا کہ نو بہار نام کی مناسبت ظاہر ہو -

قزوینی کا بیان

بلخ کے حال میں لکھتا ہے : "یہیں وہ عمارت تھی جس کا نام نو بہار تھا جو تمام بت خانوں میں سب سے بڑا بتخانہ تھا، (اس کے بعد وہی مکہ کی نقل و مشابہت کی کہانی ہے) اس کو ریشم اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا، اور اس میں بت کھڑے تھے، اور اہل فارس اور ترکوں کو اس سے عقیدت تھی، اور اس کا حج کرتے تھے، اور نذرانے چڑھاتے تھے - اس گھر کی لنبائی ۱۰۰ ہاتھہ اور چوڑائی ۱۰۰ ہاتھہ اور اونچائی ۱۰۰ ہاتھہ سے زیادہ تھی - برامکہ یہاں کے اصلی پجاری تھے ہندوستان کے راجہ اور چین کے خاقان یہاں آتے تھے (۱) اور سجدہ کرتے تھے"

وہار، بدھہ

ان تمام بیانات سے اس میں کوئی شک نہیں رہا جاتا کہ یہہ مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں، بلکہ بودھوں کا وہار تھا، اور اسی وہار کی خرابی بہار ہے - نوبہار

---

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۲۲۱ گوتنجن -

یاقوت کا بیان

یاقوت رومی ایک متقدم مصنف کے حوالہ سے نقل کرتا ہے :—

"عمر بن ازرق کرمانی نے کہا ہے کہ برامکہ بلخ میں ہمیشہ سے معزز تھے ' اور (سکندر کے بعد) جو طوائف الملوکی یا تراج کا دور ایران میں آیا ' اُس سے پہلے سے تھے — اُن کا مذہب بتوں کی پوجا تھی ' (پھر مکہ کی مشابہت اور مقابلہ میں نو بہار کی تعمیر ہونا جیسا اوپر گذرا ہے بیان کیا ہے) — اس میں چاروں طرف بت کھڑے تھے ' اور ان کو ریشم کے کپڑے پہنائے جاتے تھے — نو بہار کے معنی نئی بہار کے ہیں ' کیونکہ ہر نئی بہار میں ان پر پھول کی نئی کلیاں چڑھائی جاتی تھیں — اہل فارس ان کا حج کرتے تھے ' اور اس کے سب سے بڑے گنبد پر جھنڈے کھڑے تھے ' اور اس گنبد کا نام استن تھا ' اور اس کی چاروں طرف ۳۶۰ کمرے تھے ' جن میں پجاری رہتے تھے — ہندوستان ' چین ' اور کابل وغیرہ کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ' اور جاترے کو یہاں آتے تھے ' اور آکر بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے — یہ اتنا بلند تھا کہ اس کے جھنڈے کا کپڑا اُڑ کر بلخ سے ترمز جاکر گرتا تھا — (۱)

---

(۱) معجم البلدان ج ۸ ص ۳۲۱ (مصر) لفظ نوبہار —

اس یقین میں شک رہ جاتا ہے کہ بلخ کا یہہ نوبہار بودھوں کا بت‌خانہ تھا ، مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں -

تعجب ہے کہ پرانے مؤرخوں کو چھوڑ کر یورپ کے نئے باخبر مؤرخوں کی بھی ادھر نظر نہ پڑی - وان کریمر نے برامکہ کو مزدکی بتایا (۱) ، اور پروفیسر براؤن جیسے محقق سے بھي یہہ حقیقت چھپی رہی ، وہ بھی نوبہار کو آتشکدہ اور برامکہ کو مجوسی کہتے ہیں (۲) ، لیکن دوران تحقیق میں یہہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ زخاؤ نے کتاب‌الهند کے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ (ص ۳۱) میں نوبہار کی اصل "نو وهار" اور بودھہ خانقاہ بتائی ہے - موجودہ مستشرقین یورپ میں سے کم از کم ایک شخص ڈبلیو برتھالڈ (W. Barthald) نے انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون برامکہ (جلد ۱ ص ۶۶۳) میں چند سطروں میں یہہ اشارہ کیا ہے کہ "نوبہار بودھوں کا نو وهار معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چینی سیاح کا بیان ہے - اور ابن فقیہ نے اس عمارت کی جو صورت لکھي ہے اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے" - لیکن ان میں سے کسي نے نہ تو اس پر کوئی اور دلیل قائم کی ہے اور نہ اور کوئی

(۱) ترجمۂ انگریزی صلاح‌الدین خدابخش -

(۲) لٹریری ہسٹری آف پرشیا ، جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ -

اصل میں "نو وھار" ھے - وھار خاص بودھوں کے معبد اور خانقاہ کو کہتے ھیں، جس کی ایک مثال خود ھمارے ملک میں شہر "بہار" ھے، جو در اصل بودھوں کا وھار ھے - مسلمانوں نے اس کو اپنے فارسی لہجہ میں بہار کر لیا ھے - اسی نوبہار کے نام سے سندھ میں عربوں کی ابتدائی آمد کے زمانہ میں متعدد وھار تھے، اور ان کی جو کیفیت عرب مؤرخوں نے لکھی، وہ حرف حرف بلخ کے نوبہار پر پوری اترتی ھے -

بلاذری (سنہ ۲۴۷ ھ) جو نہایت قدیم مؤرخ ھے، فتوح البلدان میں سندھ کی فتح کے حال میں لکھتا ھے کہ "دیبل میں ایک بہت بڑا بد (بودھوں کا معبد) تھا، جس کے اوپر ایک بہت بڑا ستون تھا، اور اس میں بہت بڑا سرخ جھنڈا تھا، جو اتنا بڑا تھا کہ جب ھوا چلتی تھی وہ پورے شہر کے اوپر لہراتا تھا - اور بد جیسا کہ (سندھ کے آنے جانے والے) لوگوں نے بتایا، اس عمارت کو کہتے ھیں جس میں ایک یا کئی بت ھوتے ھیں، ایک بہت بڑا مینار ھوتا ھے، اور کبھی اس مینار ھی کے اندر بت رکھا ھوتا ھے - اور ھر وہ چیز جس کی عبادت کے طور پر عزت کریں وہ بدھ ھے، اور بت بھی بد ھوتا ھے" (۱) - کیا اس بیان کے بعد بھی

---

(۱) فتوح البلدان ص ۴۳۷ مطبع بریل سنہ ۱۸۶۶ ع -

سے سندھ میں بودھوں کے معبد اسی زمانہ میں موجود تھے - (۱)

(ب) عرب جغرافیہ نویسوں اور معتبر مؤرخوں نے اس معبد کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ پوری پوری بودھ معبد کی تصویر ہے -

(ج) ساتویں صدی عیسوی کے ایک چینی سیاح ھوان کنگ نے بلخ کے اس معبد کا ذکر کیا ہے (۲) ' اور یہہ زمانہ کنگ تقریباً وہ ہوگا جب عرب فاتح یہاں پہنچ چکے ھوں ' یا پہنچنے والے ہونگے ' -

(د) مسعودی اس نوبہار کے حال میں کہتا ہے کہ "بعض روایت اور تحقیق والے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اُنہوں نے نو بہار کے دروازہ پر فارسی میں ایک کتبہ پڑھا جس میں لکھا تھا : "بوذاسف کا قول ہے کہ بادشاھوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ھیں ' عقل اور صبر ' اور مال " - اُس کے نیچے کسی نے عربی میں لکھہ دیا تھا کہ "بوذاسف نے غلط کہا جس میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی ہو وہ بادشاہ کے دروازہ پر کیوں جائےگا ؟ " (۳) محققین کو اس میں کوئی شبہہ

---

(۱) ترجمہ انگریزی چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۰ -

(۲) انسایکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۶۶۳ -

(۳) مروج الذہب ج ۴ ص ۴۹ (پیرس) -

ثبوت بہم پہنچایا ہے، پھر اسی کے ساتھہ اس غلطی کا بدستور ارتکاب کیا ہے کہ برامکہ کو ایرانی نسل کا مجوسی مانا ہے اور یہہ کہ ایرانیوں نے اس کو آتشکدہ بنا لیا تھا -

لیکن میرے نزدیک یہہ قطعاً غلط ہے - میرا دعوی ہے کہ برامکہ بودھہ مذہب کے پیرو تھے، اور اُن کا اصل تعلق ہندوستان سے تھا، نہ کہ ایران سے - سچ ہے کہ برامکہ زمانہ کے بعض ہجوگو شاعروں یا بدظن لوگوں نے صریحاً اُن کو مجوسیت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس کا سبب یہہ ہے کہ عربوں کو عجم کے باشندوں میں مجوسیوں کے سوا کوئی اور مذہب اور قومیت معلوم نہ تھی - دوسری بات یہہ ہے کہ ایرانیوں اور برمکیوں کی سیاست کا اقتضا یہہ تھا کہ وہ آپس میں عجمی بن کر ایک دوسرے کے معین و مددگار بنے رہیں، گو کہ آخر تک یہہ تعاون دونوں سے نہ نبھہ سکا - اور یہی سبب برامکہ کے زوال کا ہوا -

بہر حال میرے اس دعوی پر کہ نوبہار بودھوں کا معبد، اور برامکہ در اصل بودھہ تھے، حسب ذیل شہادتیں ہیں :

(الف) نوبہار کہیں کسی مجوسی بتخانہ کا نام نہ تھا - اس کے برخلاف یہہ بودھوں کے معبد کا مشہور نام ہے، اور خود اسی نوبہار کے نام

جو چوتھی صدی کے وسط میں تھا -) جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلخ فتح ہوا تو نوبہار کا متولی برمک بھی خلافت کے دربار میں گیا ' اور وہاں وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا - جب وہاں سے بلخ واپس آیا تو لوگ اُس کے تبدیل مذہب سے بہت برہم ہوئے اور اس کو معزول کرکے اس کی جگہ اس کے بیٹے کو متولی مقرر کیا - پھر نیزک طرخان (شاہ ترکستان) نے اس کو لکھا کہ اسلام چھوڑ کر پھر اپنے مذہب میں واپس آ جاؤ - اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اس کو اچھا سمجھ کر قبول کیا ہے - اس کو چھوڑ نہیں سکتا - طرخان نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر برمک کی دھمکی سے وہ اس وقت چپ ہو گیا ' مگر بعد کو دھوکے سے اس نے اس کو اور اس کے ساتھ اس کے دس بیٹوں کو بھی قتل کر دیا ' صرف ایک کمسن لڑکا بچ گیا " -

سوال یہ ہے کہ اگر نوبہار آتشکدہ ہوتا اور برامکہ مجوسی ہوتے تو ترک بودھوں کے بادشاہ طرخان کو اس پر غصہ کیوں آتا ؟ اور وہ اس کے اور اس کے خاندان کے درپے کیوں ہوتا ؟

(ح) برمک اور اس کی اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد برمک کی بیوی اپنے کم سن بچہ کو لیکر بھاگ گئی اور بھاگ کر کشمیر آئی ' چنانچہ اس کم سن بچہ نے

نہیں ہے کہ اہل عرب بدھ ہی کو بوذاسف کہتے تھے (۱) - اب اگر یہہ بودھوں کا معبد نہ ہوتا بلکہ مجوسیوں کا ہوتا تو اس کے صدر دروازہ پر بودھ کا مقولہ کیوں لکھا ہوتا ؟

(ہ) بلخ خراسان کا ایک شہر ہے اور اس ملک کا مذہب اسلام سے پہلے گذشتہ اور موجودہ دونوں محققوں کے نزدیک بودھ مت تھا - چنانچہ ابن ندیم نے بھی خراسان کی ایک پرانی تاریخ کے حوالہ سے یہی لکھا ہے کہ "اسلام سے پہلے خراسان کا مذہب بودھ کا تھا" - (۲)

(و) برامکہ کے اسلام کے حال میں مؤرخوں نے یہہ لکھا ہے کہ "نوبہار کے پجاری کا جو مذہب تھا وہی مذہب ہندوستان ، چین ، اور ترکوں کے بادشاہ کا تھا" (۳) - سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان ، کابل ، چین ، اور ترکستان کا مذہب بودھ مت تھا ، آتش پرستی اور مجوسیت نہیں -

(ز) یاقوت میں ایک پیشرو مؤرخ عمر بن ازرق کرمانی کے حوالہ سے ہے (یہہ کرمانی یقیناً تیسری چوتھی صدی کا آدمی ہے کیونکہ بعینہ یہی عبارت ابن الفقیہ میں ہے

---

(۱) کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ مع حواشی فلوگل -

(۲) کتاب الفہرست ابن ندیم صفحہ ۳۴۵ -

(۳) ابن الفقیہ ، قزوینی اور یاقوت کے حوالے اوپر گذر چکے -

لانے کے بعد اس خاندان نے ہندوستان کے ساتھہ اپنے تعلقات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا ' ہندوستان کے پنڈتوں کو عراق میں بلوا کر اپنے درباروں میں جگہ دی ' سندھہ کے غالباً بودھہ عالموں اور طبیبوں کو بلوا کر اُس نے بغداد کے دارالترجمہ اور شفاخانوں میں مقرر کیا ' ہندوستان مذہبوں اور دواؤں کی تحقیقات کے لئیے وفد بھیجا — ابن ندیم کتاب الفہرست میں جو سنہ ۳۷۷ھ کی تصنیف ہے کہتا ہے :

> "عربوں کے دور حکومت میں ہندوستان کے معاملہ سے جس نے زیادہ دلچسپی لی وہ یحیی بن خالد برمکی اور برامکہ کی جماعت ہے ' جس کی دلچسپی اور اہتمام ہندوستان کے معاملہ کے ساتھہ اور وہاں کے پنڈتوں اور ویدوں کو ہندوستان سے بغداد بلوانے میں (مشہور ہے) —" (۱)

اگر یہہ لوگ ایرانی مجوسی ہوتے تو ان کی اس توجہ اور سرگرمی کا مرکز ہندوستان کی بجاے ایران ہونا چاہئے تھا —

---

(۱) کتاب الفہرست ص ۳۴۵ لیپزگ (سنہ ۱۸۷۱ ع)

کشمیر ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور یہیں علم طب اور نجوم اور ہندوستان کے دوسرے علوم سیکھے ' اور وہ اپنے باپ دادوں کے مذہب پر رہا - اتفاق سے ایک زمانہ میں بلخ میں طاعون آیا ' وہاں کے لوگوں نے سمجھا اپنے دین کے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہہ بلا اُن پر آئی ' چنانچہ نوجوان برمک کو کشمیر سے بلخ بلوا کر نئے سرے سے نوبہار کی آرایش کی - (۱)

بلخ سے کشمیر بھاگ کر آنے کی اور یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ اس خاندان کا تعلق ہندوستان سے تھا اور ان کا مذہب بودھہ تھا ' جس کا ایک مرکز کشمیر بھی تھا ' ورنہ ان کے لئے آسان تھا کہ وہ ترکوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر اپنے ہمقوموں اور ہممذہبوں کے پاس ایران جائیں یا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ لیں - پھر ایک مجوسی لڑکے کی تعلیم و تربیت دوسرے ملک اور مذہب میں کیا ہو سکتی ہے ' اور یہاں اُس کو اپنے مذہب کی کیا تعلیم ملتی ؟

(ط) یہہ تو اس خاندان کے ہندوستان کے ساتھہ تعلق کا واقعہ اُس کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے - اسلام

---

(۱) دیکھو معجم‌البلدان یاقوت لفظ "نوبہار" اور کتاب‌البلدان ابن‌الفقیہ صفحہ ۳۲۳ (لیڈن) -

ہندوستان میں بھی کئی نکل چکی ہیں ' اور آثار قدیمہ نے ان کی کیفیت پوری طرح بیان کی ہے - یہاں بھی فارسی لفظی مشابہت نے دھوکا دیا ہے - فارسی میں "استن" کھمبے کو کہتے ہیں ' جس کی دوسری فارسی شکل ستون ہماری زبان میں بھی ہے - اسی لئے لکھنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق "استپ" کو بے معنی سمجھکر اس کو فارسی کر دیا ہے کہ اس کے کچھہ معنی ہو جائیں ' مگر اس سے زیادہ بے معنی بات کیا ہوگی کہ کسی قبہ یا گنبد کا نام ستون اور کھمبا رکھا جاے -

ہم نے ایک جزئی مسئلہ پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی ہے - شاید ہم پر بے موقع طول کلام کا الزام قائم کیا جاے مگر اس اہمیت کو اگر خیال میں رکھا جاے جو اس تحقیق کی روشنی میں اس مسئلہ کی نظر آتی ہے تو میرا یہہ جرم بہت ہلکا ہو جائےگا اور نظر آئےگا کہ میرے اس نظریہ کے ثبوت کے بعد برامکہ کے عہد وزارت کی وہ تمام علمی سر گرمیاں علوم و فنون کی سر پرستیاں ' شعر و سخن کی قدردانیاں ' ہندوستان کی طب اور ہیئت کو عربی میں منتقل کرنے کی کوششوں کی داد ایران کی بجاے آئندہ آریاورت ہندوستان کے حصہ میں آجائیگی اور یہہ ہندوستان کا معمولی کارنامہ نہ ہوگا -

عربی زبان کی سب سے بڑی انسائکلوپیڈیا ابن فضل اللہ العمری مصری کی مسالک الابصار فی ممالک الامصار

16

(ی) سب کے آخر یہہ کہ برمک جوان کا خاندانی نام اور نوبہار کے متولی اور بڑے پجاری کا اعزازی لقب تھا وہ سنسکرت زبان کا لفظ پرمک ہے - ڈاکٹر زخاؤ جو خود سنسکرت کے ماہر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس لفظ کے سنسکرت میں معنی برتر اور بڑےمرتبہ‌والے کے ہیں - ہم نے بھی سنسکرت جاننےوالوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی -

(ک) نوبہار کی عمارت میں جو بہت بڑا "قبہ" یا گنبد بنا ہوا تھا، اُس‌کا نام تھوڑے تھوڑے فرق سے مختلف نسخوں میں مختلف طور سے لکھا ہوا پایا گیا ہے - یاقوت کے مصری نسخہ میں "استن" اس کا نام بتایا گیا ہے - یورپ کا نسخہ اس وقت میرے پاس نہیں، مگر ابن‌الفقیہ کا جو لیڈن کا چھپا ہوا نسخہ میرے سامنے ہے، اُس میں اصل متن میں تو اس کا نام "آسبت" لکھا گیا ہے - مگر مشہور فاضل دی غوجی (De Goeje) اُس کے اڈیٹر نے اس کی حسب ذیل شکلیں مختلف نسخوں کے حوالہ سے لے کر لکھی ہیں: "استن" "است" "اسبت" - میرے خیال میں یہہ صحیح لفظ "آستپ" ہے اور یہہ بودھہ لفظ "ستوپ" کا فارسی و عربی تلفظ ہے - سب جانتے ہیں کہ "ستوپ" بودھوں کا وہ خاص معبد کہلاتا ہے جس میں بودھہ کی راکھہ یا سمادھی رکھی گئی تھی - ایسی عمارتیں

اس بیان میں اس کے بتانےوالے کا نام "ھندی" ظاھر کرنا ھمارے دعوی پر ایک مزید شہادت ھے - اس بیان میں اس کو چاند کے پوجنےوالوں کا معبد کہا گیا ھے، مگر بہرحال آتشکدہ نہیں - اس کا چاند کا معبد ھونا بھی ھندوستان کی طرف اشارہ ھے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ھندو کی اصل اندو ھے، جو چاند کو کہتے ھیں، اور اسی نسبت سے اس ملک کا یہہ نام پڑا ھے، (۱) - یہہ وہ شواھد ھیں جن کو ھم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ھیں - ان شواھد سے ھندوستان اور عرب کے علمی تعلقات کا وہ گمشدہ حلقہ مل جاتا ھے جس سے برامکہ اور ھندوستان کے علمی تعلقات کی زنجیر پوری استوار ھو جاتی ھے اور یہہ راز کھل جاتا ھے کہ برامکہ کو خاص کر ھندوستان کے علوم و فنون سے کیوں اتنا ذوق تھا اور وھاں کے پنڈتوں سے اس میل جول اور ارتباط کے اسباب کیا ھیں ؟

گذشتہ تقریر سے عرب اور ھندوستان کے تجارتی تعلقات کی پوری تشریح ھو چکی ھے، لیکن واقعہ یہہ ھے ھندوستان اور عرب کے درمیان تجارت کے علاوہ دوسرے اغراض سے بھی آمد و رفت کے تعلقات پہلی صدی ھجری

---

(۱) زبدۃالصحائف فی سیاحۃالمعارف مصنفہ نوفل آفندی (یہہ اسی زمانہ کے ایک شامی عیسائی فاضل کی تصنیف ھے) ص ۹۳ -

ھے ' جس کی پہلی جلد ابھی شائع ھوئی ھے — اس میں نوبہار کی تاریخ و کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ھے : (۱)

"نوبہار کو ھندوستان (کے راجہ) منتو شہر نے بلخ میں بنایا — یہاں وہ ستارہ پرست آتے تھے جو چاند کو پوجتے ھیں ' اور اس کے متولي کا نام برمک ھوتا تھا — فارس کے بادشاہ اس کی اور اس کے متولی کی عزت کرتے تھے — اخیر میں یہہ منصب خالد بن برمک کے باپ کو ملا ' اور اسی لئے ان کو برامکہ کہتے ھیں — یہہ بہت بلند عمارت تھی سبز ریشمی کپڑے سے ڈھانکی جاتی تھی اور اسي سبز ریشمی کپڑے کے سو سو ھاتھہ کے پھریرے اُس پر اُڑتے تھے اُس پر یہہ عبارت لکھی تھي '......

(جو گذر چکی — مگر اس میں صرف ایک تحریف ھے کہ بوذآسف کی جگہ سوراشف ھے جو غلط ھے —)

---

(۱) کتاب مذکور جلد اول ص ۲۲۳ (مصر)

ہندوستان اور ایران کی زبانوں کو بھی اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا - چنانچہ جب منصور کی علم‌دوستی کا چرچا پھیلا ' تو سنہ ۱۵۴ ھ (۷۷۱ ع) میں سندھ کے ایک وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت سنسکرت کی سدھانت لے کر بغداد پہنچا (۱) ' اور خلیفہ کے حکم سے دربار کے ایک ریاضی‌داں ابراہیم فزاری کی مدد سے اس نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا (۲) - یہہ پہلا دن تھا ' کہ عربوں کا ہندوستان کی قابلیت اور دماغ‌داری کا اندازہ ہوا ' پھر ہارون نے اپنے علاج کے لئے یہاں سے وید بلوائے ' جنھوں نے عربوں میں ہندوستان کی علمی عظمت اور بڑائی کی دھاک بٹھا دی - اُس کے بعد برامکہ کی سرپرستی میں طب ' نجوم ' ہیئت ' اور ادب و اخلاق کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا - اس نے ہندوستان کی شہرت اور نیک‌نامی کو اور چار چاند لگا دئے -

عربوں میں ہندوستان کی وقعت

یہہ دکھانے کے لئے کہ ان ترجموں کے ذریعہ سے عربوں کے دلوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت کتنی پیدا

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۲۰۸ (لنڈن) -

(۲) اخبارالحکماء قفطی ص ۱۷۷ (مصر) -

کے آخر سے شروع ھو چکے تھے ' چنانچہ جب محمد قاسم (سنہ ۹۶ ھ) سندھ کے حملہ میں ایک قصبہ میں پہنچا ھے تو معلوم ھوا کہ وھاں کے باشندے بدھ مت کے دو پیرووں کو عراق کے گورنر حجاج کے پاس بھیج کر پہلے ھی سے مصالحت اور اُس سے امن و امان کی سند حاصل کر چکے ھیں - اس کے بعد جب خلافت کا مرکز شام سے ھٹ کر عراق آ گیا یعنی امویوں کے بجاے عباسیہ اسلام کے تخت حکومت پر بیٹھے تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کا ایک نیا سنگم پیدا کر دیا - سفاح کی دو تین سال کی حکومت کے بعد عباسی خانوادہ کا دوسرا خلیفہ منصور سنہ ۱۳۶ ھ میں بادشاہ ھوا ' سنہ ۱۴۶ ھ میں پایۂتخت کی تعمیر ختم ھوئی ' اور بغداد آباد ھوا ' اور اس کے آٹھ برس کے بعد یعنی سنہ ۱۵۴ ھ سے عرب و ھند کے علمی تعلقات کا با قاعدہ آغاز ھوا -

سنسکرت سے ترجمہ کا آغاز

عربوں میں دوسری زبانوں سے علمی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا خیال پہلی صدی ھجری کے وسط سے ھو چکا تھا ' مگر چونکہ اب تک حکومت کا مرکز شام تھا اسلئے یونانی و سریانی زبانوں کا غلبہ رھا - لیکن جب عراق میں عباسی خلافت کا تخت بچھا - تو

جو ذہانت اور سونچ کا بہترین کھیل
ہے - تلواریں عمدہ بناتے ہیں اور ان
کے چلانے کے سب کرتب جانتے ہیں -
زہر اتارنے اور درد دور کرنے کے منتر
جانتے ہیں - ان کی موسیقی بھی
دلپسند ہے ' ان کے ایک ساز کا نام
کنکلہ (؟) ہے ' جو کدو پر ایک تار
کو تان کر بجاتے ہیں ' اور جو ستار
کے تاروں اور جھانجھہ کا کام دیتا ہے -
ان کے ہاں ہر قسم کا ناچ بھی ہے '
.........ان کے ہاں مختلف قسم کے
خط ہیں ' شاعری کا ذخیرہ بھی
ہے ' اور تقریروں کا حصہ بھی ہے - طب '
فلسفہ ' اور ادب و اخلاق کے علوم بھی
ان کے پاس ہیں - انہیں کے ہاں سے
کلیلہ دمنہ کتاب ہمارے پاس آئی -
اُن میں رائے اور بہادری ہے اور
جو بعض خوبیاں ان میں ہیں چینیوں
میں بھی نہیں - ان میں صفائی اور
پاکیزگی کے بھی اوصاف ہیں ' خوبصورتی '
نمکینی ' اور خوش‌قامتی اور خوشبوئی
بھی ہے - اور انہیں کے ملک سے بادشاہوں
کے پاس وہ عود آتی ہے جس کی

ھو گئی تھی عربی کے دو تین پرانے مصنفوں کے خیالات آپ کو سنانا چاھتا ھوں - ان میں سے پہلا شخص جاحظ ھے - یہہ مشہور انشاپرداز، فلاسفر، اور متکلم تھا، بصرہ کے باشندہ ھونے کے سبب سے ھندوستان سے اس کے تعلقات بھی تھے (۱) - سنہ ۲۵۵ ھ میں اس نے وفات پائی - اس کا ایک رسالہ اس بحث پر ھے کہ دنیا کی گوری اور کالی قوموں میں بڑھکر کون ھے؟ وہ اپنا فیصلہ کالی قوموں کے حق میں دیتا ھے - اس سلسلہ میں وہ کہتا ھے :

"لیکن ھندوستان کے باشندے تو ھم نے ان کو پایا ھے کہ وہ جوتش (نجوم) اور حساب میں بڑھے ھوئے ھیں اور ان کا ایک خاص ھندی خط ھے، اور طب میں بھی وہ آگے ھیں، اور طب کے بعض عجیب بھید ان کو معلوم ھیں، اور سخت بیماریوں کی دوائیں خاص طور سے ان کے پاس ھیں پھر مجسموں اور استیچو بنانا، رنگوں سے تصویر پیدا کرنا، اور تعمیر وغیرہ میں ان کو کمال ھے - پھر شطرنج کے وہ موجد ھیں،

---

(۱) ابن خلکان میں عمرو بن بحرالجاحظ کا حال -

"اور ہندوستان کے لوگ عقل اور غور والے
ہیں ' اور وہ اس حیثیت سے سب
قوموں سے بڑھ کر ہیں - جوتش اور
نجوم میں ان کی باتیں سب سے زیادہ
درست نکلتی ہیں ' سدھانت انھیں کی
ذہانت کا نتیجہ ہے ' جس سے یونانیوں
اور ایرانیوں تک نے فائدہ اتھایا - طب
میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ہے -
اس فن میں ان کی کتاب چرک اور
ندان ہے......اور بھی طب میں ان کی
کئی کتابیں ہیں - منطق اور فلسفہ
میں ان کی تصنیفات ہیں ' اور بہت
سی ان کی تصنیفات ہیں جن کی
بڑی تفصیل ہے" (۱)

تیسرا بیان ابوزید سیرافي کا ہے جو تیسری صدی کے آخر میں تھا - وہ لکھتا ہے :

"ہندوستان کے اہل علم برہمن کہلاتے ہیں
اور ان میں شاعر بھی ہیں جو
بادشاہوں کے درباروں میں رہتے ہیں اور
جوتشی اور فلاسفر اور فال کھولنے والے

(۱) تاریخ ابن واضع یعقوبی جلد ۲ ص ۱۰۵ (لیدن) -

نظیر نہیں ، اور فکر کا علم انہیں کے
پاس سے آیا ھے ، اور ان کو ایسے منتر
معلوم ھیں جن کو یہہ زھر پر پڑھہ
دیں تو زھر بیکار ھو جائے ، پھر نجوم کے
حساب کے وھی موجد ھیں - ان کی
عورتوں کو گانا ، اور مردوں کو پکانا
خوب آتا ھے - صراف اور روپے کے کاروبار
کرنےوالے اپنے کیسے اور خزانے ان کے سوا
اور کسی کے حوالہ نہیں کرتے - جتنے
(عراق میں) صراف ھیں ، سب کے ھاں
خزانچی خاص سندھی ھوگا ، یا کسی
سندھی کا لڑکا ھوگا ، کیونکہ ان کو حساب
و کتاب اور صرافی کے کاموں سے فطری
مناسبت ھے ، پھر یہہ ایماندار اور
وفادار ملازم بھی ھوتے ھیں (۱) " -

دوسرا شخص یعقوبی ھے جو سیاح ، مورخ ، اور فاضل بھی تھا - کہتے ھیں کہ ھندوستان بھی آیا تھا - تقریباً سنہ ۲۷۸ ھ میں وفات پائی وہ اپنی تاریخ میں ھندوستان کی افسانہنما تاریخ لکھکر کہتا ھے :

---

(۱) رسالہ فخرالسودان علی البیضان جاحظ ، مجموعہ رسائل جاحظ ص ۸۱ مطبوعہ سنہ ۱۳۲۴ ھ (مصر) -

منکا ' بازیگر (بجے کر ؟) فلبرفل (کلپ راے کل ؟) سندباد - یہہ نام جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) نے لئے ہیں ' اور انکے نام لکھہ کر اوروں کے نام فلاں فلاں کہکر چھوڑ دئے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کو یحیی بن خالد برمکی نے ہندوستان سے بغداد بلوایا تھا - یہہ سب طبیب اور وید تھے - (۱)

ابن ابی اصیبعہ نے ان ویدوں میں سے منکا اور بہلہ کے بیٹے کا جو شاید مسلمان ہو گیا تھا ' اور جس کا صالح نام تھا ' ذکر کیا ہے - ابن ندیم نے ایک اور نام ابن دھن لکھا ہے ' اور یہي تینوں بغداد میں اُس زمانہ کے مشہور وید تھے - دوسري جگہ جن ہندوستاني عالموں کی طب اور نجوم کي کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں ان کے یہہ نام گنائے ہیں : باکھر ' راجہ ' مکہ ' داھر ' انکو ' زنکل ' اریکل ' جبھر ' اندی ' جباری - (۲)

منکہ یا منکا

ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ الاطباء میں لکھا ہے کہ یہہ طب اور علاج میں بہت ماہر تھا - ایک دفعہ ہارون الرشید سخت بیمار پڑا ' بغداد کے تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے ' تو ایک شخص نے ہندوستان کے اس

---

(۱) کتاب البیان ص ۴۰ (مصر) -

(۲) فہرست ابن ندیم - ذکر کتب طب و نجوم -

اور بازیگر ہوتے ہیں اور یہہ قنوج میں
زیادہ ہیں ' جو جوز کی مملکت میں
بڑا شہر ہے -" (ص ۱۲۷)

الغرض خلیفہ منصور اور ہارون‌الرشید کی سرپرستیوں اور برامکہ کی قدردانیوں اور فیاضیوں کی بدولت ہندوستان کے بیسیوں پنڈت اور وید بغداد پہنچے ' اور سلطنت کے طبی اور علمی محکموں میں مصروف ہوئے ' اور حساب ' نجوم ' ہیئت ' طب ' اور ادب و اخلاق کی بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا - افسوس یہہ ہے کہ ان پنڈتوں کے ہندی نام عربی لب و لہجہ میں جاکر ایسے بدل گئے ہیں کہ آج گیارہ بارہ سو برس کے بعد ان کا صحیح تلفظ کرنا بالکل محال ہو گیا ہے ' اور شاید اس کی ایک وجہ یہہ بھی ہے کہ میرے گمان میں یہہ لوگ زیادہ تر بودھہ مت کے پیرو تھے ' اور اس زمانہ کے ناموں کے انداز موجودہ ویدک ناموں سے مختلف ہیں ' پھر ان میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جو نام نہیں ' بلکہ لقب ہیں - ان ہندی ناموں کی عربی میں ایسی ہی کایا پلٹ ہوئی ہے جیسی عربی ناموں کی یورپ کی زبانوں میں -

پنڈتوں اور ویدوں کے نام

بہر حال عربوں کی تحریروں میں ہندوستان کے جن پنڈتوں اور ویدوں کے نام آئے ہیں وہ یہہ ہیں : بہلہ ؟

کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھے (۱) - پروفیسر زخاؤ نے "انڈیا" کے مقدمہ میں دھن کے نام کی اصلیت جاننے کی کوشش کی ھے - ان کی تحقیق کا نتیجہ یہہ ھے کہ "یہہ نام دھنیا یا دھنن ہوگا - یہہ نام غالباً اس لئے اختیار کیا گیا ھو کہ اس کو لفظاً دھنونتری سے مشابہت ھے ' جو منو شاستر میں دیوتاؤں کے طبیب کا نام بتایا گیا ھے" - (۲)

سنسکرت سے عربی میں حسب ذیل علوم کی کتابیں نقل کی گئیں : حساب ' نجوم ' طب ' ھیئت ' اخلاقی افسانے اور کہانیاں ' سیاست اور راجنیت ' کھیل اور تماشے -

حساب

اھل عرب کا صریحی بیان ھے کہ انھوں نے اسے ۹ تک کے حسابی رقم (ھندسہ) لکھنے کا طریقہ ھندوؤں سے سیکھا (۳) ؛ اور اسی لئے اھل عرب اس کو حساب ھندی '

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۳ -

(۲) صفحہ ۳۳ - مقدمہ ترجمہ انگریزی -

(۳) - رسائل اخوان الصفا جو چوتھی صدی میں مرتب ہوئے - فصل فی معرفۃ بدایۃ الحروف ' و خلاصۃ الحساب بہاءالدین عاملی مطبوعہ کلکتہ ۱۶ ' اور اس کی شرح از مولوی عصمت اللہ ' و کشف الظنون چلپی ' و مفتاح السعادۃ طاشکری زادہ (علم الحساب) و کتاب الہند بیرونی ص ۹۳ ' مطبوعہ لندن -

طبیب کا ذکر کیا ' چنانچہ سفر خرچ بھیجکر وہ بلوایا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ھوئی - خلیفہ نے اس کو انعام و اکرام سے مالامال کردیا - پھر یہہ دارالترجمہ میں سنسکرت کی کتابوں کے ترجمہ پر مقرر ھوا (۱) - کیا ھم منکہ نام کو مانک سمجھیں ؟

صالح بن بہلہ

یہہ بھی ھندوستانی طب کا ماھر تھا - ابن ابی اصیبعہ نے اس کو بھی ھندوستان کے اُن ماھر طبیبوں میں داخل کیا ھے جو بغداد میں تھے - ایک موقع پر جب خلیفہ ھاروںرشید کا چچازاد بھائی سکتہ میں بیمار ھو گیا تھا ' اور دربار کے مشہور یونانی عیسائی طبیب جبرئیل بختیشوع نے اس کی موت کا حکم لگا دیا ' تو جعفر برمکی نے اس ھندی وید کو پیش کیا ' اور اسی وید کے علاج کا مشورہ دیا - خلیفہ نے قبول کیا ' اور اس نے بڑے معرکہ کا علاج کیا - (۲)

ابن دھن

یہہ برمکیوں کے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ تھا ' اور یہہ بھی ان لوگوں میں تھا جو سنسکرت سے عربی میں

---

(۱) تاریخ الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) و فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -

(۲) تاریخ الاطباء جلد ۲ ص ۳۴ (مصر) -

قلمي کتابوں سے نقل کرکے دی ھیں ' جس سے ایک نظر میں معلوم ھو سکتا ھے کہ ھندوستان سے عرب کی راہ اس طریقۂ حساب نے کیونکر سفر کیا - عربی میں مامون الرشید کے درباري منجم الخوارزمی (سنہ ۷۸۰ ع - سنہ ۸۴۰ ع) نے ان کي شکلیں درست کیں ' اور وھی اندلس کی راہ یورپ پہنچیں - یورپ میں حساب کے ایک خاص شعبہ کو الگاریتھم ' اور الگاریتم ' اور الگورزم (Algorithm, Algoritems, Algorism) کہتے ھیں - وہ سب اسی الخوارزمی کي بگڑی ھوئی شکلیں ھیں (۱) - اندلس والے اسی ھندی ارقام کو حساب الغبار کہتے ھیں ' شاید اس لئے کہ یہہ ھندو اپنے طریقہ پر جیسا کہ اب تک دیہاتی پاٹ شالوں میں دستور ھے اس کو زمین پر لکھہ کر سکھاتے تھے - یوریپین اعداد اسی غباری اعداد سے ماخوذ ھیں -

ان اعداد کے غیر عربی ھونے کا ایک عملی ثبوت یہہ ھے کہ عربی طرز تحریر کے بالکل برخلاف یہہ بائیں سے داھنے کی طرف لکھے جاتے ھیں ' لیکن اھل عرب پڑھتے وقت ان کو داھنے سے بائیں کي طرف پڑھتے ھیں - ابن ندیم نے سندھی خط کے عنوان سے ان ھندی ارقام کو نقل کیا ھے اور ھزار تک لکھنے کا طریقہ

---

(۱) انسایکلو پیڈیا برٹا نیکا ج ۱۹ ص ۸۶۷ کالم ۲ -

یا ارقام ھندیہ کہتے ھیں – عربوں سے یورپ کی قوموں نے سیکھا ، اسی لئے ان کی زبانوں میں اس کا نام "ارقام یا اعدادیہ عربیہ" (عربک فیگرز) ھے – ٹھیک وہ زمانہ نہیں معلوم جس میں عربوں نے یہہ طریقہ ھندوؤں سے سیکھا ، مگر خیال یہی ھے کہ سنہ ۱۵۶ میں سندھ سے جو پنڈت سدھانت لے کر منصور کے دربار میں بغداد آیا تھا اسی نے عربوں کو یہہ طریقہ سکھایا ، اور میرے خیال میں صحیح یہہ ھے کہ سدھانت جس کا ترجمہ ہوا تھا ، اس کے تیرھویں اور چوبیسویں باب میں خود حساب اور رقم ھے اور اسی کے ذریعہ سے یہہ طریقہ عربوں میں رائج ھوا – عربی میں پہلے لفظوں میں عدد لکھتے تھے ، پھر یہودیوں اور یونانیوں کی طرح حروف ابجد میں رقم لکھتے تھے ، جیسا کہ اب بھی عربی ھیئت میں اختصار اور صحت کے خیال سے یہہ طریقہ رائج ھے ، اور جس پر مشرق میں ابجد ھوز کے قاعدہ سے مادۂ تاریخ نکالنے کا رواج ھے – بہر حال پہلے محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اس ھندی حساب کو عربی قالب میں ڈھالا – انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارھواں اڈیشن) میں اعداد (Numeral) پر جو مضمون (جلد ۱۹ ص ۸۶۷) ھے ، اس میں قدیم ھندی ، مشرقی عربی مغربی عربی اور یوروپین اعداد کی شکلیں ، کتبوں اور پرانی

(۱) طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۱۴ ، (بیروت) –

کنجرے سے جو اس حساب میں بہت ماہر تھا ' سیکھا تھا - (۱)

نجوم اور ہیئت

اوپر گذر چکا ہے کہ تقریباً سنہ ۱۵۴ ھ (سنہ ۷۷۰ع) میں سندھ سے جو ڈیپوٹیشن بغداد گیا تھا ' (۲) اس کے ساتھ ایک پنڈت ہیئت کی ایک کتاب لے کر گیا تھا - سنسکرت میں اس کتاب کا پورا نام " برھمسپت سدھانت " ہے ' جو عربی میں " السندھند " کے نام سے مشہور ہوا - اس کے بعد سنسکرت کی دوسری کتاب عربی میں ترجمہ ہوئی جس کا عربی نام " ارجبند " ہے ' اور جس کا سنسکرت تلفظ " آریہ بھٹ " ہے - اس کے بعد تیسری سنسکرت کتاب عربی میں منتقل ہوئی ' جس کا عربی میں زیادہ مشہور نام " آرکند " اور کم مشہور " اھرقن " ہے - اس کا اصلی سنسکرت نام " کھنڈا کھڈ یک " ہے - جس ہندی پنڈت کے ذریعہ سے پہلی کتاب سدھانت سنہ ۱۵۴ ھ عربی میں ترجمہ ہوئی ' اس کے بغداد میں دو عرب شاگرد ہوئے - ایک کا نام ابراھیم فزاری ہے ' اور دوسرے کا یعقوب بن طارق - ان دونوں نے سدھانت کو اپنی اپنی طور سے عربی میں منتقل کیا - ہندؤں کے فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ہے - جس

---

(۱) عیون‌الانباء ج ۲ ص ۲ (مصر) -

(۲) طبقات‌الامم صاعد اندلسي ص ۴۹ (بیروت) -

بتایا ہے - اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں میں یہہ طریقہ سندھی پنڈتوں کے ذریعہ رائج ہوا -

الخوارزمي کے بعد جس کا زمانہ تیسری صدی ھجری اور نویں صدی عیسوي کے آغاز کا ھے مسلمانوں میں ھندی حساب کو فروغ دینےوالا دوسرا شخص علي بن احمد نسوی (سنه ۹۸۰ع - سنه ۱۰۴۰ع) ھے ' جس نے المقنع فی الحساب الھندی (ھندی حساب میں خواھش پورا کر دینےوالی) کتاب لکھي - اس کے بعد اور بھی اس پر کتابیں لکھی گئیں ' حالانکہ اس سے بہت پہلے یعنی الخوارزمی ھی کے زمانہ میں یونانیوں کی ارثماطیقی (ارتھمیٹک) عربی میں منتقل ھو چکی تھي (۱) - مگر پھر بھی حساب ھندی کی قدر و منزلت میں کمی نہ آئی - تعجب سے سنا جاےگا کہ اس حساب ھندی نے عوام تک میں مقبولیت حاصل کر لی تھی ' چنانچہ مشہور مسلمان حکیم اور فلاسفر بو علی سینا (سنه ۴۲۸ ھ - سنه ۱۰۵ع) نے بچپن میں اس ھندی حساب کو ایک

---

(۱) اس مسئلہ پر انگریزي میں سب سے بہتر معلومات ایچ سوٹر صاحب (H. Suter) کے مضمون "حساب" میں ھیں ' جو انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے نمبر ۲۲ سنہ ۱۹۱۶ ء صفحہ ۳۱۵ میں ھے - عربي میں محمد بن احمد خوارزمي (سنہ ۳۸۱ ھ) کي کتاب مفاتیح العلوم میں حساب الھند کے عنوان سے دو تین صفحوں میں اس کي تفصیل ھے ' صفحہ ۱۹۳ ' مطبع بریل ' لیڈن ' سنہ ۱۸۹۵ ع -

عربوں نے السند هند اور ارجبهر کے اصلی سنسکرت معنی کے سمجھنے میں یہہ غلطی کی کہ وہ سمجھے کہ اس کے معنی خود اسی اصول کے هیں ' چنانچہ اُنہوں نے غلطی سے السند هند کے معنی "الدهرالداهر" یعنی "لا انتہا زمانہ" اور "ارجبهند" کے معنی "هزاروان حصہ" کے سمجھے - اس آخری کتاب کو عربی میں ابوالحسن اهوازی نے عربی میں منتقل کیا تھا -

یعقوب بن طارق نے سنہ ۱۶۱ ھ میں اسی پنڈت یا کسی اور آنے والے پنڈت سے ارکند یعنی کھنڈ یا کھنڈیک کا طریقہ سیکھا - یہہ بھی برهمگپت هی کی تصنیف هے ' مگر اس کے کچھہ اصول سدهانت سے الگ هیں -

ان تینوں کتابوں میں سے ابتدائی عرب هیئت دانوں میں سدهانت کا رواج زیادہ هوا ' اور گو اس کے بعد هی عربی میں بطلیموس یونانی کی کتاب مجسطی کا عربی میں ترجمہ هو گیا ' اور مامون کے زمانہ میں رصد خانہ بھی قائم هو گیا ' تحقیقات میں بھی اضافہ هوا ' مگر اس کے باوجود ایک مدت تک عرب اهل هیئت بغداد سے لے کر اِسپین تک اسی هندی کتاب کے سدهانت کے پیچھے لگے رهے ' اس کے خلاصے کئے ' اس کی شرحیں لکھیں ' اس کی غلطیاں درست کیں ' اس میں اصلاحیں دیں ' یہاں تک کہ پانچویں

کو سنسکرت میں کلپ کہتے ھیں ' یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہہ تھا کہ چاند سورج ' زحل ' مشتری ' وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ھیں ' یہہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربیعی میں ایک ساتھہ پیدا ھوئے ' اور ایک ساتھہ حرکت شروع کی ' اب یہہ اپنی اپنی چال چل رھے ھیں ' پھر کروڑوں برس کے بعد یہہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ پر جمع ھو جاتے ھیں تب پرلے ھو کر دنیا مٹ کر پھر سے بنتی ھے ' اور پھر اس سے حرکت شروع ھوتی ھے - ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ھے - برھمگپت کے حساب سے ایک کلپ میں ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال ھوتے ھیں ' اور پھر انھیں سے دنوں کا حساب لگایا جا سکتا ھے - عربوں نے اسی کلپ کا نام "سنی السند ھند" یعنی سدھانت کے برس ' اور دنوں کا نام "ایام السند ھند" رکھا -

چونکہ یہہ اربوں اور کروڑوں سال کا حساب لگانا مشکل ھوتا تھا ' اس لئے پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں آریہ بھٹ نے آسانی کے لئے یہہ کیا کہ کلپ کا ھزارواں حصہ لے کر اس پر حساب قائم کیا ' جس کا نام جگ اور مہاجگ ھے - آریہہ بھٹ کے اسی اصول پر جو کتاب ھے اس کو عرب ارجبھر ' ارجبھذ اور جگ کو "سنی ارجبھذ" یعنی "آریہ بھٹ کے سال" کہنے لگے -

زرقالی نے اسطرلاب پر جو کتاب صفحۂ زرقالیہ کے نام سے لکھی ھے اس میں کیا ھے ' اور اسی اسپین کے عربوں کے ذریعہ سے یہہ سدھانت کی کتاب یہود تک اور پھر یورپ تک پہنچی ' چنانچہ یہودی فاضل ابراھیم بن عزرا نے اپنی عبرانی تصنیفات میں سدھانت کے بعض اصول پر زیچ تیار کی - (۱)

عربی میں سنسکرت اصطلاحات

عربوں کے علم ھیئت نے ان کی ذاتی تحقیقات کی بدولت ترقی کے بہت سے مدارج طے کر لئے ' تاھم سنسکرت کی ایک متروک اور دو باقی اصطلاحیں ایسی اس میں رہ گئی ھیں جو اب تک عربوں میں علم ھیئت کے آنے کا راستہ بتاتی ھیں ' چنانچہ سدھانت وغیرہ ناموں کے علاوہ ایک سنسکرت اصطلاح پرانی عربی ھیئت میں "کردجہ" کی ھے ' جس کی اصل سنسکرت کرمجیا ھے '

---

(۱) سدھا ھند ' ارجبھند ' اور ارکند کا ذکر - فہرست ابن ندیم ' مسعودی ' قفطی ' اور کتاب الہند بیرونی سب میں ھے ' اور یہہ سب کتابیں میرے پیش نظر ھیں ' مگر عربی میں مصری یونیورسٹی میں سینیر کرلونلینو ایک مشہور اتالین فاضل نے سنہ ۱۹۰۹ ع اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں عربوں کے علم ھیئت کی تاریخ پر نہایت محققانہ لکچر دئے تھے - یہہ معلومات ان میں سے ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ نمبر کے لکچروں سے لئے گئے ھیں ' اور ان کے علاوہ طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۵۰ ' بیروت سے بعض باتیں بڑھائی گئی ھیں -

صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) تک یعنی بیرونی کے زمانہ تک یہہ سلسلہ قائم رہا - مامون الرشید کے عہد میں خوارزمی نے جو زیچ تیار کی ' اس میں بھی ایرانی اور یونانی اصولوں کی افزایش کے ساتھہ اصل هندي اصول کو اس نے قائم رکھا ' اور اسي لئے اپنی کتاب کا نام "السند هند الصغیر" یعني "چھوٹا سدھانت رکھا (۱) - اسي طرح حسن بن صباح ' حسن بن خصیب ' فضل بن حاتم تبریزي ' احمد بن عبدالله مروزي ' ابن الادمی ' عبدالله اور ابوریحان بیروني نے تیسري ' چوتھي ' اور پانچویں صدی میں سدھانت کی تصحیح و تکمیل پر بہت کچھہ کام کیا ' اور یونانی اصول اور ذاتی تحقیقات کے ساتھہ وہ اس کا پیوند بھی لگاتے رہے -

اِسپین میں سدھانت کا اُصول چوتھی صدي ہجری میں پہنچا - مسلمہ بن احمد مجریطی (میڈرڈ کے باشندہ) المتوفی سنہ ۳۹۸ ھ (سنہ ۱۰۰۷ ع) نے خوارزمی کی زیچ سند هند صغیر کا خلاصہ کیا ' پھر اِسپین کے ابوالقاسم اصبغ معروف بہ ابن السمح المتوفي سنہ ۴۲۶ ھ (سنہ ۱۰۳۵ ع) نے سدھانت کے اصول پر بہت بڑی زیچ تیار کی ' بعد کو بطور وضعداری وسعت علم کے اظہار کے لئے لوگ نئي تحقیقات کے ساتھہ سدھانت کے اصول پر بھی نتائج نکالتے تھے ' جیسا کہ اسی اسپین کے ابراھیم

---

(۱) قفطي ص ۱۷۸ ' (مصر) -

کی مثال بالکل لفظ جنس کی ہے ' جو عربی میں منطق کی ایک اصطلاح ہے ' اور جو یونانی لفظ جینس کا معرب ہے ' مگر عرب میں آکر یہہ جنس ' مجانست ' تجنیس مختلف بابوں میں مستعمل ہو گیا ہے ' حالانکہ قدیم عربی میں اس کا مطلق پتہ نہیں -

دو اور لفظ بھی ذکر کے قابل ہیں - ہندو عالموں نے ستاروں کے حرکات میں اس دائرۂ نصف النہار کا حساب لگا یا تھا ' جو آبادی کے نصف حصہ سے گذرتا ہے - آبادی کا یہہ نصف حصہ ان کے خیال میں جزیرۂ لنکا تھا ' جس کو عرب سرندیب کہتے ہیں ' اور اب سیلون کہلاتا ہے - ہندوؤں کا خیال تھا کہ وہ خط استوا پر واقع ہے - خط استوا اور نصف آبادی کا یہہ خط نصف النہار جس نقطہ پر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں اس کو عرب قبۃالارض (زمین کا گنبد) کہتے ہیں - اہل ہند جغرافی طول بلد کا حساب اسی لنکا کے خط نصف النہار سے لگاتے تھے ' اور اسی لئے ابتدائی عرب جغرافیہ نویسوں نے لنکا کو قبۃ الارض کہا ہے -

پھر چونکہ اہل ہند کا خیال تھا کہ وہی خط جو لنکا کے نصف النہار کا ہے ' وہی مالوا کے شہر اجین سے گذرتا ہے ' چنانچہ سدھانت میں اسی اجین سے طول بلد کا حساب ہے ' اس لئے وہ اجین سے طول بلد کا حساب نکالنے لگے - عربوں نے اسی اجین کو ایک اپنے

جس کے لئے عربی میں بعد کی اصطلاح "وتر مستوی" پیدا ہوئی - دوسری باقی اصطلاح جو آج تک عربی ریاضیات میں اور علم مثلثات میں مستعمل ہے، وہ "جیب" کا لفظ ہے، اور جس کو غلطی سے عربي لفظ "جیب" جس کے معنی گریبان کے ہیں، سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہہ سنسکرت لفظ "جیوا" کا معرب ہے، اور پھر اسی سے جیب التمام جیوب منکوسہ، جیوب مبسوطہ، اور مجیب وغیرہ اصطلاحین پیدا ہوئیں، اور اس طرح کٹ چھٹ کر عربي ڈھانچے میں ڈھل گئیں، کہ آج ان پر غیر عربی ہونے کا شبہہ بھي نہیں ہو سکتا -

آخری لفظ "اوج" ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں سب سے اونچے نقطۂ بلندی کا نام ہے - یہہ ہندی لفظ "اوچ" ہے، جو عربی میں جا کر اوج ہو گیا ہے، (۱) - مدت سے جو عربی اور فارسی اور پھر اردو میں اس لفظ کا استعمال اس طرح "اوج کمال" پر ہے کہ کسی کو اس کے ہندی ہونے کا شبہہ بھی نہیں، یہی وجہ ہے کہ خالص عربی لغتوں میں یہہ مادہ نہیں ملتا - اس

---

(۱) بعضوں کي رائے ھے کہ اس کي اصل فارسي اوگ ھے، جیسا کہ خوارزمي نے مفاتیح العلوم صفحہ ۲۲۱ (لیڈن) میں لکھا ھے - اور اسدي طوسي کي قدیم فارسي لغت میں بھي یہہ لفظ موجود ھے، مگر خیال یہہ ھے کہ خود فارسي میں بھي یہہ لفظ سنسکرت ھي سے گیا ھے -

معرب ھے ' جس کا عربی میں مصدری استعمال ھندزہ اور ھندسہ ھے (۱) ' اور یہہ اصل میں انجینیرنگ کے معنی میں ھے ' بعد کو متاخرین کی غلطی سے فارسی اور اردو میں ھندسہ بولنے لگے ' اور اس سے رقم مراد لینے لگے ' ورنہ صحیح لفظ ھندسہ (زبر کے ساتھہ) نہیں ' بلکہ ھندسہ (زیر کے ساتھہ) ھے ' اسی لئے عربی میں مہندس انجینیر کو کہتے ھیں ' حساب اور رقم جاننے والے کو نہیں -

ھندو اور دو موجودہ تحقیقات

عربوں نے ھندی علم ھیئت کے جو مسئلے نقل کئے ھیں ان میں دو باتیں موجودہ تحقیقات کے عین مطابق ھیں - برھمگپت نے سال کے ۳۶۵ دن ' ۶ گھنٹے ' ۱۲ منٹ ' اور ۹ سکنڈ قرار دئے ھیں ' اور موجودہ تحقیق سے ۳۶۵ دن ' ۶ گھنٹے ' ۹ منٹ ' ۹ $\frac{۲۳}{۱۰۰}$ سکنڈ ھیں - اسی طرح زمین کی حرکت کا مسئلہ ھے - آریہ بھٹ اور اس کے طرفدار زمین کي حرکت کے قائل تھے ' اور برھمگپت نے ان اعتراضات کے صحیح ھونے سے انکار کیا ھے ' جو اس مسئلہ میں آریہ بھٹ پر کئے جاتے ھیں ' اور بعینہ یھي نظریہ آج کل لوگوں میں مقبول ھے -

---

(۱) مفاتیح العلوم محمد خوارزمي ص ۲۰۲ (لیڈن) -

تلفظ میں اُزین کہا ' اور یہہ خیال کیا کہ اُزین هی قبۃالارض هے ' پھر اُزین کے "ز" کا نقطہ اڑ کر "اُرین" هو گیا ' اور یہیں سے یہہ اصطلاح پیدا هوئی کہ ارین هر محل اعتدال کا نام هے ' جیسا کہ شریف جرجانی (مشہور مسلمان فلاسفر) نے اپنی کتاب تعریفات میں لکھا هے - (۱)

اور ایک اور لفظ پرانے عرب علماے هیئت نے "بذماسہ" استعمال کیا هے - یہہ سنسکرت کا ادهماسا هے ' جس کے معنی چاند کے مہینے کے هیں -

بعض لوگ غلط فہمی سے یہہ سمجھتے هیں کہ عربی میں ریاضیات اور رقم کو جو هندسہ کہتے هیں ' اس کی وجہ یہہ هے کہ یہہ هند کی طرف منسوب هے ' اور تعجب هے کہ علم کے باوجود ایک انگریزی فاضل جس نے موسیٰ خوارزمی کی کتاب الجبر و المقابلہ سنہ ۱۸۳۱ع میں لندن سے شائع کی هے ' اور جس کا نام فریڈرک روسن (F. Rosen) هے ' وہ بھی اسی غلطی میں مبتلا هونا چاهتا هے (۲) ' حالانکہ یہہ فارسی لفظ "اندازہ" کا

---

(۱) دیکھو لکچر مذکور ص ۱۵۵ و ۱۶۸ مع حاشیہ - نیز دیکھو سواءالسبیل ' مسٹر آرنلڈ لفظ جیب اور اوج ' اور تعریفات جرجانی صفحہ ۷ مطبوعۂ مصر سنہ ۱۳۰۶ ھ -

(۲) الجبروالمقابلہ خوارزمی ' مقدمہ انگریزی ص ۱۹۶ و ۱۹۷ سنہ ۱۸۳۱ م (لندن) -

اسی طرح خلیفہ موفق باللہ عباسی نے بھی تیسری صدی ہجری میں ہندوستان اس غرض سے آدمی بھیجے کہ وہ ہندوستان کی دواؤں کی تحقیقات کریں ' (۱) یہہ واقعہ زخاؤ نے انڈیا کے مقدمہ میں لکھا ہے ' عربی تاریخوں میں اس واقعہ پر خود میری نظر نہیں پڑی ہے ' البتہ ایک ضمنی تذکرہ میں یہہ ملا ہے کہ خلیفہ معتقد باللہ عباسی (سنہ ۲۷۹ - سنہ ۲۸۹ ھ) نے احمد بن خفی دیلمی کو جو علم حساب و اصطرلاب کا ماہر تھا ' چند باتوں کی تحقیقات کے لئے ہندوستان بھیجا تھا (۲) ' پھر یہہ بھی معلوم ہے کہ خلیفہ معتقدباللہ کے تعلقات اور ذرائع علم سندھہ کے ساتھہ قائم تھے ' چنانچہ شوال سنہ ۲۸۰ ھ میں جب دیبل (سندھہ کی بندرگاہ) میں بہت بڑا چندر گرہن لگا ' اور ساتھہ ہی زلزلہ آیا جس میں ڈیڑھہ لاکھہ آدمی دب کر مر گئے تھے ' تو پرچہ نویسوں نے فوراً دربار خلافت میں اس کی خبر دی - (۳)

طبی کتابوں کے ترجمے -

عربی زبان میں سنسکرت کی جن طبی کتابوں کے ترجمے ہوئے ان میں دو کتابیں بہت مشہور ہیں ' ایک

---

(۱) مقدمہ ترجمہ انگریزی انڈیا - زخاؤ ص ۳۰ -

(۲) سوانح حسین بن منصور علاج از طبقات ابن باکویہ شیرازی مرتبہ مولوئی مسینان Louis Massignon پیرس ' سنہ ۱۹۱۴ ' صفحہ ۴۴ -

(۳) تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۳۸۰ ' (کلکتہ) -

طب

تیسرا فن جو ھندوستان سے عربوں کو ملا وہ طب ھے — طب کی بعض کتابیں سریانی اور یونانی کے ذریعہ سے امویہ خاندان ھی کے زمانہ میں عربی میں منتقل ھو چکی تھیں (۱)، مگر عراق میں عباسیہ کے زمانۂ حکومت میں اس کو اور بھی ترقی ھوئی، اور اس کے آغاز کا واقعہ جیسا کہ پہلے گذر چکا ھے یہہ ھوا کہ ھارون الرشید کے علاج کے لئے ھندوستان سے منکہ یا مانک نام وید طلب کیا گیا — اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ھوئی — اس طرح ھندوستانی طب کی طرف سلطنت کی توجہ ھوئی، اور برامکہ نے اس میں خاطرخواہ حصہ لیا، چنانچہ برامکہ نے اپنے شفاخانہ کا افسر اعلی ایک وید ھی کو مقرر کیا تھا (۲)، اسی پر انھوں نے بس نہ کی بلکہ یحیی بن خالد برمکی نے ایک کارندہ کو ھندوستان اس غرض سے بھیجا، کہ وہ وھاں جاکر ھندوستان کی جڑی بوٹیاں لائے (۳)، اور ایک وید کو سرکاری دارالترجمہ میں اس لئے مقرر کیا کہ وہ سنسکرت کی طبی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرائے — (۴)

---

(۱) عیون الانبیاء فی طبقات الاطباء تذکرہ ماسر جویہ و مختصرالدول ابوالفرج ملطی، صفحہ ۱۹۲، (بیروت) —
(۲) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ —
(۳) ایضاً ص ۳۴۵ —
(۴) ایضاً ص ۲۴۵ —

چار بیماریوں کی صرف پہچان کا بیان ہے ' علاج کا نہیں - (۱)

ایک کتاب جڑی بوٹیوں کے مختلف ناموں کے بیان میں ترجمہ ہوئی ' جن میں سے ایک ایک جڑی کے دس دس نام بیان کئے گئے تھے - اس کو منکہ پنڈت نے سلیمان بن اسحاق کے لئے عربی میں ترجمہ کیا - (۲)

ایک اور کتاب جس میں هندی اور یونانی طبیبوں کی دواؤں کے سرد و گرم ہونے ' دواؤں کی قوتوں ' اور سال کے موسموں کی تقسیم میں جو اختلافات ہیں ' ان کی تفصیل تھی ترجمہ ہوئی - (۳)

ابن ندیم نے طب هندی کی ایک اور کتاب کا نام استانگر لکھا ہے ' جس کا ترجمہ ابن دھن نے کیا تھا -

نوکشنل (نوفشنل ؟) نام ایک وید کی دو کتابوں کے ترجمے کئے گئے ' ان میں سے ایک میں سو بیماریوں اور سو دواؤں کا ذکر تھا ' اور دوسری میں بیماریوں کے وهم اور اسباب کا بیان تھا -

---

(۱) یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -

(۳) یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

ششرت کی کتاب جس کو عرب "سسرو" کہتے ھیں ' یہہ کتاب دس بابوں میں تھی - اس میں بیماریوں کے علامات اور ان کے علاج و دوا کی تفصیل ھے - یحیی بن خالد برمکی کے حکم سے منکہ نے اس کا ترجمہ کیا تا کہ برامکہ کے شفاخانہ میں وہ ایک طبی دستورالعمل کا کام دے - دوسری کتاب چرک کی کتاب ھے جو ھندوستان میں طب کا بہت بڑا ماھر اور رشی گذرا ھے - یہہ کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ کی گئی ' پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا - (۱)

تیسری کتاب کا نام ابن ندیم میں سندستاق ' اور یعقوبی کی مطبوعہ متن میں سندھشان ' اور اسی کتاب کے ایک اور نسخہ میں سندھستان ھے - اس کی اصل سنسکرت میں شاید سدھستان یا سندیسن ھو ' ابن ندیم نے عربی میں اس کے معنی "خلاصۂ کامیابی" ' اور یعقوبی نے "صورت کامیابی" کے بتائے ھیں - میرے خیال میں یعقوبی کا نسخہ صحیح معلوم ھوتا ھے - بہر حال شفاخانۂ بغداد کے افسر اعلی ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا تھا - (۲)

چوتھی کتاب کا نام یعقوبی نے ندان بتایا ھے - ابن ندیم نے اس کا ذکر نہیں کیا - اس میں چار سو

---

(۱) ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

کتابوں کے علاوہ سنسکرت اور ہندوستان کے اُن باقی ماندہ اثرات کا ذکر کرنا ہے ' جو عربی طب میں اب تک موجود ہیں -

ان میں اُن اثرات کا ذکر نہیں جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں طب عربی پر پڑے ' کہ وہ ایک الگ مضمون ہے ' بلکہ اُن اثرات سے بحث ہے جو چوتھی صدی ہجری تک کی عربی طب پر مؤثر ہوئے ہیں - اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ دوائیں ہیں جو ہندوستان سے عرب گئیں ' اور برامکہ اور خلفاء نے ان کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آدمی بھیجے - ان میں بہت سی دواؤں کے نام نہ صرف پیدایش کی جگہ کے لحاظ سے بلکہ زبان کے لحاظ سے بھی ہندی ہیں ' اور کم از کم ایک دوا ایسی ہے جس کا نام ہندوستان کی نسبت سے خود پیغمبر اسلام علیہ‌السلام کے زمانہ میں عرب میں سنائی دیتا ہے ' یعنی قسط ہندی (۱) اور زنجبیل (زر نجابیرا) یعنی سونٹھہ کا لفظ خود قرآن میں ہے - اس قسم کی کچھہ اور دواؤں کے نام تجارتی تعلقات کے باب میں ہم نے دے دئے ہیں -

عربی میں دو لفظ جن میں ایک دوا کا اور ایک غذا کا نام ہے سب سے زیادہ عجیب ہیں - دوا میں

---

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۹ ' کتاب‌المرضیٰ -

ایک ہندو پنڈتہ (عورت) رؤسا نامی کی ایک کتاب کا ترجمہ ہوا جس میں خاص عورتوں کی بیماریوں کے علاج درج تھے -

ایک اور کتاب حاملہ عورتوں کے علاج میں ،
ایک مختصر کتاب جڑی بوٹیوں کے حال میں ،
ایک کتاب نشہ کے بیان میں - (۱)

مسعودی نے طب کی ایک کتاب کا نام اور حال اس طرح لکھا ہے کہ "راجہ کورش کے لئے طب کی ایک بڑی کتاب لکھی گئی تھی ؛ جس میں بیماریوں کے اسباب اور دوا اور علاج ، اور دواؤں کی پہچان اور اس میں بوٹیوں کی شکل و صورت کی تصویر بنائی گئی تھی - (۲)

پی جانے والی چیزوں کے بیان میں ابن ندیم نے اطر کا ذکر کیا ہے جو بہت ممکن ہے کہ اتری نام ایک وید کی طرف منسوب ہو ، ایک اور پنڈت کا نام ساوبرم ابن ندیم میں ہے (۳) - اس کی اصل شاید ستیاورمن ہو ، جس کی کتاب ستیا کا نام بیرونی نے لیا ہے - (۴)

---

(۱) اوپر کی سات کتابوں کا ذکر ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ میں ہے -
(۲) مسعودی جلد اول صفحہ ۱۶۲ (پیرس) -
(۳) ابن ندیم صفحہ ۳۰۵ -
(۴) زخاؤ کی کتاب انڈیا کا مقدمہ صفحہ ۳۳ -

نجوم ، جوتش ، جفر ، اور رمل

سب کو معلوم ہے کہ یہہ چیزیں ہندوستان سے کس قدر تعلق رکھتی ہیں - دولت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ منصور ہی کے وقت سے جو سنہ ۱۴۷ ھ میں تخت نشین ہوا عربی میں ان چیزوں کا رواج ہوا - منصور کو ان باتوں سے بڑی دلچسپی تھی ، چنانچہ بغداد کا شہر جب اس نے بنوایا تو اس کی ہر چیز زائچہ کھینچ کھینچ کر تیار کی گئی ، دربار پر پہلے ایرانی منجموں کا قبضہ تھا ، پھر ہندو جوتشیوں نے اپنا عمل دخل جمایا - معلوم ہوتا ہے کہ منصور ہی کے زمانہ میں اس فن پر ہندی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان جوتشی پنڈتوں میں سے عربوں میں سب سے مشہور نام کنکہ پنڈت کا ہے - ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ یہہ ایک مشہور اور نامی طبیب تھا (۱) -

زخاؤ کی تحقیق کی بنا پر اس نام کی ہندی اصلیت کنکنایا ہوگی کیونکہ اس نام کا مشہور طبیب ہندوستان میں پہلے گذر چکا ہے جس کا نام ہندوستانی دواؤں میں سند ہے (۲) -

---

(۱) عیون الانبیاء فی طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

(۲) مقدمہ انڈیا صفحہ ۳۲ -

اطریفل جو اس قدر مشہور ہے اور ہر طبیب اور ہر مریض کی زبان پر ہے، محمد خوارزمی نے چوتھی صدی میں لکھا ہے کہ یہہ "ہندی لفظ تری پھل ہے، کہ یہہ تین پھلوں ہلیلہ، بلیلہ، اور آملہ سے بنتا ہے - (۱)" ایک اور اسی قسم کی دوا کا نام انبجات ہے - خوارزمی کہتا ہے، "کہ آنبہ (آم) ہندوستان میں ایک پھل ہوتا ہے، اس کو شہد، لیموں، اور ہلیلہ میں دے کر انبجات تیار کیا جاتا ہے، غالباً اس کو گڑانبہ، یا آموں کا اچار یا مربی کہنا چاهئے - لیکن ان سب سے زیادہ عجیب لفظ "بھطہ" ہے جس کی تفسیر خوارزمی نے یہہ بتائی ہے کہ "یہہ بیماروں کی غذا کی قسم ہے - یہہ لفظ سندھی ہے، یہ دودھہ اور گھی میں چاول کو پکاکر تیار ہوتا ہے" (۲) آپ سمجھے؟ یہہ ہمارا ہندوستانی بھات ہے، جو عربوں کے نزدیک بیماروں کے لئے ایک نرم اور ہلکی غذا ہوگی - اس کو اب کھیر سمجھئے یا فیرینی -

بیطاری

جانوروں کے علاج میں شاناق یا چانک پنڈت کی کتاب ترجمہ ہوئی - (۳)

---

(۱) مفاتیح العلوم خوارزمی ص ۱۸۶ -
(۲) ایضاً ص ۱۷۷ -
(۳) ایضاً ص ۱۶۷ -

نقل کرتا ھے کہ "یہہ کنکہ ھندوستان کے تمام پنڈتوں کے نزدیک جوتش میں سب سے بڑا ھے" -

عطارد بن محمد ایک مسلمان منجم نے جو غالباً دوسری صدی ھجری میں ھوا ھندی جفر میں ایک کتاب لکھی تھی (۱) - اس کے علاوہ ابن ندیم نے تین اور ھندو جوتشیوں کے نام لئے ھیں (۲) -

۱ - جودر ھندی - اس کی کتاب کا نام کتاب الموالید (پیدایشوں کي کتاب) ھے -

۲ - نہک یا نایک (نہق) ھندي - اس کي کتاب کا نام کتاب اسرارالمسائل (سوالوں کے بھید) ھے -

۳ - سنگھل ھندی (صنجہل؟) - اس کی کتاب کا نام کتاب الموالید الکبیر (پیدایشوں کی بڑی کتاب) - سنگھل کا نام بیرونی نے بھی نجوم کے بیان میں لیا ھے (۳) -

ھندوستان کی کسی زبان سے ایک کتاب ھتھیلی کي لکیروں اور ھاتھوں کے دیکھہ کر حال بتانے کی عربی میں ترجمہ ھوئی (۴) -

---

(۱) ابن ندیم ص ۲۷۸ -

(۲) ایضاً ص ۲۷۱ -

(۳) کتاب الہند صفحہ ۷۶ -

(۴) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

ابن ندیم نے عربی میں اس پنڈت کی چار کتابوں کا ذکر کیا ہے (۱) -

۱ - كتاب المواليد في الاعمار ' (عمروں کے بیان میں کتاب) -

۲ - كتاب اسرارالمواليد (پیدایشوں کے بھید) جاتک -

۳ - كتاب القرانات الكبير (بڑے قران یا بڑے لگن کے بیان میں) -

۴ - كتاب القرانات الصغير (چھوٹے لگن کے بیان میں) - ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ یہہ کتاب طب میں ہے مگر ابن ندیم نے اس کو نجوم ہی میں ذکر کیا ہے - یہہ ممکن ہے کہ دونوں میں ہو کیونکہ پرانی طب میں نجوم کی بہت سی باتیں داخل تھیں - ابن ابی اصیبعہ (۲) نے اس کی دو کتابوں کا اور نام لیا ہے -

۵ - كتاب في التوهم (مسمرزم کے بیان میں) -

۶ - كتاب في احداث العالم والدور في القران (دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لگن میں چکر) - یہی مصنف مسلمان منجم ابومعشر بلخی سنہ ۲۷۲ ھ (سنہ ۸۸۶ ع) کے حوالہ سے

---

(۱) ص ۲۷۰ -

(۲) عيون الانباء في طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

اپنی جان بچانے کے لئے اس علم سے واقفیت کی بڑی ضرورت رھتی تھی - عربی میں چانک یا شاناق پنڈت کی کتاب کا جو اڑائي پر ھے نام پہلے آچکا ھے ' جس کا آخری باب "کھانا اور زھر تھا" تھا - معلوم ھوتا ھے کہ اس کے علاوہ خاص زھروں کے بیان میں بھی اس کی کوئی کتاب تھی جو ساتویں صدی ھجری (تیرھویں صدی عیسوی) تک عربي میں موجود تھي ' کیونکہ ابن ابی اصیبعہ نے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) نے اس کتاب کا پورا حال اس طرح لکھا ھے کہ "یہہ کتاب پانچ بابوں میں ھے - منکہ یا مانک پنڈت نے یحیی بن خالد برمکی کے لئے فارسی میں ابوحاتم بلخی کی مدد سے ترجمہ کیا ' پھر عباس بن سعید جوھری نے اس کا دوبارہ ترجمہ خلیفہ مامون الرشید (سنہ ۲۱۸ ھ) کے لئے کیا (۱)" - اسی زھروں کے فن پر مصنف کا نام لئے بغیر ایک کتاب کا ذکر جو ھندی سے عربی ھیں ترجمہ ھوئی ابن ندیم کی فہرست میں بھی موجود ھے (۲) -

موسیقی

جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) کا بیان گذر چکا ھے ' جس میں اس نے ھندوستان کی موسیقی کی تعریف کی ھے

---

(۱) عیون الانباء في طبقات الاطباء صفحہ ۳۳ -

(۲) صفحہ ۳۱۷ -

نیز ایک اور کتاب "زجرالہند" هندی فال پر (۱) ہے -

سانپوں کا علم

هندوستان کے لوگ سانپوں کے اقسام اور ان کے جھاڑ پھونک اور منتر میں مشہور هیں' اور اس کا نام ان کے هاں "سرپ ودیا" ہے - راے نامی ایک پنڈت کی کتاب اس فن میں ترجمہ هوئی جس میں سانپوں کے اقسام اور ان کے زهروں کا بیان تھا (۲) - عربی میں ایک اور هندي پنڈت کی کتاب کا ذکر ہے جو اسی فن پر تھی (۳) -

زهروں کا علم

هندوستان کو اس فن میں بھی کمال تھا - زکریا قزوینی نے آثارالبلاد میں "هند" کے ذکر میں "بیش" نام ایک جڑي کا' اور راجاؤں میں باهم اس کے ذریعہ ایک دوسرے کو دوستي کے پردہ میں مارنے کا عجیب قصہ لکھا ہے - یہہ بیش لفظ هندي کا "بش" ہے جس کے معنی زهر کے هیں - بهر حال بادشاهوں کو اپنی حفاظت اور

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

(۲) ایضاً صفحہ ۳۰۳ -

(۳) عیون الانباء في طبقات الاطباء ص ۳۳ (مصر) -

ترجمہ کیا - ایلیٹ صاحب نے اس کا کسی قدر خلاصہ دیا ہے - (۱)

سیاست جنگ اور راجنیت

اس فن میں ہندی زبان (سنسکرت یا پالی ؟) سے عربی میں دو ہندو فاضلوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان میں سے ایک کا نام عرب شاناق بتاتے ہیں ' اور دوسرے کا یاکھر یا یاجھر - شاید پہلا نام چانک ہو اور دوسرا ویاگھر - چانک یا شاناک ہندی کی کتاب کا مضمون یہہ ہے : "لڑائی کا انتظام اور بادشاہ کو کیسے آدمی چننا چاہئے ' اور سواروں کی ترتیب ' اور کھانا اور زہر" (۲) - اور یاجھر یا ویاگھر کی کتاب "تلواروں کی پہچان اور اس کی خوبیوں اور اس کے نشانات" میں ہے (۳) - سنسکرت سے ایک اور کتاب کا عربی میں ترجمہ ہوا جس کا عربی نام "ادب الملک" یعنی "سلطنت کے طریقے" ہے - اس کتاب کے عربی مترجم کا نام ابوصالح بن شعیب ہے - زمانہ کا پتہ نہیں ہے - اس وقت اس کا صرف فارسی ترجمہ موجود ہے - یہہ ترجمہ سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن بن علی جبلی نے کیا

---

(۱) تاریخ ہند الیٹ جلد اول صفحہ ۱۰۰ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۱۵ -

(۳) ایضاً -

اور خاص طور سے یکتارے کا ذکر کیا ھے - بغداد کی تصنیفات میں ھندی موسیقی پر کسی کتاب کا نام نہیں ملتا لیکن اسپین کے ایک علمی مؤرخ قاضی صاعد اندلسی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) نے لکھا ھے کہ "موسیقی میں ھندوستان کی ایک کتاب نافر ھم تک پہنچی ھے جس کے لغوی معنی "دانائی کے پھل" کے ھیں اور جس میں راگوں اور سروں کا بیان ھے (۱) - عجب نہیں کہ یہہ فارسی کا "نوبر" (نیا پھل) نام ھو اور فارسی ترجمہ کے ذریعہ سے عربی میں یہہ کتاب منتقل ھوئی ھو لیکن میرے ایک ھندو دوست نافر کی نسبت کہتے ھیں کہ وہ "ناد" ھوگا جو سنسکرت میں آواز کو کہتے ھیں -

مہابھارت

ھندوستان کی قدیم تاریخ میں ایک فارسی کتاب مجمل التواریخ پیرس لائبریری میں ھے جس میں بہت کچھہ مہابھارت کے قصے ھیں - اس کتاب کے مقدمہ میں ھے کہ اس کو سنسکرت (ھندوانی) زبان سے ابوصالح بن شعیب نے عربی میں ترجمہ کیا تھا پھر سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن علی جبلی نے جو کسی دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کا عربی میں

---

(۱) طبقات‌الامم قاضي صاعد اندلسي صفحہ ۱۴ (بیروت) -

"طوفانی علم حدودالمنطق" (۱) (طوفا (توپیا) کی کتاب، منطق کے حدود کے علم میں) بحث یہہ ھے کہ اس منطق سے علم منطق کی اصطلاح مراد ھے، جس کو نیایہ (لاجک) کہتے ھیں، یا اس لفظ کے لغوی معنی مراد ھیں، یعنی بولنا اور کتاب محض قصہ کہانی ھو یا ادب و اخلاق میں ھو اور اس سے مقصود یہہ ھو کہ انسان کے بولنے کے حدود بتانے والی کتاب کہ کہاں بولنا اور کہاں نہ بولنا چاھئے اور کس طرح بولنا چاھئے - ابن ندیم نے اس کتاب کا ذکر اس عنوان کے نیچے کیا ھے: "اُن ھندی کتابوں کے نام جو قصہ کہانی اور افسانہ ھیں -" اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہہ منطق میں نہ تھی -

معانی و بیان

جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) نے اپنی کتاب‌البیان والتبیین میں لکھا ھے (۲) کہ "جس زمانہ میں یحیی بن خالد برمکی نے بہت سے ھندو پنڈتوں کو بلوایا تھا، معمر نے اُن میں سے ایک سے پوچھا کہ اھل ھند کے نزدیک بلاغت کس کو کہتے ھیں؟ اُس نے کہا میرے پاس اس مضمون پر ایک چھوٹا سا رسالہ ھے لیکن

---

(۱) یعقوبی ص ۱۰۵ -

(۲) کتاب‌البیان والتبیین جلد اول صفحہ ۴۰ (مصر) -

تھا جو ایک دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا ' (۱)

کیمیا

پرانی کیمیا کی اصلیت جو کچھہ ہو مگر اس فن میں ایک ہندو فاضل کی کتاب کے ترجمہ کا پتہ ابن ندیم میں ملتا ھے ' (۲) اور مشہور عرب کیمیا ساز جابر بن حیان کی ایک کتاب خاطف بھی اسی ہندی نسبت کے ساتھہ مذکور ھے ' (۳) لیکن اس ہندی فاضل کا نام بہت مشکوک ھے -

حدود منطق

فہرست ابن ندیم (سنہ ۳۷۷ ھ) میں ایک عربی کتاب کا جو ہندی سے ترجمہ ہوئی اس طرح ذکر ھے : ” کتاب حدود منطق الہند “ (۴) (ہندوستان کی منطق کے حدود) لیکن یعقوبی (سنہ ۲۷۸ ھ) نے جو ابن ندیم سے سو برس پہلے گذرا ھے اس کتاب کا ذکر منطق و فلسفہ کی کتابوں کے ضمن میں اس نام سے کیا ھے ” کتاب

---

(۱) البیت جلد اول صفحہ ۱۱۲ -
(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۵۳ -
(۳) ایضاً صفحہ ۳۵۹ -
(۴) ایضاً ص ۳۰۵ -

ویسا ھی ھو" (۱) - اور لکھا ھے کہ کیہن نام ایک راجہ اس کا موجد ھے -

ابن ندیم ایک ھندو مصنف کا ذکر کرتا ھے جس کا نام اڈیٹر سے بھی پڑھا نہیں گیا اور اسی طرح لکیر بنا کر اس نے چھوڑ دیا ھے - بظاھر "سیسہ ھندی" معلوم ھوتا ھے - پھر لکھتا ھے "یہہ پرانے لوگوں میں ھے اس کا طریقہ نیرنگ و نظربندي میں ھندوستان کا طریقہ ھے ' اس کی ایک کتاب ھے جس میں توھم والوں (مسمرائزر ؟) کا طریقہ اختیار کیا ھے (۲) -

کہانی اور افسانے

اس ضمن میں ھندوستان کی کئی کتابیں عربي میں ترجمہ ھوئیں جن میں سے دو کے نام سندباد حکیم (پنڈت) کي کتاب ھے - اس کے دو نسخے ھیں ' ایک چھوٹا ' دوسرا بڑا - اس کتاب کے متعلق بعضوں کا خیال ھے کہ وہ ایرانیوں کی تصنیف ھے مگر ابن ندیم کہتا ھے کہ "صحیح یہہ ھے کہ یہہ ھندوستان کی تصنیف ھے" - یہہ ممکن ھے کہ بعض دوسری کتابوں کي طرح یہہ کتاب بھی پہلے فارسی میں ترجمہ ھوئی ھو اور پھر

---

(۱) یعقوبي ج ۱ ص ۹۷ -
(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۱۲ -

میں اس کا ترجمہ نہیں کر سکتا اور نہ یہہ فن میں جانتا ہوں - معمر کا بیان ہے کہ میں اس مختصر رسالہ کو لے کر مترجموں کے پاس گیا! انہوں نے اس کا یہہ ترجمہ کیا - اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا خلاصہ ایک صفحہ میں دیا ہے جس میں یہہ بحث ہے کہ مقرر کو کیسا ہونا چاہئے اور کس وقت کے لئے کیسی تقریر مناسب ہے - "

منتر، کرتب، اور جادو

ہندوستان کا یہہ مشہور پرانا فن ہے اور اکثر عربی کتابوں میں جہاں ہندوستان کی خصوصیتوں کا ذکر ہے یہاں کي کرتبوں، بازیگروں اور جادوگروں کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے - ابن ندیم کہتا ہے "اہل ہند کو جادو اور منتر کا بہت اعتقاد ہے - " پھر کہتا ہے کہ "اہل ہند علم توہم میں خاص کمال رکھتے ہیں اور اس فن میں اُن کی کتابیں ہیں جن میں سے کچھہ کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے - " علم توہم سے مقصود شاید وہی چیز ہے جس کو آج مسمرزم کہتے ہیں (۱) - یعقوبی نے اس کے یہہ معنی لکھے ہیں کہ "جیسا کہ خیال کر کے یقین دلایا جائے

---

(۱) الفہرست ص ۳۰۹ -

دیپک ھندی کی کہانی ھے ' جس میں ایک عورت اور مرد کا قصہ ھے - ایک حضرت آدم کے زمین میں آنے کی کہانی ھے (۱) - معلوم نہیں اس کہانی سے کون سی دیوبانی کہانی کی طرف اشارہ ھے - اسی طرح ایک راجہ کی کہانی ھے ' جس میں لڑنے اور تیرنے کا بیان ھے - ایک اور کہانی میں دو ھندیوں کا حال ھے جن میں سے ایک سخی داتا اور دوسرا کنجوس تھا ' دونوں کا سخاوت اور کنجوس پن میں مناظرہ اور راجہ کا پھر فیصلہ ھے (۲) - ایک اور کتاب تریاچرتر (عورتوں کے فریب) میں ترجمہ ھوئی - اس کے مصنف کا نام راجہ کوش لکھا ھے (۳) -

ایک اور کتاب علم الهند (حکم الهند ؟) کا بھی پتہ چلتا ھے جس کا پہلے نثر میں ترجمہ ھوا تھا پھر ابان شاعر (۴) نے اس کو نظم میں منتقل کیا - ھندوستان کے متعدد قصوں اور کہانیوں کے حوالہ اخوان الصفا کے رسائل میں ملتے ھیں -

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۳۰۵ -

(۲) ایضاً ص ۳۱۶ -

(۳) تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۵ -

(۴) ابن ندیم صفحہ ۱۱۹ غالباً یہ کتاب وھی کلیلہ دمنہ ھے جس کا ذکر آگے آتا ھے -

فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی ہو اور اس لئے لوگوں کو اس کے ایرانی ہونے کا دھوکا ہوا ہو -

الف لیلہ میں سند باد بری اور بحری کے نام دو قصے ہیں ، جن میں سے ایک میں سند باد نام ایک تاجر کے دریائی سفر کے اور دوسرے میں خشکی کے اسفر کے عجیب و غریب واقعات درج ہیں - اس سند باد کے لفظ سے بعض صاحبوں کو یہہ شبہہ ہوا (۱) کہ وہ ہندی قصہ یہی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اول تو یہہ حکیم سندباد (۲) کے قصے اور الف لیلہ میں تاجر سندباد کے قصے ہیں ، دوسرے الف‌لیلہ کے سندباد کے سفر کے جو قصے ہیں وہ ہندو ذھنیت اور حالات کے قطعاً موافق نہیں - پھر مسعودی (۳) نے اس واقعہ کے اجزا یہہ لکھے ہیں "سات وزیروں ، ایک گرو ، ایک لڑکا ، ایک رانی والی کہانی" - یہہ الف لیلہ کے سندباد پر چسپاں نہیں -

ان کے علاوہ ہندی کی چند اور کہانیاں بھی عربوں نے اپنی زبان میں نقل کرائیں جن میں سے ایک

---

(۱) رسائل شبلی ص ۲۶۳ ، طبع اول مضمون تراجم -
(۲) فہرست ص ۳۰۵ سطر ۲ و ۲۰ و یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵ -
(۳) تاریخ مروج‌الذھب مسعودی ج ۱ ص ۱۶۲ (لیڈن) -

انعام دیا (۱) - عربی زبان سے اس کتاب کے ترجمے دنیا بھر کی زبانوں میں ھوئے - یورپ ، ایشیا ، اور افریقہ کی کوئی مہذب زبان نہیں جس میں اس کا ترجمہ نہ ھوا - اس کتاب کے تراجم اور نسخوں کے الٹ پھیر کی خود ایک مستقل تاریخ ھے - اردو میں ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس علی‌گڈھ منعقدۂ سنہ ۱۸۹۱ ع میں اس پر ایک مفصل محققانہ لکچر دیا ھے - اس کے متعلق دوسرا مضمون راقم کا ھے جو علی‌گڈھ کے منتھلی میگزین میں شاید سنہ ۱۹۰۵ ع یا اس کے ایک آدھ سال آگے پیچھے شائع ھوا ھے -

اس کتاب کا مصنف بیدپا پنڈت اور جس راجہ کے لئے لکھی گئی اُس کا نام وابشلیم بتایا گیا ھے - بادشاھوں کو جن باتوں کی ضرورت ھے جانوروں کے قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ سے دس بابوں میں اُن کی تعلیم دی گئی ھے - ایسا معلوم ھوتا ھے کہ وابشلیم جس راجہ کا نام بتایا گیا ھے وہ گجرات کا راجہ تھا ، کیونکہ چوتھی صدی ھجری (دسویں صدی عیسوی) کے عرب سیاح ابن حوقل نے گجرات کے راجہ ولبھہ رائے کا نام لےکر لکھا ھے کہ " تمثیلوں‌والی کتاب (کتاب‌الامثال)

---

(۱) کتاب‌الوزراء والکتاب جہشیاری ، مطبوعۂ ویانا (اسٹریا) سنۂ ۱۹۲۶ ، صفحۂ ۲۵۹ -

اخلاق و حکمت

پرانے حکیموں کا دستور تھا کہ وہ اخلاق، حکمت، اور دانائی کی باتیں قصوں کہانیوں اور تمثیلوں میں بیان کیا کرتے تھے اور کتوں، چوہوں، بلیوں، کووں کی زبانوں سے انسانوں کو سمجھاتے تھے - سنسکرت کی ایک خاص کتاب جس نے فارسی اور عربی میں اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی کلیلہ دمنہ ہے، جس کا بیرونی کے بیان کے مطابق سنسکرت نام "پنچ تنتر" ہے - یہہ کتاب اسلام سے پہلے سنسکرت سے ایران کے ساسانی بادشاہوں کے زمانہ میں فارسی میں ترجمہ ہوئی، پھر عبداللہ بن مقفع نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں عربی میں اس کو منتقل کیا - اس کتاب نے عربی میں اتنی شہرت حاصل کی اور سلاطین اور امرا نے اس کی اتنی قدر کی کہ عربی سے فارسی میں، فارسی سے عربی میں، نظم سے نثر میں، اور نثر سے نظم میں، اس کی متعدد نقلیں ہوتی رہیں، اور مترجم، شاعر، اور نثار اس کے ترجمۂ نظم اور انشا میں اپنا جوہر دکھا دکھا کر مسلمان بادشاہوں سے گراں‌قدر انعام پاتے رہے - دوسری صدی کے آخر میں ابان نام عربی کے ایک شاعر نے جب اس کا عربی نظم میں ترجمہ کر کے ہارون‌الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے اُس کو ایک لاکھہ درہم

کو کسی قسم کي واقفیت تھی - ابتدائي مسلمان صوفیوں کی وحدت وجود پر اسکندریا کے نیو افلاطونی فلسفہ کا اثر البتہ پڑا ھے - بہر حال اس مسئلہ کي تاریخ سے یہاں بحث نہیں ' بلکہ ابن ندیم کے اس فقرہ سے فاضل مستشرق کو جو دھوکا ھوا ھے اس کو دور کرنا مقصود ھے ' عربي میں حکمت ' دانائي ' عقلمندی ' اور تمثیلوں کے ذریعہ سے جو عقل اور نصیحت کی باتیں سمجھائی جاتی ھیں ان کو حکمت کہتے ھیں - بیدپا کی کتاب سے مراد یہی کلیلہ دمنہ والی کتاب ھے جس کا مصنف اس کے فارسی ترجمہ کے شروع میں بیدپا پنڈت بتایا گیا ھے (۱) ' اور جس کا موضوع قصوں اور تمثیلوں میں عقل اور حکمت کی باتیں سکھانا ھے - اسی لئے ابن ندیم نے بیدپا کی کتاب حکمت کا نام قصوں اور افسانوں کے ضمن میں لیا ھے فلسفہ کے ضمن میں نہیں لیا ھے -

بہر حال یہہ وہ اھم کتاب ھے جس کو ھندوستان کے دماغ نے پیدا کیا اور عربوں کی کوششوں نے اس کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا - بیرونی لکھتا ھے کہ عبداللہ بن مقفع جو مانی (مجوسی فرقہ) مذھب کا پیرو تھا اس نے اپنے خیال و اعتقاد کے مطابق اصل

---

(۱) یعقوبي جلد اول ص ۹۷ -

والا راجہ" (۱) اور عربی میں تمثیلوں والی کتاب یہی کلیلہ دمنہ سمجھی جاتی ھے - یعقوبی نے لکھا ھے کہ راجہ وابشلیم کے عہد میں بیدپا پنڈت نے یہہ کتاب لکھی (۲) اور فرشتہ میں ھے کہ سلطان محمود کے حملۂ گجرات کے وقت گجرات کے معزول راجہ کے خاندان کا لقب وابشلیم تھا -

پروفیسر زخاؤ کی غلطی

انڈیا کے مقدمہ میں پروفیسر زخاؤ نے ابن ندیم کے حوالہ سے کتاب بیدپانی الحکمۃ (بیدپا کی کتاب دانائی میں) کا نام لیا ھے ' اور اس کی تحقیق یہہ کی ھے کہ بیدپا اصل میں ویدویاس ھے ' جو ویدانت کے بانی تھے - اس لئے دانائی کے فن میں بید پا کی کتاب سے مراد ویدانت ھے - پھر اس غلط قیاس پر ایک اور قیاس کھڑا کر لیا کہ مسلمانوں میں وحدت وجود کا فلسفہ اسی ویدویاس ویدانت کے ترجمہ سے آیا (۳) - ہم کو اس سے انکار نہیں کہ بعد کے مسلمان صوفیوں پر ویدانت کا اثر نہیں پڑا لیکن اس سے انکار ھے کہ اس قدیم عہد میں ویدانت سے عربوں اور مسلمانوں

---

(۱) سفرنامہ ابن حوقل ص ۲۲۷ -

(۲) جلد اول ص ۹۷ -

(۳) مقدمۂ انڈیا صفحہ ۳۳ -

سن کر سراندیب کے ایک جوگی (فقیر) کا سوداگر کے لباس میں اس کے پاس آنا اور تلمیح و اشارہ میں اور حکایتوں اور تمثیلوں میں شاگرد و استاد کا دنیا کے سربستہ رازوں اور کائنات کے لاینحل عقدوں پر تشفی بخش بات چیت اور سوال و جواب ہے - یہہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانوں میں پھیلی اور مذہبی حلقوں میں اس قدر پسند کی گئی کہ عیسائیوں نے اس کو اپنے ایک مقدس ولی کی طرف منسوب کر لیا - مسلمانوں کے ایک فرقہ نے اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بتایا - اخوان الصفا جو چوتھی صدی کی ایک نیم مذہبی اور نیم فلسفیانہ کتاب ہے اور جس کی اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت ہے کہ ایک خاص نظام تخیل (یا اسکول آف تھاٹ) کے طریق پر یہہ کتاب چوتھی صدی میں ایک پوشیدہ انجمن نے رازدارانہ طریقہ پر لکھی تھی اور اسلام کے ایک خاص فرقہ کے نزدیک وہ ایک مذہبی صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے - اس کتاب میں بھی اس بوذاسف و بلوہر کی کتاب کے مختلف ابواب داخل ہیں - تیس برس ہوے کہ مولوی عبدالغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے اس کا عربی سے نہایت سلیس اُردو میں ترجمہ کیا تھا - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب اس کتاب کا یہہ اردو ترجمہ چھپا اور میرے نگراں عزیز کے پاس یہہ آئی تو اس وقت میں عربی کی معمولی کتابیں پڑھتا تھا - میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے

کتاب کے ترجمہ میں تحریفیں کی ھیں - میری دلی خواھش تھی کہ اس کی اصل کتاب پنچ تنتر سے صحیح اور ایماندارانہ ترجمہ کرنے کا مجھے موقع مل سکتا (۱) ' مگر معلوم ھوتا ھے کہ بیرونی کو اس کا موقع نہ مل سکا - یہہ کتاب عربی میں عام ھے اور بچوں کے نصاب میں آج کل بھی کہیں کہیں داخل ھے -

ھندی حکمت و دانش کی دوسری کتاب "بوذاسف و بلوھر" ھے ' جس کی شہرت گو کلیلہ دمنہ سے کم ھے مگر اس کی اھمیت اور بلندی اس سے کہیں بہت بڑھکر ھے - ابن ندیم نے اس کا ذکر ان ھندی افسانوں میں کیا ھے جو عربی میں ترجمہ ھوئے ھیں - اس میں تو کوئی شک ھی نہیں کہ بوذاسف سے بدھہ مطلب ھے - پرانی فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اس لئے بوداسف کی جگہ بوذاسف ھو گیا اخیر حرف سف بقول زخاؤ ستو ھے - بودھی‌ستو کا بوذاسف ھو گیا ھے ' کہ خاص قسم کے واؤ جیسے رومن کی V عربی میں ف ھو جاتی ھے ' اور بلوھر کی اصل زخاؤ صاحب "پروھیتر" سمجھتے ھیں جس کے معنی گرو کے ھیں - اس کتاب میں بدھہ کی پیدایش ' تربیت ' اور پھر ایک اتفاقی واقعہ سے اس کا دنیا سے بیزار ھونا اور اس کی خبر

---

(۱) کتاب الھند صفحہ ۷۶ ؛ (لندن) -

تھا - یہاں وہ اپنے فن کے متعلق بہت سے نادر معلومات
لے کر واپس گیا (۱) -

افسوس ہے کہ اس فاضل کے حالات کا کچھہ زیادہ
علم نہیں ' اور اگر اسپین کا ایک مسلمان مؤرخ قاضي
صاعد اس کا ذکر نہ کرتا تو شاید اس کا نام بھی نہ
معلوم ہوتا -

بیرونی

دوسرا فاضل مشہور حکیم و ریاضی داں خوارزم کا
ابوریحان بیرونی ہے - اس فاضل کو دنیا کی مختلف
قوموں کے خیالات ' معتقدات ' اور مسائل جاننے کا خاص
شوق تھا ' چنانچہ اس کی تصانیف میں سے شاید ہی
کوئی کتاب ایسی ہو جس سے اس کے اس ذوق کا پتہ
نہ چلتا ہو - اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ
ہندوستان سے پہلے بھی ہندوستان اور اس کے علوم کے
متعلق پہلے مصنفین کے ذریعہ سے بہت کچھہ واقف تھا -
اس کے زمانہ تک عربی علوم اور مسلمانوں کی علمی
تحقیقات درجۂ کمال کو پہنچ گئی تھی ' اور جن علوم
کو انھوں نے ہندوؤں ' ایرانیوں ' اور یونانیوں سے سیکھا تھا
ان کو ترقي دے کر بہت کچھہ بڑھا دیا تھا ' بہت سے

---

(۱) طبقات الامم قاضی صاعد اندلسي ص ٥٦ بیروت ' و اخبارالحکما
قفطي ص ۸۵ (مصر) -

کی خواهش ظاهر کی مگر انہوں نے یہہ کہکر دینے سے انکار کیا کہ تم اس کو پڑھکر دنیا سے بیزار هو جاؤ گے اور لکھنا پڑھنا چھوڑ دو گے - اس فقرہ نے میرے شوق کو "ارتکاب جرم" پر آمادہ کر دیا - رات کو جب وہ سو گئے تو ان کی میز پر سے میں یہہ کتاب چپکے سے اتھا لایا اور صبح هوتے هوتے اس کو ختم کر کے پھر میز پر جا کر رکھہ دیا - وہ دن ہے اور آج کا دن ھے کہ میری نظر میں وہ کتاب دنیا کی ان چند کتابوں میں سے ھے جن کی تاثیر گنہگاروں کے دلوں میں بھی گھر کر لیتی ھے اس میں بعض ایسی موثر مثالیں بھی هیں جو آج مسیح کے کلام میں هم کو ملتی هیں اور هم نہیں کہہ سکتے کہ یہہ موتی کس سمندر کی تہہ سے پہلے نکلے هیں -

خاتمہ پر ان دو مسلمان فاضلوں کا ذکر کرنا ھے جو سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں بلکہ هندوستان کے علم و فن کی گنگا سے سیراب هونے کے لئے اس ملک میں آئے اور کامیاب واپس گئے -

تنوخی

ان میں پہلا شخص محمد بن اسماعیل تنوخی ھے - غالباً اس کا زمانہ تیسری صدی هجری (نویں صدی عیسوی) کا هوگا - یہہ نجوم اور هیئت کا مشہور عالم

بھی نہ تھا - مگر بیرونی کی زندگی کی مختلف
تاریخوں کے ملانے سے اتنا پہلے اس کا ہندوستان آنا
صحیح نہیں معلوم ہوتا - گو اس کا سفر ہندوستان میں
پنجاب اور سندھ سے آگے نہیں بڑھا (۱) مگر ہندوستان
کا جو جغرافیہ اس نے کتاب‌الہند میں لکھا ہے اس میں
اس نے پورے ہندوستان کو ناپ دیا ہے اور اپنی دوسری
کتاب قانون مسعودی میں جو اس کے چند سال بعد
اس نے لکھی ہے اس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے
شہروں کا طول بلد اور عرض بلد اس نے لکھا ہے -

بہر حال وہ ہندوستان میں اُس وقت داخل ہوا
جب ہندوستان کی سرزمین سلطان محمود کے حملوں
سے زیر و زبر ہو رہی تھی - مگر عین اُسی وقت علم
و فن کا دوسرا سلطان تن تنہا نہایت اطمینان اور چین
سے ہندوستان کی علمی فتوحات میں مصروف تھا ' اور
اسی سیاسی لڑائی بھڑائی اور خلفشار پر دل ہی دل
میں جل رہا تھا - (۲) اس نے کتاب‌الہند لکھ کر جیسا
کہ ڈاکٹر زخاؤ نے کہا ہے ایک طرف مسلمانوں کو یہ فخر
بخشا کہ ان کے ایک فرد نے ایک ایسی کتاب لکھی
جس نے یونانی سفیروں ' اور چینی سیاحوں کے ہندوستان
کے متعلق بیانات کو تقویم پارینہ بنا دیا ' دوسری طرف

---

(۱) کتاب الہند ص ۱۱ ' (لندن) -
(۲) کتاب الہند بیرونی کا مقدمہ -

غلط مسئلوں کی تصحیح اور ناقص باتوں کی تکمیل کر چکے تھے - اس لئے بیرونی کو جدت پسندي کے سوا ہندوستان کے علوم کے سیکھنے کی کوئی اور وجہ نہ تھی -

بہر حال یہہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ہندوستان کب آیا ، اور یہاں کتنے دن رہا ، اور کہاں کہاں پھرا مگر اتنا معلوم ھے کہ سنہ ۴۰۸ ھ میں خوارزم سے غزنین آیا تھا اور سنہ ۴۲۳ ھ میں غزنین میں اس نے کتاب الہند ختم کی - سلطان محمود اس سے تین سال پہلے سنہ ۴۲۰ ھ میں وفات پاچکا تھا - اب اس کے ہندوستان کے قیام کا زمانہ سنہ ۴۰۸ ھ سے سنہ ۴۲۲ ھ تک معلوم ہوتا ھے جو بارہ تیرہ برس کا زمانہ ھے - فارسي میں حکما اور فلاسفہ کی تاریخ میں ایک کتاب درۃالاخبار ھے جو علی بن زید بیہقی (المتوفی سنہ ۵۶۵ ھ) کی عربی کتاب تتمہ صنوان الحکمۃ کا ترجمہ ھے - اس میں لکھا ھے کہ "اس نے ۴۰ برس ہندوستان میں گذارے" - اگر یہہ مدت صحیح ہو (۱) ، تو گویا ہندوستان میں اس نے پہلا قدم سنہ ۳۸۳ ھ میں رکھا جب غزنویوں کا وجود

---

(۱) یہہ کتاب اورینٹل کالج میگزین لاہور بابت فروری سنہ ۱۹۲۹ ع کے ضمیمہ میں شائع ہونی شروع ہوئي ھے - اصل کتاب میں صرف "دربلاد" ھے ، مگر اڈیٹر نے اصل کتاب تتمۃ سے لے کر اس کے بعد "ہند" کا لفظ بڑھا دیا ھے -

لگے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ تم کس پنڈت کے شاگرد ہو؟ پھر جب میں نے اُن کی علمي حیثیت کي کمزوری دکھانی شروع کی تو وہ مجھے جادوگر یا غیب جاننے والا سمجھنے لگے اور ودیا ساگر کہنے لگے" (۱) ۔

بیرونی کا بڑا کارنامہ یہہ ھے کہ اس نے ھندؤں اور مسلمانوں کے درمیان علمي سفارت کا کام انجام دیا ۔ اس نے عربوں اور ایرانیوں کو ھندؤں کے علوم سے اور ھندؤں کو عربوں اور ایرانیوں کي تحقیقات سے آگاہ کیا ۔ اس نے عربی جاننےوالوں کے لئے سنسکرت سے اور سنسکرت جاننے والوں کے لئے عربی سے کتابیں ترجمہ کیں اور اس طرح وہ قرض ادا کیا جو ہندوستان کا مدت سے عربي زبان کے علوم و فنون پر چلا آرھا تھا ۔ اس نے ھندوستان کے متعلق تین قسم کی کتابیں لکھیں ۔ ایک عربی سے سنسکرت میں، دوسری سنسکرت سے عربي میں اور تیسری ھندي علوم اور مسئلوں کی چھان‌بین اور جانچ پرتال میں ۔

اس کي وہ کتابیں جو اس نے ھندؤں کے لئے لکھیں یہہ ھیں :

(۱) ھندوستان کے جوتشیوں کے سوالات کے جواب ۔

---

(۱) کتاب الہند ص ۱۲ ۔

ہندوستان پر یہہ احسان کیا کہ اُس کے پرانے تمدن ' پرانے علوم ' اور پرانے خیالات کو دنیا میں قائم اور باقی رکھا - اُس وقت کے ہندوستان کے علمی غرور کے متعلق بیرونی کا یہہ فقرہ یاد رکھنے کے قابل ہے - لکھتا ہے کہ " ہندوؤں کو اپنے سوا اوروں کی واقفیت کچھہ نہیں ہے - اُن کو یہہ پختہ یقین ہے کہ دنیا میں اُن کے دیس کے سوا کوئی اور دیس نہیں اور نہ اور کوئی قوم اس دنیا میں بسنےوالی ہے اور نہ اُن کے سوا کسی کے پاس علم ہے یہاں تک کہ جب اُن کو خراسان اور فارس کے کسی عالم کا نام بتایا جاتا ہے تو اُس بتانے والے کو جاہل و نادان سمجھتے ہیں " - پھر کہتا ہے کہ " اگر یہہ لوگ دوسری قوموں سے ملیں جلیں تو اُن کا یہہ خیال درست ہو سکتا ہے " - پھر کہتا ہے کہ " اگلے ہندو پنڈت ایسے نہ تھے - وہ دوسری قوموں سے بھی فائدہ اتھانے میں کمی نہیں کرتے تھے ' چنانچہ وراہ مہر کہتا ہے کہ " یونانی اگر ناپاک اور ملیچھہ ہیں تب بھی اُن کی عزت اُن کے علم کے سبب سے کرنی چاھئے " - آگے چل کر بیرونی کہتا ہے کہ " جب تک مجھے اُن کی زبان نہیں آتی تھی تو اُن کے سامنے میں شاگردوں کی طرح بیٹھتا تھا لیکن جب اُن کی کچھہ زبان آگئی اور میں نے ہیئت اور حساب میں اُن کو مسائل اور دلائل اور تحقیقات بتانی شروع کی تو وہ حیرت میں آگئے اور خود مجھہ سے سیکھنے

(۷) هندی اربعه متناسبه (ترے راشک) کا ترجمه -

(۸) سانکھیه کا ترجمه (فلسفه) -

(۹) پتنجلی کا ترجمه -

(۱۰) وراہ مہر کی کتاب لگھو جاتکم کا ترجمه (ولادت کے بیان میں) -

(۱۱) وسو دیو کے دوبارہ دنیا میں آنے پر ایک رساله ، وغیرہ -

تیسری قسم کی کتابیں یہه هیں :-

(۱) سدهانت ، آریه بهت ، اور کهنڈ یا کهنڈ - جو هندی هیئت کی کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمه هوئی تهیں ان میں مصنفوں یا مترجموں سے جو غلطیاں هوئیں ان کی تصحیح -

(۲) خاص سدهانت پر پانچ سو صفحوں کی ایک کتاب جس کا نام جوامع السوجود بخواطرالهنود هے -

(۳) اس بیان میں ایک رساله که اعداد کے لکھنے کا طریقه باعتبار هندی کے عربی میں زیادہ صحیح هے -

(۴) هندی اصول پر جوتش کے بعض اصول کی تصحیح (فی الارشاد الی تصحیح المبادی علی النمودارات) - قانون مسعودی کے پانچویں مقاله میں بیرونی نے هندوستان کے حسب

(۲) کشمیر کے پنڈتوں کے دس سوالوں کے جواب اور ان کے شبہوں کا حل -

(۳) اصطرلاب پر ایک رسالہ -

(۴) بطلیموس کی مجسطی کا ترجمہ -

(۵) اقلیدس کے مقالے -

(۶) ہیئت پر ایک کتاب -

اس کی دوسری قسم کی کتابیں جو عربی جاننے والوں کے لئے اس نے لکھیں یہہ ہیں :-

(۱) کتاب الهند ، هندوؤں کے عقائد ، علوم اور تحقیقات کا خلاصہ -

(۲) برهم‌گپت کی پانی‌ساسی ذهانت کا عربی میں ترجمہ -

(۳) برهم‌گپت کی برهم‌سدهانت کا ترجمہ -

(۴) چندرگرهن اور سورج‌گرهن پر هندی تحقیقات کا ترجمہ -

(۵) هندوستان کی رقم (آنک) کے حساب و شمار میں -

(۶) حساب سکھانے میں هندوستان کے نقوش کی کیفیت -

چنانچہ اس نے اسی میدان میں اپنے هندسی قاعدہ کے مطابق زمین کے دور کی پیمایش کی (۱) -

علم هیئت اور فلکیات کے متعلق هندوستان اور سنسکرت کا پورا قرض مسلمانوں نے اکبر اور محمد شاہ کے زمانہ میں ادا کیا - اکبر نے زیج الغ بیگی کا جو اسلامی فلکی تحقیقات اور تیموری رصد خانہ واقع مراغہ کے تازہ مشاهدات کا مجموعہ تھا ، سنسکرت میں ترجمہ کرایا (۲) اور محمد شاہ کے زمانہ میں راجہ جےسنگھہ نے جب دهلی بنارس اور جےپور میں رصد خانے قائم کرائے ، تو عربی کی اونچی علم هیئت کی کتابیں سنسکرت میں ترجمہ کرائیں (۳) -

سنجیدہ کھیل

علم اور فن کے ٹھوس اصطلاحات اور مضامین پر بحث سنتے سنتے شاید حاضرین کی طبیعتیں گھبرا گئی هوں اس لئے خاتمہ میں کھیل کی بساط بچھاتا هوں کہ آخر میں تھوڑی دیر کھیلنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے تفریح رهے - دنیا کے دو کھیل مشہور هیں یعنی شطرنج اور چوسر (نرد) دونوں هی هندوستان کے دماغ

---

(۱) قانون مسعودی - اسکا قلمی نسخہ علیگڈھہ مسلم یونیورسٹی کے کتبخانہ میں نظر سے گذرا -

(۲) آئین اکبری -

(۳) سبحۃ المرجان فی تاریخ هندوستان آزاد بلگرامی -

ذیل شہروں کا طول بلد اور عرض بلد بتایا ھے - لوھاور (لاھور) اوستان (اوستھان) جو کشمیر کا پایہ تخت تھا ' نیپال (کہتا ھے کہ یہہ ھندوستان اور تبت کے بیچ میں ایک کمین گاہ ھے) ' ویہند (وادی سندھہ میں ھندوستان کا خاص شہر تھا) ' سیالکوٹ ' مولتان ' تیز (بلوچستان کا بندر) ' سومنات (سومناتھہ) ' نہلوالہ (نہروالہ) ' کھمبایت ' دھار (مالوہ) اوزین (اجین) ' بھروچ وسط ھندوستان میں کالنجر ' ماھورہ (متھرا) ' قنوج (کہتا ھے کہ قنوج کی سلطنت ملک کے بیچ کا حصہ ھے ' اور بڑے بڑے راجاؤں کی راجدھانی رھا ھے ' گنگا کے پچھم ھے) ' ماری (یہہ سلطنت قنوج کی موجودہ راجدھانی ھے) ' گوالیار کا قلعہ ' لوبرانی ' دیبل ' (سندھہ کا بندر) ' کجوراھہ ' اجودھہ (اجودھیا) ' بانارس (بنارس ' کہتا ھے کہ یہہ مقدس شہر ھے اور وھیں آج ھندوؤں کے علوم ھیں) ' جزیرہ لنکا ' جمکوٹ ' تنجاور ' سنگلدیپ ' منکری ' (مہانگری ؟) -

ھندوستان میں بیرونی نے ایک اور عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ھے ' یعنی زمین کا دور ناپنا - عربوں میں زمین کے دور کی پیمایش مامون الرشید نے تیسری صدی ھجری کے شروع میں کرائی تھی ' جس پر اب دو سو برس گذر چکے تھے - بیرونی کو اس کی تحقیق کا بڑا شوق تھا ' ایسے موقع کا میدان اس کو خوارزم یا افغانستان میں نہیں ملا - ھندوستان میں اس کو اتفاق سے ایسا میدان مل گیا ' جس کے ایک طرف پہاڑ بھی تھا '

الغرض یہہ دونوں کھیل دنیا کے ناقابل فیصل مسائل کے عملی فیصلے ہیں - یعقوبی نے لکھا ہے کہ پہلے ایک پنڈت نے چوسر بناکر ایک راجہ کے نذر کیا تھا اور اس میں جبر کے مسئلہ کی اس کو تلقین کی تھی' اس کے بعد دوسرے پنڈت نے شطرنج بناکر پیش کی' جس میں اختیار کے مسئلہ کا ثبوت ہے - الغرض ان دونوں کھیلوں نے ثابت کر دیا کہ جس طرح انسان اپنی سنجیدہ منطقی اور فلسفیانہ دلیلوں سے جبر و اختیار کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکا ہے اسی طرح عملی کھیلوں کی دلیلوں سے بھی وہ قدرت کے اس کھیل کا پتہ نہیں پا سکتا -

شطرنج کے موجد نے راجہ بارانی (دو روایتیں ہیں) سے جو انعام مانگا تھا وہ بھی حیرت‌انگیز حسابی کھیل ہے - موجد نے انعام یہہ مانگا کہ شطرنج کے پہلے خانہ میں ایک گیہوں کا دانہ رکھا جائے' پھر ہر خانہ میں پہلے خانہ سے دو چند کیا جائے یہاں تک کہ سب خانے پورے ہو جائیں - بظاہر راجہ نے اس کو بہت معمولی انعام سمجھا مگر جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم ہو گئی کہ اس کا عطا کرنا راجہ کے بس میں نہ تھا - یعقوبی اور مسعودی نے اس کا پورا حساب لگا کر بتایا ہے (۱) - مگر اس کو یہاں نقل کرنا پھر

---

(۱) یہہ پورا حال یعقوبی ج ۱ ص ۹۹-۱۰۵ میں ہے - نیز دیکھو مسعودی ج ۱ ص ۱۶۰ (لیڈن) -

کی ایجاد ہیں - عرب مصنفوں میں سب سے بہتر اس مضمون پر یعقوبی نے لکھا ہے - اس نے بتایا ہے کہ یہہ محض کھیل نہیں ہیں بلکہ حساب اور ہیئت کے نازک مسئلوں پر اس کی بنیاد ہے پھر اس نے ان مسئلوں کی تشریح کی ہے کہ یہہ بساط در حقیقت انقلاب روزگار کا نقشہ ہے - اس کے خانے آسمانی بروج ۳۶۰ دن ' ہر دن کے ۲۴ گھنٹے ' ۱۲ گھنٹوں کا دن ' اور ۱۳ گھنٹوں کی رات کا پورا نقشہ ' چوسر کی بساط ' چوسر کے نشانات اور چوسر کے کھیل میں ہے - اور شطرنج کی بنیاد کل ۶۴ خانوں ' پھر ۳۲ ' پھر ۱۶ ' پھر ۸ ' پھر ۴ پر ہے - لیکن ان حسابی داؤں پیچوں کے علاوہ اس نکتہ پر بہت کم غور کیا گیا ہے کہ یہہ دونوں کھیل ہندوستان کے دو مذہبی یا فلسفیانہ مسلکوں یا اسکولوں کی تشریح ہیں - چوسر اس ثبوت میں ہے کہ انسان محض مجبور ہے اور آسمان اور ستاروں کی گردشیں جو کچھہ چاہتی ہیں وہ اُس سے کراتی ہیں - دنیا کے میدان میں کوئی قدم خود اس کے ارادہ اور نیت سے نہیں اٹھتا بلکہ کوئی اور ہے جو اس سے جبراً یہہ قدم اُٹھواتا ہے - ع - در دست دیگرے است سپید و سیاہ ما - اس کے برخلاف شطرنج اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں جو کچھہ ہے وہ انسان کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے - اس کی ہارجیت اور کامیابی یا ناکامی اسی کے دل و دماغ سمجھہ‌بوجھہ اور دوڑدھوپ پر ہے -

ہے کہ چترنگ کھیل کا ذکر راماین وغیرہ میں موجود ہے (۱) - ایرانیوں کے علاوہ یونانیوں ، رومیوں ، مصریوں ، یا یلیوں غرض دوسری پرانی قوموں نے بھی اس کی ملکیت کا دعوی کیا مگر تحقیق کی عدالت میں ہندوستان کے سوا اور کسی کا دعوی مسلم نہ ہو سکا (۲) - اسی کے ساتھہ یہہ نکتہ بھی فراموش نہ کرو کہ خواہ ایران میں اس کا نام پہلے "ہشت رنج" ہو یا ہندوستان میں "چترنگ" ہو مگر عربوں نے اپنی زبان میں انھیں حرفوں کو الٹ پھیر کر جو نام رکھا وہی آج اس کا نام ایران میں بھی ہے اور ہندوستان میں بھی یعنی شطرنج -

---

(۱) دیکھو برٹش انسائکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۱۰۰ ، لفظ چس (Chess) -
(۲) ایضاً -

کھیل کی بساط کو حساب و ریاضی کی درسگاہ بنا دینا ہے -

یہہ دونوں کھیل پہلی ہی صدی ہجری میں ایران سے عرب پہنچ چکے تھے اور ان سب میں نرد یعنی چوسر بہت پہلے پہنچ چکا تھا ، کیونکہ اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور شطرنج اس کے بعد دوسری صدی میں غالباً عباسی دور میں عرب تک پہنچی ہے ، کیونکہ اس کے متعلق دوسری صدی کے مجتہدین اسلام کی رائیں موجود ہیں - لفظ شطرنج کی نسبت اهل ایران کا دعوی ہے کہ یہہ ان کی ملکیت ہے اور اس کی اصل "هشت رنج" ہے (۱) کہ اس میں ۸ خانے ہوتے ہیں - مگر یہہ ایرانیوں کی کھلی زبردستی ہے - شطرنج نام بھی ہندوستان کا مقبوضہ ہے ، اس کی اصل "چترنگ" (۲) (چار عضووالا) ہے ، پھر گو اس کے سب مہروں پر شاہ (بادشاہ) فرزین (وزیر) پیادہ کہہ کر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر دو چیزیں ایسی باقی ہیں جو ہندوستان کی ملکیت کی ناقابل نسخ دستاویز ہیں اور وہ ہاتھی اور رخ ہیں ہاتھی تو خیر ہندوستان کی نشانی ہی ہے مگر رخ نام سواری بھی جس کی ہندی رتھہ ہے ہندوستان سے باہر نہیں مل سکتی - اہل تحقیق کا بیان

---

(۱) یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۱ (لیڈن) -

(۲) سواءالسبیل فی معرفۃالمولد والدخیل پروفیسر (اب ڈاکٹر) آرنلڈ -

(۴) اس کے بعد سب سے اہم عبدالکریم شہرستانی کی (سنہ ۴۶۹ و ۵۴۹ھ) ملل و نحل ہے ، جو کئی دفعہ یورپ مصر اور بمبئی میں چھپ چکی ہے -

متفرق مضامین عبدالقاہر بغدادی سنہ ۴۲۹ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) الفرق بین الفرق (اسلامی فرقوں کی تاریخ) مطبوعۂ مصر ، اور مرتضیٰ زیدی کی اس کتاب المعتزلہ سے لئے گئے ہیں جس کو پروفیسر آرنلڈ نے حیدرآباد کے دائرۃالمعارف میں چھپوایا تھا -

عرب اور ترک و افغان اور مغل فاتحوں میں فرق

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے چونکہ ہندوستان میں جو ترک و افغان و مغل فاتح آئے وہ مسلمان تھے اس لئے ان کی تمام کارروائیوں کا ذمہ‌دار اسلام سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس حقیقت سے ہم سب کو واقف ہونا چاہئے تھا کہ ترک فاتح جو ہندوستان آئے خاص خاص افسروں یا عہدہ داروں کو چھوڑ کر قوم کی مجموعی حیثیت سے وہ اسلام کے نمایندے نہ تھے اور نہ ان کے اصول سلطنت کو اسلام کی طرز حکومت اور اصول فرمانروائی سے کوئی مناسبت تھی ان کے ترک افسر زیادہ تر نومسلم غلام تھے جن کو اسلام کی صلح و جنگ کے قوانین سے شاید واقفیت بھی نہ تھی -

مذھبی تعلقات

ماخذ

اس مضمون کے معلومات کا ماخذ ان کتابوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گذر چکا چار اور نئے ھیں -

(۱) ھندوستانی مذاھب کي وہ روداد جو دوسری صدی ھجري میں یحیی بن خالد برمکی نے تیار کرائی تھی ' جس کا خلاصہ ابن ندیم نے کتاب‌الفہرست میں شامل کر لیا ھے - یہی خلاصہ اس وقت دنیا میں موجود ھے -

(۲) بیت‌المقدس کے ایک فاضل عرب فلسفی و متکلم و مؤرخ مطہر بن طاھر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) کی یادگار تصنیف کتاب‌البدء والتاریخ جو سنہ ۱۸۹۹ ع میں پیرس سے ۶ جلدوں میں شائع ھوئی ھے - اس میں ایک باب ھندوستان کے مذاھب کا بھی ھے -

(۳) تیسری چیز ابوالعباس ایران شہری کی کتاب الدیانات ھے جس کی اصل گو موجود نہیں مگر اس کے اقتباسات بیرونی کی کتاب الهند میں ھیں - اس میں زیادہ‌تر بودھوں کے حالات تھے -

ہو گئے تھے جو زیادہ‌تر (۱) اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے -

مغل ابھی تک مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے - وہ ساتویں صدی ہجری تک کافر سمجھے جاتے تھے - علاؤالدین خلجی (المتوفی سنہ ۷۱۶ ھ) تک فوج میں مغل مسلمان کرکے نوکر رکھے جاتے تھے، چنانچہ علاؤالدین خلجی کے حکم سے دہلی میں بیک وقت چودہ پندرہ ہزار نومسلم مغل سپاہی قتل کئے گئے - (۲)

افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا مگر خود افغان اب تک مسلمان نہ تھے، کافر ہی سمجھے جاتے تھے، (۳) گو خاص کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں یعنی غزنویوں سے سو برس پہلے اسلام کا اظہار کیا تھا، (۴) لیکن افغانوں کے اکثر قبائل محمود غزنوی ہی کے زمانہ میں مسلمان ہونے شروع ہوئے تھے - (۵)

ان کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدایش کے بعد تک مسلمان نہیں

---

(۱) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۴ نولکشور -
(۲) فرشتہ ج اول ص ۱۲۰ نولکشور -
(۳) کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۲۱۸ -
(۴) فتوح‌البلدان بلاذری ص ۴۰۲ (لیڈن) -
(۵) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۱۸ (لیڈن) -

غزنویہ سلطنت جس ملک میں آکر قائم ہوئی وہ اسلامی حدود سلطنت کا سب سے آخری گوشہ تھا - وہاں اسلام نے ابھی پورا قدم بھی نہیں جمایا تھا - سلطان محمود کی فوج میں جو سپاہی بھرتی ہوکر آئے وہ غزنی خلجی ترکوں اور افغانوں کے مختلف قبائل تھے - ہندو بھی اس کی فوج میں داخل تھے (۱) - ترک قبائل کا یہہ حال تھا کہ وہ بیشتر مسلمان نہ تھے - وہ غلاموں کی حیثیت سے ہزارہا کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے اور سلاطین اور امراء ان کو خرید کر اور مسلمان بناکر فوج میں بھرتی کرتے تھے یا وہ خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیا سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے تھے اور مسلمان ہوکر مختلف بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوتے تھے اور آگے چل کر بڑے بڑے افسر ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ بادشاہ بن جاتے تھے - الپ تگین اور سبکتگین جو اس غزنوی سلطنت کے بانی تھے اسی قسم کے ترک غلام تھے - سلطان غوری کے جانشین ایلتمش وغیرہ بھی ایسے ہی تھے - سلجوقی ترک جو چند برسوں کے بعد عظیم‌الشان سلجوقی سلطنت کے بانی ہوئے اسی زمانہ میں اسلامی ملک میں آکر مسلمان ہوئے - یہی حال سلطان محمود کی فوج کا بھی تھا - ترکستان اور ماوراءالنہر کے ترک رضاکار (۲) اس کی فوج میں داخل

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۵ بریل (لیڈن) سنہ ۱۸۶۲ ع -

(۲) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۹ و ۳۲ نولکشور -

تھے - قتیبہ نے کسی وجہ سے (شاید مالی دقت سے) مجبور ہو کر ان کے بتوں کو جلا کر ان سے سونا چاندی کا تھوک نکالنا ضروری سمجھا تو یہہ نہیں کیا کہ ان کو زبردستی توڑ کر جلادیا ہو بلکہ صفائی کے ساتھہ خود صلح کے شرائط میں اس نے یہہ ایک دفعہ طے کرا لی تھی کہ یہہ بت مسلمانوں کے قبضۂ تصرف میں آئیں گے - چنانچہ فریق ثانی نے اس کو منظور کیا لیکن جب جلانے کا وقت آیا تو ترک بادشاہ نے کہا کہ آپ کا میں احسان‌مند ہوں ' اس لئے میں آپکو متنبہ کرتا ہوں کہ آپ ان کو نہ جلائیں کیونکہ ان میں بعض ایسے بت ہیں کہ یہہ جلائے گئے تو آپ کی تباہی یقینی ہے - قتیبہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں خود اپنے ہاتھہ سے ان کو جلاؤنگا - چنانچہ خود اپنے ہاتھہ سے ان میں آگ لگائی لیکن جب اس کا کوئی برا نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو بہت سے ترک بت‌پرستی سے بدعقیدہ ہوکر مسلمان ہو گئے - (۱)

عربوں نے خلفاے راشدین اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں دوران جنگ کے اتفاقی واقعات کو چھوڑکر جن قوموں سے معاہدہ کیا یا صلح کی ان کی عبادت‌گاہوں کو تہیس

---

(۱) یہہ مفصل واقعہ تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۲۴۶ (لیڈن) ' اور کامل ابن‌اثیر ج ۴ ص ۴۰۴ (لیڈن) میں ہے ' اور اخیر تکڑا فتوح‌البلدان بلاذری (لیڈن) ص ۴۲۱ میں ہے -

ھوئے تھے ' (۱) - پھر سلطان محمود سے پہلے اس وقت تک ان اطراف میں نہ اسلامی درسگاھیں تھیں نہ اسلامی تعلیمات کا رواج ھوا تھا ' اور نہ مسلمان علماء پھیلے تھے - ان اسباب سے ان قوموں کے اُس وقت کے طور طریق ' اصول جنگ ' اور طرز عمل کو اسلام نہیں کہا جا سکتا -

برخلاف اس کے وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے اسپین تک پہنچ چکے تھے ' اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک و ایران و ترکستان کو طے کر کے ایک سمت میں کاشغر اور دوسری سمت میں سندھ تک فتح کرچکے تھے ' وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں - اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا - کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنھوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت اٹھائی تھی ' اور ایسے تو بکثرت تھے جنھوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا - اس لئے ان کے طور طریق ' اصول حکومت اور طرز سلطنت خیبر سے آنے والی قوموں سے بالکل مختلف تھے -

سنہ ۹۳ ع میں قتیبہ نے سمرقند فتح کیا - اس زمانہ میں ان اطراف کے رھنےوالے بودھہ مت کے پیرو

---

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل ص ۳٦۳ و کامل ابن‌اثیر جلد ۹ ص ۱۵٦ (لیڈن) ؛ و تاریخ بیهقی مطبوعہ کلکتہ ص ۱۲۷ -

یقین نہیں ' مگر گمان ضرور ھے) اور (۴) کفار — یہہ وہ قومیں ھیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیرو نہیں — اسلام نے اپنی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کا درجہ قومیت اور وطنیت کے امتیاز کے بغیر تمام حقوق میں یکساں قرار دیا ھے — اهل کتاب کے لئے یہہ ھے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ تمام حقوق میں مسلمانوں کے برابر ھیں ' اُن کا ذبیح کیا ھوا جانور کھایا جا سکتا ھے ' ان کي لڑکیوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ھیں ' ان کے جان و مال و مذھب اور عبادتگاھوں کی حفاظت کی سلطنت ذمہ دار ھے — مشابہ اهل کتاب بھي سوا اس کے کہ مسلمان ان کا ذبیحہ نہ کھائیں گے ' اور نہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ھیں ' اور تمام ملکی حقوق میں وہ اهل کتاب بلکہ خود مسلمانوں کے برابر ھیں — اس بنا پر جب کسی غیر قوم میں اسلام کی سلطنت قائم ھو تو سب سے پہلا فرض یہہ ھے کہ یہہ دیکھا جائے کہ وہ قوم ان چار قسموں میں سے کس قسم کے اندر ھے — مگر افسوس ھے کہ اس کا فیصلہ خیبروالی قومیں اخیر تک نہ کرسکیں — ایک طرف تو ان کو ھندوؤں سے جزیہ لینے پر اصرار تھا ' جو صرف اهل کتاب اور مشابہ اهل کتاب سے قبول کیا جا سکتا ھے اور دوسری طرف ان کے معبدوں اور ان کے مراسم کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا جاتا جو جزیہ لینے کے بعد ضروری ھے — انتہا یہ ھے کہ سلطان علاؤالدین خلجی (سنہ ۶۹۶ ھ) تک یہہ فیصلہ نہ ھو سکا تھا

بھی لگنے نہ دی - ایران کے آتش‌کدے ویسے ھی روشن
رھے - فلسطین و شام اور مصر و عراق کے گرجے جو بتوں
اور مجسموں سے پٹے پڑے تھے ویسے ھی ناقوسوں کی
آوازوں سے گونجتے رھے حالانکہ یہہ نومسلم ترک فاتح ان سے
زیادہ دین و مذھب کے پرجوش غازی اور شریعت کے سچے
پیروکار نہ تھے اور نہ ھو سکتے تھے -

عرب اگر غیر مسلموں سے جزیہ لیتے تھے تو اس کے علاوہ
کوئی اور محصول پیداوار کے خراج کے سوا ان سے نہیں
وصول کرتے تھے ، لیکن ترک ، افغان ، اور مغل جو دینداری کے
جذبہ میں آکر غیرمسلم رعایا سے جزیہ وصول کرتے تھے
وہ اس کے ساتھہ اس سے دہ چند دوسرے محصول اور
ٹیکس اپنی مسلمان اور غیر مسلمان رعایا سے لیتے تھے -
لیکن اسلام کے اصول سلطنت میں جس کو عربوں نے
قائم رکھا ، اور جس پر وہ مدت تک عمل پیرا رھے صرف
دو ھی قسم کے محصول تھے ، مسلمانوں سے زکواۃ اور عشر
(پیدوار کا دسواں) اور غیر عسلمانوں سے جزیہ اور خراج -

اصل یہہ ھے کہ اسلام نے دنیا کی تمام قوموں کو چار
حصوں میں تقسیم کیا تھا : (۱) مسلمان ، (۲) اھل کتاب ،
(یعنی وہ قومیں جو کسی ایسی آسمانی تعلیم کی پیرو
ھیں جس‌کا ذکر قرآن مین ھے) ، (۳) مشابہ اھل
کتاب (یعنی وہ قومیں جو کسی آسمانی تعلیم کی
پیروی کی مدعی تو ھیں مگر قرآن میں ان‌کا
نام نہیں آیا ھے ، اس لئے ان‌کے اھل‌کتاب ھونے کا

سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ کے فارسی ترجمہ چچ نامہ میں یہہ واقعہ اس طرح مذکور ہے :-

"محمد بن قاسم نے برہمن آباد (سندھہ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھہ کی اس اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رہیں جس حیثیت میں عراق اور شام کے یہودی عیسائی اور پارسی رہتے ہیں" - (۱)

ایک عرب فاتح کی زبان کی یہہ وہ اہم تصریح ہے کہ اس نے ہندوؤں کو وہی حیثیت دی جو بظن غالب کسی آسمانی تعلیم کے پیرووں کی اسلامی قانون میں ہے ' اور ان کے بت خانوں کو بھی وہی درجہ دیا جو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب کے معبدوں اور عبادت گاہوں کا اسلام میں ہے - سندھہ کے فتوحات کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب فاتحوں نے اپنے شرائط کا پوری طرح لحاظ رکھا - ایک بودھہ مت کے پیرو نے ایک موقع پر ایک ہندو راجہ کو مشورہ دیا :-

"ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد قاسم کے پاس حجاج کا فرمان ہے

(۱) چچ نامہ تاریخ الیٹ ' جلد اول ص ۱۸۶ -

کہ ھندوؤں کا شمار کس طبقہ میں ھے (۱)، اور یہہ ساری ابتری اسی ذو عملی کا نتیجہ تھی لیکن عربوں نے سندھ میں قدم رکھنے کے ساتھہ ایک منٹ بھی اس کے فیصلہ میں توقف نہیں کیا کہ ان اقسام میں سے ھندوؤں کا مرتبہ اسلامی حکومت میں کیا ھے ؟

عرب فاتحوں کے نزدیک ھندو مشابہ اھل کتاب تھے

سندھ کو فتح کرتے ھوئے جب عرب سپہ سالار محمد بن قاسم سندھ کے مشہور شہر الرور (الور) پہنچا تو شہر والوں نے کئی مہینہ تک حملہ آوروں کا پرزور مقابلہ کیا، پھر صلح کی، اور اس میں دو شرطیں پیش کیں، اول یہہ کہ "شہر کا کوئی آدمی قتل نہ کیا جائے، دوسرے یہہ کہ ان کے بت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے" - محمد بن قاسم نے جس وقت ان شرطوں کر قبول کیا تو یہہ الفاظ کہے :-

ماالبد الا ککنائس النصاری والیہود و بیوت نیران المجوس (بلاذري ص ۴۳۹)

(ترجمہ) ھندوستان کا بتخانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاھوں اور مجوس کے آتشکدوں ھی کی طرح ھے -

---

(۱) تاریخ فیروز شاھي ضیاے برني ص ۲۹۰ و ۲۹۱ (کلکتہ) و تاریخ فرشتہ ص ۱۱۰ (نولکشور) -

ملتان کا بت‌خانہ

اسی طرح ملتان کا عظیم‌الشان بت‌خانہ شہر کے فتح ہونے کے بعد بھی صحیح و سالم رہا بلکہ عربوں کی تین سو برس کی حکومت میں بھی وہ بعینہ قائم رہا ' اور تین صدیوں تک برابر وہ عرب سیاحوں کی دلچسپیوں کا مرکز رہا - اخیر شخص جس‌نے اس کا حال بیان کیا ہے (بشاری) وہ سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب میں اس کو دیکھہ گیا ہے - اہل عرب نے اس بت‌خانہ کے وجود سے سیاسی اور مالی دونوں فائدے اتھائے - سیاسی یہہ کہ جب کوئی راجہ ملتان پر حملہ کی تیاری کرتا تو عرب امیر اس کو یہہ کہہ کر ڈرا دیتا کہ اگر تم نے ادھر کا قصد کیا تو ہم اس مندر کو خاک میں ملا دیں گے - یہہ سن‌کر حملہ آور رک جاتے اور مالی فائدہ یہہ اتھایا کہ تمام ہندوستان سے لوگ اس مندر کے جاترے کو آتے تھے اور وہاں جاکر نذر پیش کیا کرتے تھے - عرب امیر اس رقم کو خزانہ میں داخل کرتے تھے ' اور اسی سے اس مندر کے مصارف اور یہاں کے پجاریوں کی تنخواہیں ادا کرتے تھے - (۱)

عرب سیاحوں نے ملتان کے اس بت خانہ کی پوری کیفیت بیان کی ہے - اس مندر میں افراط سے سونا

---

(۱) معجم‌البلدان یاقوت بحوالۂ اصطخری جلد ۸ ص ۲۰۱ (مصر) -

کہ جو اماں چاہے اس کو اماں دو ،
اس لئے ہم کو یقین ہے کہ آپ اس کو
مناسب سمجھیں گے کہ ہم اس سے صلح
کرلیں کیونکہ عرب ایماندار اور اپنے
معاہدوں کے پابند ہیں - " (۱)

دیبل سندھ کا پہلا مقام جہاں عربوں نے حملہ کیا وہاں سب سے بلند عمارت بودھوں کا بت خانہ تھا - محمد قاسم نے قلعہ والوں کو شہر کا دروازہ کھولنے پر مجبور کرنے کے لئے بت خانہ کے بلند منارہ پر جو سب سے اونچا اور باہر سے نظر آتا تھا توپ کا گولہ پھینکا ، لیکن جب شہر کا پھاٹک کھل گیا تو اس بت خانہ کو برباد نہیں کیا - چنانچہ بودھوں کے فنا ہوجانے کے بعد بھی تیسری صدی ہجری تک یہہ عمارت موجود تھی - خلیفہ معتصم (سنہ ۲۱۸ - ۲۲۷ ھ) کے زمانہ میں اس کا ایک حصہ جیل خانے کے کام میں لایا گیا - (۲) محمد قاسم نے خود اس شہر میں اپنی مسجد الگ بنائی (۳) - اسی طرح جب نیروں فتح کیا تو مندر کے سامنے اپنی مسجد الگ قائم کی - (۴)

---

(۱) چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۹ -
(۲) بلاذری ص ۴۳۷ -
(۳) ایضاً -
(۴) چچ نامہ الیٹ ص ۱۵۸ -

نہیں چھوڑ رہا ہے - اور اس نے مسلمانوں
کے لئے جامع مسجد الگ بنائی، پھر
جب ملتان پر قرمطی لوگ (شیعہ
مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ) حکمران
ہو گئے تو جلم بن شیبان نے اس
بت خانہ کو توڑ دیا اور پجاریوں کو
قتل کر دیا، اس کی عمارت کو جو
اینٹ کی تھی اور اونچی جگہ پر تھی
جامع مسجد بنا دیا اور پہلی (محمد
بن قاسم والی) جامع مسجد میں قفل
لگا دیا کہ وہ بنی اُمیہ کی یادگار تھی
اور ان سے اِن کو دشمنی تھی - پھر جب
سلطان محمود نے ملتان فتح کر کے
قرمطیوں کو مٹا دیا تو جامع مسجد
کو بند کر کے پھر (محمد بن قاسم والی)
اصلی جامع مسجد کھلوا دی اور اب وہ
بت خانہ کی جگہ صرف میدان ہے" - (۱)

اسی سلسلے میں بلاذری نے جو تیسری صدی کے اخیر میں تھا یہہ عجیب بات لکھی ہے کہ لوگ اس بت کو حضرت ایوب کا مجسمہ گمان کرتے تھے (صفحہ ۴۴) :-

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۵٦ -

چاندی تھی - دو دو سو اشرفیوں کا عود یہاں جلانے کو بھیجتے تھے' جن کو بیچاری عرب تاجروں کے ھاتھہ بیچ ڈالتے تھے (۱) - یہہ مجسمہ خود بھی اتنا ھی قیمتی تھا - اس کی دونوں آنکھوں کی جگہہ پر بیش‌قیمت پتھر جڑے تھے' سر پر سونے کا تاج تھا (۲) - الغرض سنہ ۳۷۵ھ کے قریب تک بت خانہ عرب امیروں کے زیر حکومت قائم و باقی بلکہ پوری رونق پر تھا' مگر جب ابو ریحان بیرونی سنہ ۴۰۰ھ کے بعد یہاں آیا ھے تو اس نے اس کو بت‌خانہ کے بجائے جامع مسجد پایا - اس تغیر کی وجہ اس نے یہہ لکھی ھے :-

"محمد بن قاسم نے جب ملتان فتح کیا تو اس کی آبادی اور دولت مندی کا سبب اسی بت خانہ کو پایا - تو اس نے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے گلے میں گاے کی هڈی (۳) باندھہ کر یہہ ثابت کیا کہ وہ اس کو کسی عقیدت کی وجہ سے

---

(۱) سفر نامہ ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ -

(۲) سفر نامہ بشاری مقدسی معروف بہ احسن‌التقاسیم ص ۴۸۳' (لیدن) -

(۳) یہہ واقعہ فتوحات سندھہ کی کتابوں میں کہیں مذکور نہیں - معلوم نہیں بیرونی نے کہاں سے لیا -

اپنے مذہب پر قائم رہے ان کے تین درجے
قائم کئے گئے - اعلی طبقہ یعنی دولت
مندوں سے ۴۸ درم ' متوسط لوگوں سے
۲۴ درم ' اور نیچے طبقہ سے ۱۲ درم لئے
گئے - جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا
وہ اس سے معاف کئے گئے اور جو لوگ
اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے انھوں نے
جزیہ دیا ' لیکن ان کی زمینیں اور
جائدادیں ان سے نہیں لی گئیں بلکہ
علی حالہا انہیں کے قبضہ میں رہنے
دی گئیں - (۱)

موجودہ حساب سے ایک درم زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین آنہ کے برابر ہے - اس لحاظ سے یہہ محصول دولت مندوں سے دس روپئے ' متوسطوں سے پانچ روپئے ' اور غریبوں سے ڈھائی روپئے سالانہ کے حساب سے وصول ہوا ہوگا ' اور حسب قاعدہ عورتیں ' بچے ' بوڑھے ' مذہبی عہدہ دار اور پجاری اور معذور لوگ جو کماتے نہیں ' اس سے مستثنی رہے ہونگے - اور مسلمانوں سے جزیہ کے بجائے ڈھائی روپیہ سیکڑہ زکواۃ ' اور زمین کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصہ اور غیر مسلمان سے مقررہ خراج وصول کیا

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ -

حقوق اور اعزاز

سندھ کے فتح ہونے کے بعد برھمنوں کا ایک وفد محمد قاسم کے پاس آیا - محمد قاسم نے اس کی عزت کی برھمنوں نے اس کے سامنے اپنا یہہ مطالبہ پیش کیا کہ ھندو دستور کے مطابق ھمارا قومی درجہ دوسری ذاتوں سے اونچا رکھا جائے - محمد قاسم نے تحقیق کے بعد ان کے اس مطالبہ کو منظور کیا اور ان کو تمام عہدوں پر سرفراز کیا - برھمنوں نے اس کا خاص شکریہ ادا کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر اپنے حاکموں کے گن گائے اور جو ان کو حقوق ملے تھے اس کی ھر جگہ جاکر تعریفیں کیں - (۱)

جزیہ

عرب امیر نے تمام اعلان کرا دیا کہ جو چاھے مسلمان ھو کر ھمارا بھائی بن جائے اور جو چاھے جزیہ دےکر اپنے مذھب پر قائم رھے - چنانچہ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے پرانے مذھب پر قائم رھے -

چچ نامہ میں ھے :-

> "ان میں جو مسلمان ھو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ وغیرہ سے آزاد رھے ' اور جو

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ - ۱۸۳ -

هندو مذهب کي تحقيقات

اس باهمی میل جول کا اثر یہہ هوا کہ عربوں کو هندووں کے مذاهب کی تحقیقات کا شوق پیدا هوا ' چنانچہ یحیی برمکی نے جس کی وزارت کا زمانہ سنہ ۱۷۰ ھ سے سنہ ۱۹۰ ھ تک هے ایک شخص کو هندوستان خاص طور سے اس لئے بھیجا کہ وہ یہاں کی دوائیں اور یہاں کے مذهبوں کا حال لکھہ کر لائے - اس وقت بغداد کا یہہ عالم تھا کہ دنیا کے تمام مذهبوں اور عقیدوں کا وہ اکھاڑہ بنا هوا تھا - عباسی خلفاء اور ان کے بعض فلسفہ پسند امراء کے دربار مذهبی مجلسوں اور مناظروں سے گرم رهتے تھے ' اور دن اور وقت مقرر تھے جن میں ایسی مجلسیں منعقد هوتی تھیں اور هر مذهب والے کو اجازت تھی کہ وہ اپنے مذهب کی دلیلیں پیش کرے اور اسلام پر اعتراضات کرے اور جوابات سنے - ان مجلسوں اور مناظروں میں مسلمان متکلمین سب سے پیش پیش رهتے تھے اور برامکہ کا خاندان خاص طور سے ان لوگوں کی سرپرستی کرتا تھا - عجب نہیں کہ اسی وجہ سے یہہ ضرورت پیش آئی هو کہ هندوستان کے مذهبوں سے بھی واقفیت حاصل کی جاے -

جو شخص اس غرض سے هندوستان بھیجا گیا تھا اس کی بعینہ روداد غالباً محفوظ نہیں هے ' مگر ابن ندیم جس نے اپنی کتاب اس واقعہ کے ۷۰ ' ۸۰ برس بعد

گیا ہوگا - اِس کے علاوہ اہل عرب کی سلطنت میں کوئی اور ٹکس نہ تھا -

ہندو اور مسجد

عربوں کی اس رواداری کا اثر ہندوؤں پر بہت اچھا پڑا - چنانچہ دوسری صدی ہجری میں ایک مقام پر سے جب عربوں کی حکومت اُٹھ گئی اور ہندو قابض ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی مسجد کو ہاتھ نہیں لگایا - مسلمان اس میں برابر نماز پڑھتے ' جمعہ ادا کرتے ' اور جمعہ میں بدستور اپنے خلیفہ کا نام لیتے رہے - (۱)

اس کے علاوہ چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح اصطخری اور ابن حوقل بیان کرتے ہیں کہ کھمبایت سے صیمور تک کے علاقے گو مختلف راجاؤں کی عملداری میں ہیں مگر ہر شہر میں ہر جگہ مسلمان آباد ہیں اور ان کی مسجدیں ہیں جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھتے ہیں - ہندو راجاؤں کے عہد میں شہر کھمبایت کی جامع مسجد کے ٹوٹنے اور بننے کا دلچسپ قصہ آگے آتا ہے -

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

اس کے بعد ہندوستان کے چند فرقوں اور ان کے بتوں کا حال بیان کیا ہے -

۱ - سب سے پہلے فرقہ کا نام مہاکالیہ بتایا ہے ' جو مہا کالی کو پوجتے ہیں ' جس کے چار ہاتھہ ہوتے ہیں ' آسمانی رنگ ہوتا ہے ' سر پر بہت بال ہوتے ہیں ' دانت نکلے ہوتے ہیں ' پیٹ کھلا ہوتا ہے ' پیٹھہ پر ہاتھی کی کھال پڑی ہوتی ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں - ایک ہاتھہ میں اژدہا ' دوسرے میں ڈنڈا ' تیسرے میں ایک انسان کا سر ' چوتھا ہاتھہ اوپر اٹھا ہوا - اس کے دونوں کانوں میں دو سانپ ' اور اس کے بدن میں دو اژدہے لپٹے ہوے ' سر پر کھوپڑیوں کی ہڈیوں کا تاج ' اور انہیں ہڈیوں کا گلے میں مالا -

۲ - دوسرا فرقہ الدنیکتیہ ' الادتبکتیہ (ادت بھکتی) یعنی سورج (آدت) پوجنے والے - اس کی صورت یہہ ہے کہ ایک گاڑی ہے جس میں چار گھوڑے جتے ہیں ' اس کے اوپر ایک بت ہے - وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں ' اس کے گرد گھومتے ہیں ' بخور جلاتے ہیں ' باجہ بجاتے ہیں ' اس پر بہت سی جائدادیں وقف ہیں ' بہت سے پجاری ہیں جو اس بت خانہ اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں ' بیمار ہر طرف سے یہاں آتے ہیں ' اور اپنے خیال میں وہ یہاں سے اچھے ہوکر جاتے ہیں -

لکھی ھے - وہ ایک تحریر کا حوالہ دیتا ھے جو مشہور عرب فلاسفر یعقوب بن اسحاق کندی کے ھاتھہ کی لکھي تھی اور اس پر سنہ ۲۴۹ ھ کي تاریخ پڑی ھوئي تھی - اس میں یحییٰ برمکي کے ایک شخص کو ھندوستان کے مذاھب کی تحقیق کي غرض سے ھندوستان بھیجے جانے کی خبر درج تھی اور اس پر "ھندوستان کے مذاھب اور اعتقادات" کا سرنامہ اور اس کے نیچے مختصر حالات لکھے ھوئے تھے - اس سے اندازہ ھوتا ھے کہ شاید یہہ اسی شخص کی روداد کا خلاصہ ھے -

اس تحریر میں پہلے گجرات کے راجہ ولبھہ راے کے دارالسلطنۃ مہانگر کے بت خانہ کا حال لکھا ھے کہ اس میں سونے' چاندی' لوھے' پیتل' ھاتھي دانت' اور ھر قسم کے بیش قیمت پتھروں اور جواھرات کے بیس ھزار بت ھیں' اور اس میں سونے کا ایک بت ۱۲ ھاتھہ اونچا ھے اور وہ سونے کے تخت پر بیٹھا ھے - یہہ تخت ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں ھے' یہہ کمرہ سپید موتیوں' اور سرخ' سبز' زرد اور آسمانی رنگ کے جواھرات سے مرصع ھے - سال میں ایک دفعہ اس کا میلہ ھوتا ھے - راجہ خود پیادہ وھاں جاتا اور آتا ھے - اس کے آگے سال میں ایک دن قربانی کی جاتي ھے اور لوگ اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے ھیں' پھر مولستان (ملتان) کے بت کا حال لکھا ھے' پھر دوسرے بتوں کا احوال ھے -

۶ – چھٹے راجپوتیه (راجپوت) هیں ' جن کا دهرم راجاؤں کی مدد هے – وہ سمجھتے هیں که راجه کے لئے کام آجانا بھکتی هے –

۷ – ایک اور فرقه هے جو اپنے بال بڑھاتا هے اور ان کو بٹ کر چہروں پر جٹا بنا کر ڈالتا هے – هر طرف بال بکھرے هوتے هیں ' وہ شراب نہیں پیتے ' ایک پہاڑ پر جاتڑے کو جاتے هیں ' عورتوں کو دیکھکر بھاگتے هیں ' آبادی میں نہیں آتے – (۱)

ابن ندیم کے هم‌عصر یا قریب زمانه (سنه ۳۷۵ ھ) کے بیت‌المقدس کے ایک عرب متکلم مطهر (۲) کی کتاب البدء والتاریخ کا بیان زیادہ مفصل هے –

> "هندوستان میں نو سو فرقے هیں ' لیکن ان میں صرف ننانوے کا حال معلوم هے ' اور یهه سب بیالیس مذهب کے اندر هیں ' اور یهه بھی چار اصول کے اندر محدود هیں ' اور ان کی اصل موٹی تقسیم دو هے ' سمنی (بودهه) اوربر همنی –

---

(۱) کتاب‌الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ – ۳۴۹ –

(۲) حاجی خلیفه نے اس کتاب کا مصنف ابو زید احمد بن سہل بلخی کو قرار دیا هے – پیرس اڈیشن کے اڈیٹر نے چند جلدوں پر تو بلخی کا نام لکھا هے ' پھر گذشته بیان کی تصحیح کر کے مطهر بن طاهر نام لکھا هے –

۳ - تیسرا چندر بهکتیه (چندر بهکتی) - یهه چاند کے پجاری هیں - اس کے بت کی گاڑی چار بطوں پر چلتی هے ' بت کے هاتهه ایک بهت بڑا لال هوتا هے جس کو چندر کیت کهتے هیں - چودهویں رات کو جو چاند کے پورے کمال پر پهنچنے کا وقت هے برت رکهتے هیں اور اس رات کو اس کی پوجا کرتے هیں اور کهانا ' شراب ' اور دودهه اس دیوتا کے پاس لاتے هیں - چاند کی پهلی اور چودهویں کو چهتوں پر چڑهکر اس کو دیکهتے هیں اور منتر اور دعا پڑهتے هیں -

۴ - چوتها فرقه بکرنتنیه (۱) نام هے ' جو اپنے کو زنجیروں میں جکڑے رهتے هیں ' سر اور ڈاڑهی کے بال منڈاتے هیں ' ایک لنگوٹی کے سوا تمام بدن ننگا رکهتے هیں ' جو ان کے فرقه میں آتا هے اس کو کهتے هیں پهلے سب کچهه دان کردو -

۵ - پانچواں فرقه گنگایاتره (گنگا جاتری) - اس عقیده کے لوگ تمام هندوستان میں پهیلے هیں - ان کے هاں یهه هے که جو گناه بهی انسان کرے گنگا آکر اشنان کرنے سے وه سب دهل جاتا هے -

---

(۱) اس لفظ کی اصلیت اور اس فرقه کا کچهه حال آگے آئے گا - زیر لفظ "بهکشو" دوسری کتابوں میں بکرنتیه کی جگه بیکر جین کا لفظ هے - بزرگ بن شهریار نے ان کا نام بیکور بتایا هے (ص ۱۵۵) - بیرونی نے ان کو مهادیو کے پجاری کہا هے - دیکهو کتاب الهند ص ۵۸ -

کرنا ' بے بیوی والوں کے لئے ان کے ہاں
جائز ہے تاکہ نسل کم نہ ہو (۱) اور
بیوی والا اگر برا کام کرے تو اس کی
سزا قتل ہے' اور جب ان میں سے کوئی
مسلمانوں کے ہاتھہ پڑ کر پھر ان کے
یہاں واپس جاتا ہے تو اس کو مارتے
نہیں بلکہ اس کے بدن کے تمام بال
مونڈ کر اس کو پراشچت کرتے ہیں '
(اور اس کا وہی طریقہ لکھا ہے جو اب
بھی هندوستان میں جاری ہے یعنی
گائے کی چند چیزوں کو ملاکر پلانا) '
قرابت میں وہ نکاح نہیں کرتے - برهمنوں
کے نزدیک شراب حرام ہے اور ذبیحہ
بھی " -

اس کے بعد هندو دیوتاؤں اور ان کی مختلف پوجا کرنے والوں کی تفصیل دی ہے اور هر دیوتا کی صورت بتائی ہے ' پھر مہادیو ' کالی ' اور مہاکالی ' اور لنگ پوجا وغیرہ کا حال لکھا ہے ' اور اُس کے بعد دو نئے فرقوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام جل بھکتیہ (جل بھکت) ہے جو پانی کی پوجا کرتے ہیں' اور دوسرے کا نام اگنی هوطریہ (اگنی هوتری)

---

(۱) شاید نیوگ کے مسئلہ کا بیان ہو -

سمنی یا تو خدا کے قائل نہیں یا ایسے
خدا کے جو بے اختیار ہے - برہمنی
مذہب والوں میں تین فرقہ ہیں -
ایک توحید اور سزا اور جزا کا قائل
ہے ، مگر رسالت کا نہیں - دوسرا
تناسخ کے اصول پر جزا و سزا کو مانتا
ہے ، لیکن نہ توحید کا قائل ہے اور نہ
رسالت کا " - (۳)

اس کے بعد مصنف نے اہل ہند کی علمی حیثیت کا مختصر بیان کیا ہے ، پھر مقدمات میں دعووں کی شہادت کے ان پرانے طریقوں کا ذکر کیا ہے جو پرانے ہندوستان میں جاری تھے ، مثلاً گرم لوہے کو چھو لینا وغیرہ - اس کے بعد کہتا ہے : -

" مسلمان ان کے نزدیک ناپاک ہیں ،
وہ ان کو اور جس چیز کو وہ چھو دیں
اس کو نہیں چھوتے ، اور گائے ان کے
نزدیک ماں کی طرح معزز و محترم
ہے ، اس کی جان لینے کی سزا ان کے
یہاں قتل ہے ، اور غیر عورت سے ہمبستری

---

(۳) جلد ۴ ص ۹ - ۱۹ (پیرس) ، تیسرے فرقہ کا ذکر چھوٹ گیا ہے -

بیان کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے، اور ایک نئے فرقہ برگسبگیہ (برکش بھکت) کا ذکر کیا ہے جو درختوں کی پوجا کرتا ہے - (۱)

ابو ریحان بیرونی نے کتاب الہند کے گیارھویں باب میں ہندوون کے تمام مذاہب بیان کئے ہیں، اور اس میں سب دیوتاؤں کی صورتیں اور کیفیتیں لکھی ہیں اور خود بت پرستی یا مورتی پوجا کے فلسفہ پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ "یہہ مورتی پوجا صرف ہندوستان کے عوام اور جاہلوں کا دھرم ہے، ورنہ پڑھے لکھے ہندو ایسا نہیں سمجھتے" - پھر گیتا کے چند فقرے نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہہ ہے کہ "بہت سے لوگ مجھکو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ہیں، تو میں ان سے بے پروا ہوں" - پھر کرشن جی کی ایک تقریر نقل کی ہے جس میں ارجن کو خطاب کر کے چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے والوں سے اپنی بیزاری ظاہر کی ہے -

اس کے بعد سات سمندر پار اسپین کے ملک کے رہنے والے ایک عرب مصنف قاضی صاعد (المتوفی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) کا "ایمان بالغیب" ملاحظہ ہو - وہ اپنی کتاب طبقات الامم میں جس میں تمام دنیا کی متمدن قوموں کے علوم کی تاریخ بیان کی ہے، لکھتے ہیں :-

---

(۱) ملل و نحل جلد دوم، اخیر باب -

بتایا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں - رشیوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو مراقبہ اور دھیان کر کے اپنے ظاہری حواس کو بےکار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس قدر وہ مادیت سے الگ ہوں‌گے اتنی ہی روحانیت ان میں پیدا ہوگی - یہ ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں - اخیر میں جوگیوں کا اور اپنی جان بلدان دینے والوں کا حال لکھا ہے -

برہمنوں کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ گاے پوجتے ہیں، اور گنگا سے پار جانا حرام سمجھتے ہیں، اور کسی دوسرے کو اپنے دھرم میں لینا ان کے یہاں جائز نہیں" - اخیر میں یہہ مصنف کہتا ہے : -

> "قیامت اور رسالت پر ان میں سے جس کا یقین نہیں وہ بھی جزا و سزا کو آواگون اور تناسخ کی صورت میں مانتا ہے، اور بت پرستی کا عذر یہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے تو ادراک، علم، اور حس، ہر ایک سے اوپر ہے، اور حواس کی گرفت سے باہر ہے، اسی لئے ایک درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے -"

اس کے بعد مذاهب عالم کے مشہور محقق عبدالکریم شہرستانی کا نام آتا ہے، جس کا زمانہ سنہ ۴۶۹ ھ سے سنہ ۵۴۹ ھ تک ہے - اس نے مطہر مقدسی کے

س کی دو آنکھوں کی جگہ پر دو لال تھے ، اور سر پر سونے کا تاج تھا (۱) - بیرونی نے بتایا ھے کہ یہہ سورج دیوتا کی مورتی تھی ، اور اسی لئے اس کا نام آدت (سورج) تھا - (۲)

دوسری چیز جس کا ان عرب سیاحوں نے بڑی کراھت کے ساتھہ ذکر کیا ھے وہ ان مندروں کا حال ہے جن میں دیو داسیوں کے رکھنے کا دستور تھا - اس قسم کے مندروں کا ذکر جنوبی ھند کے سیاحوں نے زیادہ کیا ھے ، (۳) مگر مقدسی جو سنہ ۳۷۵ھ میں ھندوستان آیا تھا اس قسم کے مندر کا سندھہ میں بھی ذکر کرتا ھے (۴) -

تیسری چیز جس کا ان سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ھے وہ اپنی جان بلدان کرنے والوں کا ذکر ھے ، اور ایسا ایسا حال لکھا ھے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ھوتے ھیں - گنگا میں ڈوب کر جان دینا تو معمولی ھے ، ستی ھونے والی عورتوں کا ذکر بھی اس کے مقابلہ میں کم درجہ ھے -

---

(۱) دیکھو احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۳ و آثارالبلاد قزوینی ص ۸۱ وغیرہ کتب جغرافیہ -

(۲) کتاب الہند ص ۵٦ ، (لندن) -

(۳) سفر نامۂ سلیمان تاجر و ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ (پیرس) -

(۴) احسن التقاسیم ص ۴۸۳ -

"هندو قوم تمام قوموں کے نزدیک هر زمانه میں حکمت کی کان اور دانائی اور عقلمندی کا سر چشمه رهی هے...... ان کا علم الهی اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک سے پاکی هے، ان کے مختلف فرقے هیں، بعض برهمن هیں، بعض ستاره پرست هیں، بعض عالم کے حدوث اور بعض اس کی ازلیت کے قائل هیں، نبوت و رسالت نہیں مانتے، اور حیوانات کو ذبح کرنا اور ان کو تکلیف دینا برا سمجھتے هیں، (اس کے بعد مصنف نے اسپین سے هندوستان کی دوری کا عذر کرکے اس کے زیاده حالات نه جاننے پر افسوس کیا هے، اور هندوستان سے عربی کے ذریعه اسپین تک جو علوم و فنون اور مسائل پہنچے هیں ان کی تفصیل کی هے -" (۱)

عرب سیاحوں نے هندوستان کے جو مذهبی حالات بیان کئے هیں ان میں زیاده‌تر ملتان اور سندھ کے بعض بت‌خانوں کی کیفیت هے، مثلاً یه که ملتان کا مشهور بت لکڑی کا تھا، اس کے جسم پر سرخ کھال لپٹی تھی،

---

(۱) طبقات‌الامم ص ۱۱ - ۱۵ (بیروت) -

برہمن اور سمنی ' ابراہیم اور خضر

مطہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) نے تمام ہندو فرقوں کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے - ایک کا نام برہمنیہ اور دوسرے کا نام سمنیہ بتایا ہے - لیکن عجیب بات یہہ ہے کہ بعض عرب مصنفوں کو لفظ برہمن کی مشابہت سے اتنا حسن ظن پیدا ہوا کہ انہوں نے یہہ فرض کر لیا کہ برہمن درحقیقت حضرت ابراہیم کے پیرو ہیں - اسی لئے ان کو برہمن کہتے ہیں - لیکن شہرستانی نے اس غلطی کو دور کیا اور بتایا کہ یہہ برہم کی طرف نسبت ہے ' ابراہیم کی طرف نہیں - برہمنوں کا حریف فریق سمنیہ در اصل عربی میں بودھوں کا نام ہے - (اس تحقیق پر آیندہ مفصل بحث آتی ہے -) بدھہ کے متعلق اس کے پیرووں کا جو یہہ عقیدہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً انسانوں میں اکثر ظاہر ہوا کئے ہیں ' اس سبب سے بعض نیک نیت لوگوں نے یہہ تطبیق دی کہ یہی بدھہ ہیں جن کو مسلمان خضر کہتے ہیں - (۱)

دو قوموں کے درمیان اس وقت تطبیق کی ضرورت پیش آتی ہے جب ان کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتہ ور اتحاد پیدا ہوتا ہے - یہہ دونوں مثالیں ان دونوں قوموں کے اسی دور کی یادگار ہیں -

---

(۱) دیکھو ملل و نحل شہرستانی -

ابو زید سیرافی کہتا ہے کہ "ان لوگوں کو تناسخ اور آواگون پر اتنا یقین ہے کہ اپنے کو آگ میں زندہ جلا دینا معمولی بات ہے - کوئی جب اپنے کو جلانا چاہتا ہے، تو راجہ سے اجازت لیتا ہے، پھر بازاروں میں پھرتا ہے، دوسری طرف آگ خوب بھڑکائی جاتی ہے، اور جھانجھہ بجائی جاتی ہے، اس کے رشتہ دار، اس کے چاروں طرف جمع رہتے ہیں، پھر پھولوں کا ایک تاج بنا کر جس میں شعلے رہتے ہیں اس کے سرپر رکھتے ہیں، سر کی کھال جلنی شروع ہوتی ہے، اور وہ اُسی طرح کھڑا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ جل کر چتا میں کود پڑتا ہے" - ایک اور منظر یہہ ہے کہ ایک شخص خنجر سے خود اپنا سینہ آپ چاک کرکے ہاتھہ ڈال کر اپنا دل اندر سے نکال لیتا ہے اور یہہ تمام کام پورے اطمینان کے ساتھہ ادا کرتا ہے - (۱)

سب سے دردناک منظر کا نقشہ ابن الفقیہ نے کھینچا ہے کہ "ملتان کے ایک مندر میں ایک شخص آیا جو اپنے سر اور انگلیوں پر تیل میں بھیگی ہوئی روئی لپیٹے ہوئے تھا، وہاں آکر اس نے ان میں آگ لگا دی، ور یہہ بتیاں بھی جلتی ہوئی اس کے بدن تک پہنچ گئیں، اور وہ اسی اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھہ جل کر خاک ہو گیا" - (۲)

---

(۱) سفرنامہ ابو زید صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۸ -

(۲) آثار البلاد قزوینی ص ۸۱ -

کہ اسلام کے عقل پرست فرقہ معتزلہ کے ایک بڑے امام نظام پر اس نے یہہ غلط الزام لگایا ھے کہ اس نے نبوت کے انکار کا مسئلہ برھمنوں سے اور یہہ مسئلہ کہ حق و باطل میں تمیز محال ھے ' کیونکہ ھر طرف دلیلیں قوی اور پرزور ھوتی ھیں ' اس نے "سمنیہ" سے سیکھا ' پھر مرتضی زیدی کی کتاب المعتزلہ میں پڑھا کہ "ھارون الرشید کو ھندوستان کے سمنیہ نے اسلام پر یہہ اعتراض کھلا بھیجا" - اس فقرہ نے یہہ توجہ دلائی کہ اس فرقہ کا تعلق ھندوستان سے ھے - اس کے بعد سندھ کے حالات کی تحقیق میں سمنیہ کا نام باربار ملا ' اور الیٹ صاحب کو دیکھا کہ پروفیسر مولر وغیرہ کے حوالہ سے کہتے ھیں کہ ان سے مراد "بودھہ مت والے" اور اس لفظ کی سنسکرت اصل "سرمن" ھے جس کے معنی ایک مذھبی فقیر کے ھیں - الیٹ صاحب یہہ بھی کہتے ھیں کہ یونانی سیاحوں اور مؤرخوں نے بھی ان کو سرامینس ' سرمینیا ' اور سیمونی کے الفاظ سے یاد کیا ھے (۱) - الیٹ صاحب کے اس بیان سے تھوڑا پتہ آگے چلا ' مگر اس کے بعد ابن ندیم کی کتاب الفہرست نے اس معمے کو بالکل حل کر دیا اور اس سے مجکو پوری تشفی ھو گئی اور یہہ بھی معلوم ھو گیا کہ یونانیوں میں یہہ نام کیوں کر آیا -

---

(۱) انڈیا ' الیٹ ج ۱ ص ۵۰۶ -

پیغمبر اسلام کا ایک ادب شناس ھندو راجہ

سنہ ۱۴۷ ھ میں جب منصور عباسی کے زمانہ میں حوصلہ مند سادات علوی نے حکومت کے قیام کا ارادہ کیا تو سندھ میں بھي اس کا سامان ھوا، مگر پانسہ الٹ گیا اور علویوں کو کامیابی نہ ھوئی اس وقت ان کو ایک جاے پناہ کي تلاش ھوئي، ھند کا مسلمان والی جو سادات کا ھمدرد تھا اس نے ان سے کہا آپ لوگ گھبرائیں نہیں، یہاں ایک راجہ ھے جو رسول اللہ صلعم کی بڑی عزت کرتا ھے، آپ لوگ اس کے ھاں چلے جائیں، چنانچہ وہ چلے گئے - راجہ نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا استقبال کیا اور وہ بڑے آرام سے وھاں رھنے لگے - (۱)

سمنیہ

ابھی اوپر کي سطروں میں سمنیہ فرقہ کا ذکر ھوا ھے اور کہا گیا ھے کہ عربوں میں یہہ بودھہ مت والوں کا نام تھا - میں اس تحقیق کے نتیجہ اور اس کے دلائل تک ایک مدت کے جمع معلومات کے بعد پہنچا ھوں -

سب سے پہلے اس فرقہ کا نام عبدالقادر بغدادی جس نے سنہ ۴۲۹ ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) میں وفات پائی ھے اس کی کتاب الفرق بین الفرق میں اس تقریب سے نظر آیا

---

(۱) کامل ابن اثیر واقعات سنہ ۱۴۷ ھ -

کیفیت هے ' اس کے حالات لکھے تھے -
یہہ رسالہ دستور کی طرح تھا ؛ اس میں
لکھا تھا کہ سمنیہ کے پیغمبر کا نام
بوذاسف تھا ' اور پرانے زمانہ میں اور
اسلام سے پہلے ماوراءالنہر (تریبنز او کیشینا)
کے لوگ اسي مذهب کے پیرو تھے ' اور
سمنیہ کا لفظ سمنہ کی طرف نسبت هے -
یہہ لوگ تمام زمین والوں اور تمام دوسرے
مذهب والوں سے زیادہ سخي هوتے هیں -
اور یہہ اس وجہ سے کہ ان کے پیغمبر
بوذاسف نے ان کو یہہ بتایا هے کہ سب
سے بڑا گناہ جو ناجائز هے ' اور جس کا
انسان کو کبھی نہ اعتقاد رکھنا چاهئے '
اور نہ عمل کرنا چاهئے ' یہہ هے کہ کوئی
اپني زبان سے " نہیں " نکالے - تو ان کا
اسی نصیحت پر عمل هے ' اور نہیں کہنا
ان کے نزدیک شیطان کا کام هے ' اور ان کا
مذهب شیطان کو دور کرنا هے - (۱)

یہہ حرف بودهہ مت کی تصویر هے ' اور گذر چکا هے کہ بوذاسف کی اصل " بودهی ستو " هے ' اور یہہ بھی معلوم هے کہ اسلام سے پہلے ایشیاے وسطی کا

---

(۱) الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ -

سمنیہ کی تحقیق

حمزہ اصفہانی جس نے اپنی کتاب تاریخ ملوک الارض (زمین کے بادشاہوں کي تاریخ) سنہ ۳۵۰ ھ میں تقریباً لکھی ھے اور جو ایران اور خراسان کی تاریخ کی سند ھے، وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں (۱) لکھتا ھے :-

"دنیا میں پہلے صرف دو ھی فرقے تھے، ایک "سمنیین" اور دوسرے کلدانیین (کالدیا والے) - سمنیین پورب کے ملکوں میں تھے، اور ان کے کچھہ باقي افراد اب بھی ھندوستان کے گوشوں میں اور چین میں ھیں اور خراسان والے ان کو "شمنان" جمع کی حالت میں اور شمن واحد کی حالت میں کہتے ھیں" -

اس سے یہہ معلوم ھو گیا کہ عربوں نے بودھوں کا یہہ نام خراسانیوں سے سنا اور وھی ان میں رائج ھوا - اصفہانی کے بیان کے ساتھہ ابن ندیم (سنہ ۳۷۵ ھ) کا یہہ پرمعلومات بیان ملاؤ -

"میں نے ایک خراسانی کے ھاتھہ کی تحریر پڑھی جس نے خراسان کی پرانی اور پھر نئے زمانہ میں جو اس کی

---

(۱) تاریخ ملوک الارض ص ۷ ؛ مطبوعہ کاویانی (برلن) -

شہرستانی نے جو پانچویں صدی ہجری کے اخیر (گیارھویں صدی عیسوی) میں تھا، سمنیہ کے بجاے بد کا لفظ استعمال کیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس مذہب سے پوری واقفیت تھی - وہ کہتا ہے کہ "بد (بدھ) سے مراد وہ وجود ہے، جس کا ظہور نہ تو پیدایش سے ہوتا ہے اور نہ وہ بیاہ شادی رچاتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ بوڑھا ہوتا ہے، اور نہ مرتا ہے - یہہ گویا نروان کے بعد درجہ کا ذکر ہے - اس کے بعد اس نے گوتم بدھ کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ وہ دس گناہوں سے بچے، اور دس اخلاقی فرائض کو ادا کرے - ان میں سے ہر ایک کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ مجھے جہاں تک ان کے اصول کا علم ہے ان میں عالم کی ازلیت اور تناسخ کے قاعدے سے جزا و سزا بھگتنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے - (۱)"

مطہر بن طاہر نے کسی عربی جغرافیہ کی کتاب المسالک سے (ابن خردازبہ والی نہیں، مگر جس کی تصنیف کی تاریخ یقیناً تیسری صدی کا آخر یا چوتھی صدی کا شروع ہوگا) اور ابن ندیم نے کندی کے علاوہ کسی اور کی تحریر سے یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ "سمنیہ میں دو فرقے ہیں، ایک وہ جو یہہ یقین کرتا ہے کہ بدھ

---

(۱) ملل و نحل شہرستانی، مذاہب ہند -

مذهب بودهه هی تها اس بیان کے بعد اس میں کوئي شبهه نهیں رہ جاتا که سمنیه اور بودهه ایک چیز هیں -

سمنیه کے اصول

عبدالقادر بغدادي سنه ۴۲۹ ھ (سنه ۱۰۳۷ ع) نے سمنیه کے ایک اصول کا ضمناً تذکره کیا هے ' جس کو عربی اصطلاح میں "تکا فئو ادله" کهتے هیں جو ایک طرح سے لا اور یه (اگناسٹک) فرقه کے اصول کے قریب هے اور اس کے معنی یهه هیں که دنیا میں حق اور باطل اس طرح ملے هوئے هیں که هر شے کے نفیاً یا اثباتاً هاں اور نهیں دو رخ هو سکتے هیں ' اور دونوں میں سے کسی کو نه غلط کهه سکتے هیں اور نه صحیح کهه سکتے هیں - اس میں شک نهیں که یهه اصول بدهه کی بعض تعلیمات میں هیں ' لیکن یهه اصول سب سے زیاده جینیوں کے هاں نمایاں هیں -

بودهه کا دوسرا اصول جس پر اس کے مت کي بنا هے وه دنیا یا زندگی کے دکهه ' برائي یا مصیبت سے چهتکارا هے - اسی برائی دکهه اور مصیبت کو ابن ندیم نے شیطان کے لفظ سے تعبیر کیا هے جو بدیوں کا مرکز هے ' اور یهه کها هے که "سمنیه کا مذهب شیطان کو دور کرنا هے" یعنی بدیوں اور دکهوں سے نجات پانا هے -

ان کی طرف منھہ کرتے ہیں - ان میں
جو سمجھدار ہیں وہ یہہ سمجھتے
ہیں کہ اس مورت کی حیثیت محض
قبلہ کي ہے ' اور اصل نماز خدا کی
ہے ' اور جو نادان ہیں وہ ان بتوں کو
خدا کا درجہ دیتے ہیں اور اُن کو
پوجتے ہیں " - (۱)

بدھہ کی صورت

دنیا کے تمام رہنماؤں میں غالباً بدھہ ہي کي ایسي ذات ہے جس کی شکل و صورت اس کے مجسمہ اور مورتی کی بدولت ہزاروں سال گذر جانے کے باوجود دنیا کے سامنے ہے ' اور عجائب‌خانوں کے ذریعہ سے تو اب دنیا کے گوشہ گوشہ میں موجود ہے - اہل عرب بھی بدھہ کی اس شکل و صورت سے واقف تھے - ابن ندیم نے ان لفظوں میں اس کي تصویر کھینچی ہے (۲) : -

" ایک شخص ایک تخت پر بیٹھا '
چہرہ پر بال نہیں ' تھڈي نیچے جھکی
کسی قدر مسکراہت ' انگلیاں بند اور
کچھہ کھلی " -

---

(۱) تاریخ مسعودي (مروج‌الذہب) جلد اول ص ۲۹۸ (لیڈن) -
(۲) ابن ندیم ص ۳۴۷ -

خدا کا پیغمبر تھا ' اور دوسرے کا اعتقاد ھے کہ بدھہ خود خدا تھا جو اس اوتار میں دنیا میں ظاھر ھوا " (۱) - یہہ تعبیر حقیقت میں اس اختلاف کی ھے کہ بودھہ مت میں خدا کا وجود ھے یا نہیں ؟ اس مت کا ایک فرقہ خدا کے نام سے کسی وجود کا قائل نہیں اور دوسرا قائل ھے ' اور حقیقت یہہ ھے کہ خود بدھہ نے اس مسئلہ کو بالکل گنجلک رکھا ھے - محمد خوارزمی چوتھی صدی ھجری کے اخیر میں کہتا ھے کہ " سمنیہ بت پرست ھیں ' اور قدم عالم ' تناسخ کے ' اور اس کے قائل ھیں کہ زمین ھمیشہ نیچے کو جا رھی ھے - ان کے پیغمبر کا نام بوذاسف ھے جو ھندوستان میں پیدا ھوا ' اور یہہ لوگ ھندوستان اور چین میں ھیں - کلدانی بھی اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ھیں " - (۲)

مشہور متبحر عرب مؤرخ اور سیاح مسعودی (سنہ ۳۳۳ ھ) چین کے حال میں لکھتا ھے :-

" ان کا مذھب پہلے لوگوں کا مذھب ھے ' اور یہہ ایک فرقہ ھے جس کا نام سمنیہ ھے ' جن کی پوجا کا طریقہ وھی ھے جو اسلام سے پہلے قریش کا تھا - بتوں کو پوجتے ھیں ' اور دعاؤں میں

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۴۷ و کتاب البدءوالتاریخ جلد ۴ ص ۱۹ -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی ' ص ۳۶ ' (لیڈن) -

اسی طرح جنوبی هندوستان اور جزائر میں وہ اس مذهب کے اثرات پاتے تھے -

بهکشو

چنانچه ابو زید سیرافی، جس نے تیسری صدی کے آخر میں جنوبی هندوستان، جزائر، اور چین کا حال لکھا هے، وہ بودهه فقیروں کا ذکر کرتا هے، اور ان کا نام بیکرجی لکھتا هے، جو شاید بهکشو کی خرابی هے، کیونکه لفظ کی صورت کے علاوہ معنی کی صورت بھی انهیں پر پوری اترتی هے - سیرافی کہتا هے :-

"هندوستان میں ایک گروہ هے جس کا نام 'بیکر جیین' هے - یه ننگے هوتے هیں، ان کے بالوں کی لٹیں اتنی بڑی هوتی هیں که وہ پهیل کر ستر چهپا لیتی هیں، ان کے ناخن بہت بڑے هوتے هیں، وہ ان کو کتاتے نهیں چاهے توت جائیں، یه همیشه شهر به شهر پهرا کرتے هیں، ان میں سے هر ایک کی گردن میں آدمی کی ایک کهوپڑی تاگے میں بندهی هوئی پڑی رهتی هے، جب ان کو زیادہ بهوک لگتی هے تو وہ کسی کے دروازے پر کهڑے هو جاتے هیں، مکان والا جلدی سے پکے هوے چاول لے کر خوش خوش آتا

بدھہ کی ایک مورتی بغداد بھی گئی تھی - ابن ندیم نے اس کو دیکھا تھا اور اس پر ایک کتبہ بھی تھا - (۱)

بودھہ مت کی وسعت

اہل عرب کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بودھہ مت کن کن ملکوں میں پھیلا تھا - ابھی ابن ندیم کا بیان گذر چکا ہے کہ خراسان اور ماوراءالنہر یعنی ایشیاے وسطی کا مذہب اسلام سے پہلے بودھہ تھا ' اسی طرح انھیں یہہ بھی معلوم تھا کہ چین میں بھی یہی مذہب ہے ' اور وہ ہندوستان سے گیا ہے - اکثر عرب سیاحوں نے اس کا ذکر کیا ہے - سب سے پہلا عرب سیاح جس کا سفرنامہ ہمارے پاس ہے ' یعنی سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ (سنہ ۸۳۷ ع) وہ اپنے سفرنامہ میں کہتا ہے :-

> "چین کے مذہب کی اصل ہندوستان سے ہے ' اور وہ کہتے ہیں کہ یہہ بدھہ کی مورتیاں ہندوستان ہی نے ہمارے لئے بنائی ہیں - ان دونوں ملکوں کے لوگ آواگون (تناسخ) کے مسئلہ میں ایک ہیں ' اور دوسری معمولی باتوں میں ان میں اختلاف ہے" - (۲)

---

(۱) ابن ندیم ص ۱۹ -

(۲) سفرنامہ سلیمان تاجر مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع صفحہ ۵۷ -

تھی ' وہ بھی گلے میں رنڈ مالا ڈال کر جنگل جنگل پھرتے تھے - (۱)

جوگی

جوگیوں اور تارک الدنیا فقیروں کے حالات بھی ان کتابوں میں لکھے ہیں ' مگر ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعہ ہے جس کو سلیمان تاجر نے نویں صدی عیسوی کے بیچ میں اپنے مشاہدہ سے لکھا ہے - کہتا ہے :-

"ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جو ہمیشہ پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے ہیں ' اور لوگوں سے بہت کم ملتے ہیں ' بھوک لگتی ہے تو گھانس پات یا جنگل کے پھل کھا لیتے ہیں ...... ان میں بعض ننگ دھڑنگ ہوتے ہیں ' چیتے کی کھال کا کوئی ٹکڑا البتہ ان پر پڑا رہتا ہے - میں نے اسی طرح ایک شخص کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا - ۱۶ برس کے بعد جب پھر میرا ادھر سے گذر ہوا تو میں نے اس کو اسی طرح اور اسی حال میں پایا ' مجھے تعجب ہوتا تھا کہ دھوپ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۸ -

ہے اور ان کو پیش کرتا ہے - وہ اسی
کھوپڑی میں لے کر ان کو کھا لیتے ہیں -
جب ان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہر
سے واپس چلے جاتے ہیں، پھر صرف
بھوک کے وقت وہ نکلتے ہیں - (۱)

بزرگ بن شہریار ناخدا نے سنہ ۳۰۰ ھ میں سراندیپ سے گذرتے ہوئے اس قسم کے فقیروں کو دیکھا تھا - اس نے بھی ان کی یہی تصویر کھینچی ہے اور ان کا نام بیکور بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہہ گرمی میں بالکل ننگے رہتے ہیں اور صرف چار انگل کی لنگوٹی باندھتے ہیں اور جاڑوں میں چٹائی اوڑھتے ہیں، اور مختلف رنگ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا سی لیتے ہیں، اسی کو پہنتے ہیں، بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈی کی راکھہ ملتے ہیں، اور گلے میں انسان کی کھوپڑی لٹکاتے ہیں، اور عبرت اور خاکساری کے لئے اسی میں کھاتے ہیں (۲) -

لیکن بیرونی نے اس قسم کے فقیروں کو مہادیو کے پجاری کہا ہے، ان کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی

---

(۱) سفرنامہ ابوزید سیرافی ص ۱۲۷ و ۱۲۸ -
(۲) عجائب الہند بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۵۵ (لیڈن) -

سمنیہ اور "حصریہ"

کہیں اوپر ایک واقعہ یہہ گذرا ہے کہ مشہور فلاسفر اور متکلم نظام معتزلی، جو دوسری صدی ہجری کے آخر (آٹھویں صدی عیسوی) میں تھا اور خلیفہ مامون الرشید کا استاد تھا، اس پر اس کے دشمنوں نے جو غلط الزام لگائے تھے، ان میں ایک یہہ تھا کہ اس نے جوانی میں مجوسیوں اور سمنیوں کی صحبت اُٹھائی تھی، اور "تکافؤ ادلہ" کا مسئلہ اس نے سمنیوں سے سیکھا تھا، اور فلاں مسئلہ فلاں سے فلاں مسئلہ فلاں سے اس کی فہرست دی گئی ہے۔ بہر حال یہ عبارت کتابوں میں یکساں درج ہے - لیکن صرف ایک لفظ میں ہر جگہہ نئی تحریف ہے، سب سے قدیم کتاب جس میں یہ عبارت مجکو ملی ہے، اور وہ عبدالقادر بغدادی (المتوفی سنہ ۴۲۹ ھ سنہ ۱۰۳۷ ع) کی کتاب الفرق بین الفرق ہے - اس کتاب میں یہ لفظ "سمنیہ" (سمنیہ) لکھا ہے لیکن ایک اور مستند محدث و مؤرخ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ ھ نے اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے مگر "سمنیہ" کی جگہہ پر "حصریہ" لکھا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب الانساب کے اس قدیم نسخہ میں ہے، جس کو گب میموریل لندن نے سنہ ۱۹۱۲ ع میں زنکوگراف کے ذریعہ سے بعینہ چھاپا ہے - "حصریہ" نام کسی فرقہ کا وجود نہیں معلوم، غالباً اسی لئے کسی نے اس کو "دھریہ" کردیا ہے جیسا کہ مولنا شبلی کی علم الکلام کی منقولہ عبارت میں

کی تمازت سے اس کی آنکھہ کیوں نہ
بہہ گئی" - (۱)

سندیہ اور اسلام

سندیہ کے ساتھہ مسلمانوں کے تعلقات خراسان ، ترکستان اور افغانستان سے شروع ہوتے ہیں ، اور رفتہ رفتہ وہ ہندوستان تک بڑھتے چلے آتے ہیں - چنانچہ بلخ کے نووہار (نوبہار) کے متولی برمکیوں سے لے کر ان ملکوں کے معمولی بودھوں نے بھی اسلام قبول کرنے میں کچھہ زیادہ پس و پیش نہیں کیا - یہی صورت ہم کو سندھہ میں نظر آتی ہے - پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے خاتمہ پر یعنی سندھہ کی فتح کی چند ہی سال کے بعد جب بنو امیہ کے دیندار اور برگزیدہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سندھہ کے لوگوں کو اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو بہت سے راجاؤں نے اسلام قبول کر لیا - (۲)

اسی طرح ملیبار ، مالدیپ ، اور بعض دوسرے جزیروں میں بھی ہم کو اسی قسم کے حالات ملتے ہیں - ہم نے اس قسم کے واقعات اپنے ایک سلسلہ مضمون میں جس کا عنوان "ہندوستان میں اسلام" ہے مفصل بیان کئے ہیں ، اس لئے یہاں ان کے دہرانے کی حاجت نہیں -

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۵۰ ، ۵۱ -
(۲) فتوح البلدان بلاذری ، فتح سندھہ -

شاید گروا رنگ ہو یا زعفرانی - یہ رنگ ان کے مذہبی پیشواؤں کي پہچان تھی -

بدھ اور بت

اس موقع پر ایک اور لفظ کي طرف اشارہ کرنا ہے ' اور وہ لفظ بت ہے ' جس سے بت پرست اور بت خانہ بنے ہیں - اس کو عام طور سے ایک فارسی لفظ سمجھا جاتا ہے ' لیکن حقیقت میں یہ لفظ "بدھ" سے "بد" اور "بد" سے "بت" بنا ہے - چونکہ بدھ کی مورتي کی پوجا ہوتي تھی اس لئے "بد" کے معنی ھي فارسی میں بت ہو گئے - اسی لئے عربی میں اس بت کو "بد" کہتے ہیں اور اس کی جمع "بدوہ" آتی ہے - (۱)

سسلي کا بت ہندوستان میں

عربوں کو یہہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بتوں اور مجسموں کے گاھک زیادہ تر ہندوستان کے لوگ ہیں ' اسي لئے یہہ بات تعجب سے سنی جائےگی کہ امیر معاویہ نے (سنہ ۴۶ ھ میں) جب سسلي (اٹلی) پر حملہ کیا تو وھاں سے ان کو سونے کے اسٹیچو اور مجسمے ھاتھہ آئے ' انھوں نے چاھا کہ نفس سونے کی مالیت کے

---

(۱) دیکھو فہرست ابن ندیم ص ۳۴۷ و سفرنامۂ سلیمان ص ۵۵ و ۵۷ و کتاب البدءوالتاریخ ص ۱۹ و ملل و نحل شہرستانی ص ۲۴۰ -

ہے – مگر یہ صریحی تحریف ہے – اس لفظ سمنیہ اور حصریہ کے اختلاف پر میں دیر تک غور کرتا رہا ، اور آخر بحمداللہ ایک نتیجہ پر پہنچ کر مجھے بالکل اطمینان ہو گیا – حقیقت میں سمعانی کے نسخہ میں "حصریہ" نہیں بلکہ ح اور ص سے دو نقطے کاتبوں نے اُڑا دئے ہیں – یہ لفظ "خضریہ" ہے – اس نتیجہ تک پہنچنے میں جس درمیانی واسطہ نے مدد دی وہ امام سمعانی کے ہمعصر فلسفی و محدث شہرستانی کا یہ خیال تھا کہ "بدھ کی جو کیفیت بیان کی جاتی ہے ، اگر وہ سچ ہے تو وہ اس خضر سے ملتا جلتا ہے جس کے وجود کا دعوی مسلمان منجم اور مسمرائزر کیا کرتے ہیں" (۱) – اس سے معلوم ہوا کہ بدھ کو "خضر" فرض کرکے بودھ مت کے پیرووں کا نام لوگوں نے "خضریہ" رکھ لیا تھا ، اور سمعانی نے نظام کے حال میں اسی فرقہ کا نام "خضریہ" لکھ دیا – اس بنا پر بغدادی کا "سمنیہ" اور سمعانی کا خضریہ کہنا ایک ہے –

محمرہ

بودھوں کا ایک تیسرا نام عربی کتابوں میں محمرہ بھی ہے ، یعنی "سرخ کپڑے پہننے والے" (۲) جس سے مقصود

---

(۱) ملل ونحل شہرستانی جلد ۳ ص ۲۴۲ بر حاشیۂ ملل و نحل ابن حزم –

(۲) کتاب الہند بیرونی ص ۱۹۱ –

اور جنوبی ہندوستان اور ہندوستان کے جنوبی جزیروں سے عربوں کے تعلقات سب سے زیادہ رہے اور اس کا سبب تجارت کے علاوہ سراندیپ کے ایک روایتی نقش قدم کی زیارت کی کشش بھی تھی -

عرب و ہند کا ایک متحدہ مقدس مقام

مشہور ہے کہ سراندیپ ' سیلون یا لنکا جو کہو ' اس کے ایک پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا ایک نشان ہے ' خدا جانے کب سے اس پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے ' مگر سب سے عجیب بات یہہ ہے کہ ایہہ نقش قدم مسلمان عربوں ' بودھوں ' اور عام ہندوؤں ' تینوں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز تھا اور یہہ وہ چیز ہے جس کی دوسری مثال مذہب کی دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی - مسلمان اس کو حضرت آدم کا نقش قدم سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں ' بودھہ اُس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور ہندو شیو کے پاؤں کا نشان سمجھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں - دور دور سے لوگ اُس کے جاترے کو جاتے ہیں - مسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں میں اس کی زیارت کا بڑا شوق تھا - تقریباً بحری سفر کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی زیارت کا شوق اس کو وہاں کھینچ لایا ہے ' اور آخر یہی چیز اس جزیرہ میں مسلمان درویشوں کی بکثرت آمد و رفت کا ذریعہ بن گئی

علاوہ ان مجسموں اور استیچووں کی ساخت اور صنعت کی قیمت بھی وصول ہو - چنانچہ انھوں نے ھندوستان بھیج کر ان کو فروخت کرنا چاھا - بعض مؤرخین نے لکھا ھے کہ مسلمانوں نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور اس پر عمل نہ ھوا ' (۱) لیکن بیرونی کا بیان ھے کہ وہ یہاں لائے گئے اور بیچے گئے (۲) - غالباً بیرونی کے اس بیان کا ماخذ واقدی کی روایت ھو جس کو بلاذری نے (۳) بھی فتوح البلدان میں نقل کیا ھے -

عرب و ھند کے یہ مذھبی تعلقات بہر حال رنگ لائے ' اور ایک دوسرے سے متاثر ھونے کا موقع بہم پہنچا ' اور اتنا تو ضرور ھوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کے مذھب سے کچھہ نہ کچھہ واقفیت ھوئی - میرا نظریہ یہہ ھے کہ اس زمانہ کے ھندوستان کا غالب مذھب بودھہ تھا ' اور وھی عربوں کے مذھب سے زیادہ متاثر ھوئے - یہ اثر سب سے پہلے ان راستوں میں نظر آتا ھے جو عربوں کے تجارتی گذرگاہ تھے ' یعنی کارومنڈل (معبر) ملیبار اور کولم سے لے کر کچھہ اور گجرات تک اور ادھر سندھہ سے لے کر کشمیر تک -

---

(۱) اماري سسلي ' بحوالۂ نہایۃالارب ص ۴۲۶ -

(۲) کتاب الھند بیروني ص ۶۰ -

(۳) فتوح البلدان بلاذري ص ۲۳۵ ' (لیڈن) -

اسلام کے اثرات یہاں بڑھتے جاتے ھیں اور دونوں قوموں کے لئے ایک دوسرے سے واقفیت کا موقع بہم پہنچتا جاتا ھے - اس دور کے چند متفرق واقعات پر اس بیان کا خاتمہ ھے -

پنجاب یا سرحد کے ایک راجہ کا اسلام

بلاذری جو تیسری صدی ھجری (نویں صدی عیسوی) کے اخیر کا مؤرخ ھے بیان کرتا ھے کہ کشمیر، کابل اور ملتان کے بیچ میں ایک شہر عسیفان (اسیوان) (۱) نام تھا، راجہ کا ایک لاڈلا بیٹا بہت سخت بیمار ہوا، راجہ نے مندر کے پجاریوں کو بلا کر کہا کہ اس کی سلامتی کی دعا مانگی جائے، پجاریوں نے دوسرے دن آکر کہا کہ دعا مانگی گئی اور دیوتاؤں نے اُس کے جیتے رہنے دئے جانے کا وعدہ کر لیا ھے - اتفاق یہہ کہ وہ لڑکا اس کے تھوڑی ھی دیر کے بعد مر گیا - راجہ کو بڑا سخت صدمہ ہوا، اسی وقت جا کر مندر ڈھا دیا، پجاریوں کی گردنیں مار دیں، پھر شہر میں جو مسلمان سوداگر تھے ان کو بلواکر ان کے مذھب کا حال دریافت کیا - انھوں نے اسلام کے عقائد بیان کئے، راجہ مسلمان

---

(۱) امیر خسرو نے خزاین الفتوح میں سیوان نام ایک قلعہ کا جو دھلی سے سو فرسنگ کی مسافت پر تھا اور سنہ ۷۰۸ میں سیتل چند اس کا راجہ تھا ذکر کیا ھے -

اور ان کی اس آمد و رفت کی کثرت کے سبب سے اسلام
کے قدم وہاں جم گئے - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں کا
راجہ ہندو تھا مگر نقش آدم کے پہاڑ کے پاس خواجہ
خضر کا غار بھی دکھائی دیتا تھا - کہیں بابا طاہر کا
غار ملتا تھا - چیلاؤ (سالایم) میں ہاتھی بکثرت تھے'
مگر ایک شیرازی بزرگ شیخ عبداللہ خفیف (المتوفی
سنہ ۳۳۱ ھ) کی دعا کی برکت سے یہہ کسی کو نہیں
ستاتے - اسی لئے اس وقت سے جب سے ان بزرگ کی یہہ
کرامت ظاہر ہوئی وہاں کے بت پرست بھی مسلمانوں
کا ادب کرتے ہیں - ان کو اپنے گھروں میں تھہراتے ہیں
اور اپنے بال بچوں میں ان کو رہنے دیتے ہیں اور وہ
اب تک (ابن بطوطہ کے زمانہ تک) شیخ عبداللہ خفیف
کے نام کا ادب کرتے ہیں -

ہندوستان میں اسلام

بہر حال ان مختلف تجارتی' معاشرتی اور سیاسی
تعلقات کا یہہ نتیجہ ہوا کہ سندھ' گجرات' کارو منڈل'
ملیبار' مالدیپ' سرانڈیپ اور جاوہ میں اسلام نے اپنے
قدم آهستہ آهستہ بڑھانے شروع کئے - ان جزیروں میں
ایک طرف ہندوؤں اور دوسری طرف چینیوں کے اثر سے
بودھہ مت پھیلا ہوا تھا مگر صدی بصدی کے جغرافیوں
اور سفرناموں کی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ لڑائی بھڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھہ

بھیج دیا ، پنڈت نے جب عقلی اعتراضات شروع کئے
تو ملا نے جواب میں حدیثیں پیش کرنی شروع کیں
پنڈت نے کہا یہہ تو ان کے لئے سند ہیں جو تمہارے
مذہب کو مانتے ہوں ایک روایت میں ہے کہ پنڈت نے
پوچھا کہ تمہارا خدا اگر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے
تو کیا اپنی جیسی کسی ہستی کے بنانے پر بھی اس کو
قدرت ہے ؟ ان بھولے بھالے عالم صاحب نے کہا اس قسم
کی باتوں کا جواب دینا ہمارا کام نہیں ہے - یہہ علم کلام
والوں کا کام ہے - راجہ نے ان عالم صاحب کو واپس کیا
اور ہاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ پہلے تو بزرگوں کے
کہنے سے مجھے معلوم ہوا اور اب اپنی آنکھوں سے
دیکھہ کر یقین ہو گیا کہ آپ کے پاس آپ کے مذہب
کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں - خلیفہ نے کلام والوں
کو بلواکر یہہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا اس جماعت
کے ایک کمسن بچہ نے اتھہ کر کہا "امیرالمؤمنین !
یہہ اعتراض لغو ہے ، اللہ تو وہ ہے جس کو نہ کسی نے
بنایا ، نہ پیدا کیا ، وہ مخلوق نہو - اب اگر وہ اپنے ہی
جیسے کسی دوسرے کو پیدا کرےگا تو وہ اس جیسا تو
ہو نہیں سکتا ، کہ وہ بہر حال اس کا مخلوق ہی ہوگا -
پھر یہہ کہ بعینہ خدا کی طرح کسی دوسری ہستی کا
ہو سکنا خدا کی توہین ہے اور خدا اپنی توہین
و تحقیر پر جو محال ہے قدرت نہیں رکھتا - یہہ سوال
کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ خدا جاہل ہو سکتا

ھو گیا (۱) - بلاذری کہتا ھے کہ " یہہ واقعہ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں پیش آیا " - معتصم باللہ کا زمانہ سنہ ۲۱۸ ھ سے سنہ ۲۲۷ ھ تک ھے -

عربوں اور ھندؤوں میں مذھبی مناظرہ

یہہ تعلقات اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ عرب مسلمانوں اور ھندؤوں میں بلکہ بودھوں میں دوستانہ مذھبی مناظرے ھوتے تھے - معتصم کے باپ ھارون الرشید (دوسری صدی ھجری کا اخیر) کے زمانہ کا واقعہ ھے کہ ھندوستان کے کسی راجہ نے ھاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ " آپ اپنے مذھب کے کسی عالم کو میرے پاس بھیج دیجئے ، جو مجھکو اسلام سے آگاہ کرے اور میرے سامنے میرے ایک پنڈت سے بحث کرے " - دوسری روایت یہہ ھے کہ سندھ کے کسی راجہ کے یہاں ایک بودھ مذھب کا فاضل پنڈت تھا ، اس نے راجہ کو آمادہ کیا تھا اور اس نے کہلا بھیجا تھا کہ مجھہ سے یہہ کہا گیا ھے کہ " تلوار کے سوا آپ کے پاس آپ کے مذھب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں ھے - اگر آپ کو اپنے دھرم کی سچائی کا یقین ھو تو اپنے ھاں کے کسی عالم کو بھیجئے جو میرے ایک پنڈت سے آکر بحث کرے - خلیفہ نے ایک مقدس محدث عالم کو اس کام کے لئے

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ -

اس قصه کے تمام اجزا صحیح هوں یا نه هوں مگر بهرحال اس سے اتنا ثابت هے که ان دونوں قوموں کے مذهبی تعلقات اور روابط نے اس حد تک ترقی کي تهي -

ایک مناظر راجه

مؤرخ مسعودی جو سنه ۳۰۳ ھ میں هندوستان آیا تها کهمبایت کے حال میں لکهتا هے که :-

> " میں جب سنه ۳۰۲ ھ میں یہاں آیا تو یہاں کا حاکم ایک بانیا (بنیا) تها جو برهمنی مذهب رکهتا تها اور وہ مہانگر کے راجه ولبهه رائے کا ماتحت تها - اس کو مناظره کا بہت شوق تها - اس کے شہر میں باهر سے جو نئے مسلمان یا اور مذهب کے لوگ آتے تهے ، وہ ان سے بحث و مناظره کرتا تها " (۱) -

بودهوں سے ایک اور مناظره

بودهه مت کے پیرو حواس ظاهری کے علاوہ کسی اور ذریعه علم کے قائل نه تهے ، چنانچه بصره جو اس زمانه میں (دوسری صدي کا وسط) مختلف مذهب و

---

(۱) مروج الذهب مسعودي جلد اول ص ۲۵۴ (لیڈن)

ھے؟ خدا مر سکتا ھے؟ خدا کھا سکتا ھے؟ یا پی سکتا ھے؟ یا سو سکتا ھے؟ ظاھر ھے کہ ان میں سے خدا کچھہ نہیں کر سکتا ھے، کہ یہہ سب اس کی ذات کی شان کے خلاف ھے - یہہ جواب سب نے پسند کیا، اور خلیفہ نے چاھا کہ اس پنڈت کے مقابلہ کے لئے اسی لڑکے کو ھندوستان بھیجا جاے، مگر تجربہ‌کاروں نے عرض کی کہ حضور یہہ بہرحال بچہ ھے، ایک جواب بن آیا تو ضرور نہیں کہ سب جواب بن آئیں - چنانچہ ایک دوسرے مشہور متکلم کو خلیفہ نے چن کر ھندوستان بھیجا - ایک روایت میں ھے کہ وہ بودھہ اس متکلم سے کبھی مناظرہ کر چکا تھا اور شکست کھا چکا تھا، اور دوسری روایت میں ھے کہ اس نے راستہ ھی میں ایک آدمی کو بھیج کر پتہ چلایا کہ یہ صرف مذھبی ملا ھے یا عقلیات سے بھی واقف ھے - جب اس کو معلوم ھوا کہ وہ عقلیات کا بڑا فاضل ھے تو پھر دونوں روایتوں میں ھے کہ اس پنڈت نے اس کے مقابلہ میں اپنے کو کمزور پاکر اس سے پہلے کہ وہ مسلمان مناظر راجہ کے دربار میں پہنچے راستہ ھي میں اس کو زھر دلوا دیا - (۱)

---

(۱) کتاب‌المنیۃ والامل فی شرح کتاب‌الملل والنحل لاحمد بن یحییٰ المرتضی، باب ذکرالمعتزلۃ مطبوعۃ حیدر آباد دکن سنۃ ۱۳۱۶ ھ ص ۳۱ و ۳۲ -

قرآن پاک کا پہلا هندی ترجمه آج سے ایک هزار برس پہلے

قرآن پاک کا ترجمه لوگ آج هندی میں کرنے لگے هیں ' مگر یهه سن کر کتنا اچنبها هوگا که آج تقریباً ایک هزار برس پہلے قرآن پاک کا هندي میں یا سندهی میں ایک هندو راجه کے حکم سے کیا گیا تھا - سنه ۲۷۰ ھ میں الرا (الور واقع سندهه ؟) کے راجه مهروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں هے ' اور جو هندوستان کے بڑے راجاؤں میں هے ' اس نے منصورہ (واقع سندهه) کے امیر عبدالله بن عمر کو لکھه بھیجا که کسي ایسے شخص کو میرے پاس بھیجئے جو هندی میں هم کو اسلام کا مذهب سمجھا سکے - منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو بہت تیز طبیعت ' سمجھدار ' اور شاعر تھا ' اور چونکه هندوستان میں پلا تھا اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وہ جانتا تھا - امیر نے اس سے راجه کی خواهش کا ذکر کیا ' وہ تیار هوا ' اس نے ان کی زبان میں ایک قصیدہ لکھه کر راجه کو بھیجا ' راجه نے اس قصیدہ کو سنا تو بہت پسند کیا ' اور اس کو سفر خرچ بھیج کر اپنے پاس بلوایا - وہ راجه کے دربار میں تین برس رها اور اس کی خواهش سے اس نے قرآن کا هندي زبان میں

ملت کے لوگوں کا مرکز تھا ' وھاں واصل بن عطاء ' جہم بن صفوان ' اور بودھوں سے اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا - آخر واصل نے اپني دليلوں سے ان کو قائل کر دیا (۱) -

ایک مسلمان کا بت پرست ہو جانا

سنہ ۳۷۰ ھ کا ایک عرب سیاح جو بیت المقدس کا رھنے والا تھا وہ سندھ کے بت خانوں کے تذکرہ میں کہتا ہے کہ "ھبروا" میں پتھر کي دو عجیب و غریب مورتیں ھیں - وہ دیکھنے میں سونے اور چاندی کی معلوم ھوتی ھیں - کہتے ھیں یہاں آکر جو دعا لوگ مانگتے ھیں وہ قبول ھوتي ھے - اس کے پاس ایک سبز رنگ کے پاني کا چشمہ ھے جو بالکل زنگار معلوم ھوتا ھے ' زخموں کے لئے بہت مفید ھے - یہاں کے پجاریوں کا خرچ دیوداسیوں کے ذریعہ پورا ھوتا ھے ' بڑے بڑے لوگ یہاں اپنی لڑکیاں لا کر چڑھاتے ھین - میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ان دونوں مورتیوں کی پوجا کرنے لگا تھا ' پھر بعد کو نیشاپور جاکر وہ مسلمان ھو گیا - یہہ دونوں مورتیں طلسماتی ھیں ' کوئي اُن کو ھاتھہ سے چھو نہیں سکتا - (۲)

---

(۱) شرح کتاب الملل والنحل مرتضی زیدي مطبوعۂ حیدرآباد ' واصل بن عطاء کا حال -

(۲) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بشاری ص ۴۸۳ -

یہہ کتاب سلیمان شمس‌الدین ایلتمش کے وزیر قوام‌الدین جنیدی کے نام سے لکھی ھے اور اب تک حلیۂ طبع سے محروم ھے - اس کا ایک قلمی نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ھے -

محمد عوفی نے اس کتاب کے دوسرے باب "در ذکر ملوک طوائف و احوال ایشاں" میں ایک عجیب و غریب قصہ لکھا ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ ھندو مسلمانوں کے تعلقات اس ملک میں عربوں کے عہد میں کیسے تھے، اور ھندو راجہ اپنی مسلمان رعایا کے ساتھہ کس طرح انصاف سے پیش آتے تھے - محمد عوفی کا یہہ سفر سنہ ۶۲۵ ھ سے پہلے ھوا تھا، اور جو واقعہ اس نے بیان کیا ھے وہ یقیناً اس سے پہلے کا ھے، اور یہہ وہ زمانہ ھے جب گجرات کی طرف صرف ایک سلطان محمود اور دو سو برس کے بعد قطب الدین ایبک کے سرسری دھاووں کے سوا وھاں کسی اسلامی حکومت کا نام و نشان بھی نہ تھا -

محمد عوفی کہتا ھے کہ "مجھے ایک دفعہ کھمبایت جانے کا اتفاق ھوا، جو سمندر کے کنارے ایک شہر ھے، اور وھاں دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت آباد ھے جو مسافروں کی خوب خاطر تواضع کرتی ھے، اور یہہ شہر نہر والہ (احمدآباد گجرات کے قریب) کی سلطنت میں ھے، اور یہاں کچھہ مسلمانوں اور کچھہ ان کے

ترجمہ کیا - راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے
بے حد متاثر ہوتا تھا - (۱)

ایک گجراتی راجہ کا بے مثال مذہبی انصاف

چھٹی صدی ہجری کے آخیر میں جب سلطان غوری کے
بعد دہلی میں شمس الدین ایلتمش اور سندھ میں
ناصرالدین قباچہ حکومت کرتے تھے، محمد عوفی نام
ایک فاضل بخارا سے چل کر ہندوستان آیا تھا اور اس
نے غالباً سندھ کے کسی ساحل منصورہ یا دیبل سے
نکل کر خلیج فارس، سواحل عرب، اور ہندوستان کی
مختلف بندرگاہوں کی سیاحت کی تھی، چنانچہ اس
سلسلہ میں وہ کھمبایت بھی پہنچا تھا؛ اس کی دو
کتابیں اس وقت باقی ہیں، ایک فارسی شاعروں کا
تذکرہ جس کا نام لباب الالباب ہے، جو ناصرالدین قباچہ
کے وزیر کے نام لکھی ہے، اور وہ دو جلدوں میں گب
سیریز لندن سے شائع ہو چکی ہے، دوسری کتاب اس
سے زیادہ بڑی ہے، اس کا نام جامع الحکایات ولامع الروایات
ہے - اس میں مصنف نے کچھ اپنے کانوں سنے، اور اپنی
آنکھوں دیکھے، اور کچھ دوسری کتابوں میں پڑھے ہوئے
واقعوں اور قصوں کو مختلف عنوانوں میں ذکر کیا ہے -

---

(۱) عجائب الہند ص ۴ (لیڈن) -

نه دینا ' سب کام تم بطور خود انجام دینا - یهه کهه کر
راجه محل میں چلا گیا اور رات کو ایک تیز سانڈنی
پر بیٹهه کر تن تنها کهمبایت کی طرف روانه هو گیا -
نهروالہ سے کهمبایت ۴۰ فرسنگ هے ' مگر راجه نے
ایک دن رات میں اس راسته کو طے کیا اور وهاں
بهیس بدل کر ایک سوداگر کی صورت میں اترا ' اور
گلی کوچه بازار میں هر جگه پهر کر تحقیق کی '
اور راسته چلتوں کی باتیں سنیں - هر ایک کی زبان سے
یهی سنا که بیچارے مسلمانوں کو بے گناه مارا گیا ' اور
ان پر بڑا ظلم هوا - راجه هر طرح واقعه کی تحقیق کر کے
ایک لوٹے میں سمندر کا پانی بهر کر اور اس کا منهه
بند کر کے اپنے ساتهه لیا ' اور پهر اسی طرح چوبیس گهنٹے
میں سانڈنی پر اپنی راجدهانی کو واپس آ گیا ' صبح کو
راجه نے دربار منعقد کیا ' مقدمات سنے ' اور اسی کے ساتهه
مسجد کے اس امام کو یاد کیا - جب وه دربار میں
حاضر هوا تو راجه نے اس کو حکم دیا که تم اپنی
عرضداشت پڑهکر سناؤ - امام نے جب اس کو پڑها تو
هندو درباریوں نے کہا یهه مقدمه جهوٹا هے اور یهه دعوی
سرے سے غلط هے - راجه نے آبدار کے هاتهه سے وه لوٹا
منگوایا اور سب کو تهوڑا تهوڑا اس کا پانی پلایا ' جس نے
پیا وه اس کو گهونٹ نه سکا اور کہا یهه تو سمندر کا
کهاری پانی هے - راجه نے کہا مجکو چونکه اس معامله
میں کسی دوسرے پر بهروسه نه تها که دو اختلاف دین

مخالفوں کی آبادی ھے - میں جس زمانہ میں یہاں آیا ایک قصہ سنا جو نوشیرواں کے اوپر والے قصہ سے ملتا جلتا ھے اور وہ یہہ ھے کہ راجہ جنک کے راج کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد تھی جس میں منارہ تھا ، اس پر چڑھکر مسلمان اذان دیتے تھے ، پارسیوں نے ھندوؤں کو بھڑکا کر مسلمانوں سے لڑا دیا ، ھندوؤں نے منارہ توڑ دیا اور مسجد کو مع اسی (۸۰) مسلمانوں کے شہید کرڈالا - مسجد کا امام و خطیب جس کا نام علی تھا یہاں سے بھاگ کر نہروالہ چلا گیا ، وھاں جاکر راجہ کے درباریوں اور افسروں سے مل کر فریاد کی ، مگر کسی نے توجہ نہ کی ، امام نے یہہ حال دیکھکر تدبیر یہہ کی کہ ھندی (غالباً گجراتی) میں پورا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا ، اور خبر رکھی کہ راجہ شکار کو کب جاتا ھے - جب شکار کا دن آیا امام وہ قصیدہ لے کر راستہ میں ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھہ گیا ، جب راجہ ادھر سے گذرا امام فریادی بن کر سامنے آ گیا اور دھائی دی اور عرض کی کہ اس کا یہہ قصیدہ سن لیا جاے - راجہ نے ھاتھی روک کر اس کی منظوم عرض داشت سنی اور بہت متاثر ھوا ، اور قصیدہ کو اس کے ھاتھہ سے لے کر ایک افسر کے سپرد کردیا ، کہ فرصت کے وقت مجھے یہہ پھر دکھایا جاے - راجہ اسی وقت شکار سے واپس آ گیا ، اور وزیر کو بلواکر کہا کہ میں تین دن تک محل میں رھوں گا اور آرام کروں گا ، ان تین دنوں کے اندر کسی کام کے لئے مجھے تکلیف

مسلمانوں میں وحدة الوجود

وحدة الوجود کا مسئلہ کسی نہ کسی شکل میں، ہر قوم میں موجود تھا ' بعض یونانی فلاسفر ایک معنی میں اس کے قائل تھے - اسکندریہ کا نو افلاطوني فرقہ اس کا معتقد تھا ' پرانے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی یہہ خیال موجود تھا ' ہندو ویدانت کی پوری عمارت اسی تخیل پر قائم ہے - اور بعض مسلمان صوفیوں میں بھی اس کی پرجوش تلقین پائی جاتی ہے گوکہ وحدة الوجود کے اندر خود بہت سے مختلف معنی ہیں ' اور اس ایک وحدت کی بھی بکثرت تشریحیں کی گئي ہیں ' یہاں تک کہ ایک تشریح کے مطابق وہ "حلول" کا مرادف اور ہم معنی بن گیا ہے -

بہر حال یہاں اصل مسئلہ سے غرض نہیں ' بلکہ اس کی تاریخي حیثیت سے بحث ہے - یہہ سوال اکثر اُتھا ہے کہ مسلمان صوفیوں میں یہہ تخیل کہاں سے آیا ؟ جہاں تک ہم سے تحقیق ہو سکي ہے ' ہمارے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے یہہ ثابت ہوسکے کہ ہندو ویدانت کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا ہے ' حالانکہ اسلام میں اس تخیل کا آغاز تیسري صدی کے آخر سے یعنی حسین بن منصور حلاج کے زمانہ سے ہے - اور اس کا کمال پانچویں صدی ہجری میں محیی الدین بن عربی کے زمانہ میں نظر آتا ہے - اس میں تو کوئي شک نہیں

درمیان بود" کہ یہہ مذہبي اختلاف کا معاملہ تھا اس لئے میں نے خود جاکر اس کی تفتیش کي ' اور مجھہ پر ثابت ہو گیا کہ یہہ مسلمان بے شک مظلوم ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے - میرے راج میں کسی جماعت پر جو میرے سایہ میں ہو ایسا ظلم نہیں کیا جا سکتا - اس کے بعد حکم دیا کہ برھمنوں اور پارسیوں میں سے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں دو دو کو سزا دی جاے اور مسلمانوں کو ایک لاکھہ بالوترا (گجراتی سکہ) تاوان دلوایا ' تاکہ اس سے وہ مسجد اور منارہ دوبارہ بنوا لیں اور امام کو خلعت اور انعام دیا ' چنانچہ وہ مسجد دوبارہ بنی ' اور یہہ انعامات اس میں یادگار کے طور پر رکھے گئے ' چنانچہ ہر سال عید کے دن ان کو نکال کر سب کو دکھایا جاتا ہے -

محمد عوفی کہتا ہے کہ " آج تک (سنہ ۶۲۵ ھ) یہہ چیزیں وہاں رکھی ہیں ' اور وہ پرانی مسجد اور منارہ بھي باقی تھا ' مگر کچھہ دن ہوئے بالو (بابالا) کی فوج نے گجرات پر حملہ کیا تو اس مسجد کو ویران کردیا - آخر سعید بن شرف (کسی عرب تاجر) نے اپنے سرمایہ سے اس کو دوبارہ بنوایا ہے - اور اس کے چاروں طرف چار سنہرے گنبد بنوائے ہیں - اور اسلام کی یہہ یادگار اس ہندو ملک میں آج تک قائم ہے" -

کی تصدیق کتاب الطواسین سے بھی ثابت ہے - اس کے بعد یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ہندوستان کے جادو، منتر، اور کرتب کو سیکھنے یا جیسا کہ بعض کہتے ہیں، کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آیا تھا، اس لئے عجب نہیں کہ وہ یہیں سے اپنا مسئلہ وحدۃالوجود عراق لے گیا ہو (۱) -

ہندؤوں میں وحدت تنزیہی

اس کے بر خلاف قیاسات اس ثبوت میں بھی ہیں کہ ہندؤوں میں وحدت تنزیہی کا تخیل اور بت پرستی کے خلاف جذبہ اسلام کا نتیجہ ہے - یہ مضمون خود بڑی وسعت رکھتا ہے اور وہ کسی دوسری بحث کے ضمیمہ کے طور پر ادا نہیں ہو سکتا -

---

(۱) حلاج کی کتاب الطواسین فرانس کے صوفی مستشرق لوئی مسینان (Louis Massignan) نے سنہ ۱۹۱۴ء میں پیرس سے شائع کی ہے، اور اسی کے ساتھہ ایک مستقل جلد میں حلاج کے حالات کے متعلق قدیم بیانات کو بھی یکجا کردیا ہے، حلاج کے ہندوستان آنے کا واقعہ اسی کتاب میں ابن باکویہ صوفی شیرازی کی کتاب کے اقتباسات میں مذکور ہے - دیکھو صفحہ ۳۱ و ۴۳ (مطبوعہ پیرس) -

کہ ھندوستان میں آنے کے بعد ھندو ویدانتیوں کے تخیل سے مسلمان صوفیوں پر اثر پڑا ھے (۱) - مگر اسلامی تصوف میں اس تخیل کا اثر اس سے پہلے معلوم ھوتا ھے، خصوصاً جب یہہ واقعہ ھے کہ مسلمانوں میں محیی الدین ابن عربی ھی سب سے پہلے شخص ھیں جنھوں نے اس عقیدہ کی سب سے پرجوش حمایت کی ھے، اور وہ اسپین کے باشندے تھے، اور کبھی ھندو فلاسفی سے ان کو دو چار ھونے کا موقع نہیں ملا، اس لئے یہہ سمجھا جاتا ھے کہ وہ ھندو ویدانت سے نہیں بلکہ نو افلاطونی فلسفہ سے متاثر ھوئے تھے -

لیکن جہاں تک حسین بن منصور حلاج کا تعلق ھے یہ کہا جا سکتا ھے کہ وہ جس وحدۃالوجود کا مدعی تھا وہ معتبر محتاط مسلمان صوفیوں کا وحدۃالوجود نہیں، بلکہ وہ حلول یعنی ایک قسم سے ھندؤوں کے اوتار کے مسئلہ کا قائل تھا - اس کی تفصیل اس کے پرانے تذکرہ نویسوں نے پوری طرح کی ھے، اور خود اس

---

(۱) چنانچہ غالباً آٹھویں صدی ھجری میں بنگال کے ایک نو مسلم پنڈت اور ایک صوفی عالم نے مل کر سنسکرت کی کتاب امرت کند کا عربی میں ترجمہ "عین الحیواۃ" کے نام سے کیا، پھر اس سے فارسی میں، اور اب فارسی سے اردو میں اس کا ترجمہ ھوا ھے، اور دارا نے اپنے زمانہ میں سر اکبر کے نام سے جوگ بشست کا ترجمہ فارسی میں کیا -

هندوستان میں مسلمان

(فتوحات سے پہلے)

ماخذ

علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ذیل کے معلومات کے لئے سندھہ کی فارسی تاریخوں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے - افسوس ہے کہ یہہ کتابیں اب تک چھپی نہیں ہیں' مختلف کتب خانوں میں قلمی موجود ہیں' البتہ الیٹ صاحب نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں ان کے ضروری اقتباسات دے دئے ہیں' اور وهی میرے پیش نظر ہین' ان کتابوں کے نام یہہ ہیں -

١ - چچ نامہ

یہہ تاریخ السندوالہند کے نام سے عربی زبان میں سندھہ کی سب سے پرانی تاریخ تھی - محمد علي بن حامد بن ابوبکر کوفی نے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں سنہ ٦١٣ ھ (١٢١٦ ع) میں اوچ (سندھہ) میں بیٹھہ کر فارسی میں ترجمہ کیا - اس کی اصل عربی نہیں ملتی' مگر صرف محمد بن قاسم کی موت اور راجہ داهر کی لڑکی کی قید کا واقعہ اس میں افسانہ ہے' باقی اکثر باتین اس مین ایسی ہیں جن کی پرانی عربی تاریخوں سے تائید هوتی ہے -

خاتمہ

ان چند صفحوں میں عرب و ہند کے مذہبی تعلقات کا جو آئینہ تیار کیا گیا ہے خوب غور کر کے دیکھو کہ ان دونوں قوموں نے باوجود شدید مذہب‌پرست ہونے کے کہیں اس شیشہ میں بال آنے دیا ہے؟ کیا جو پہلے گذر چکا وہ آئندہ نہیں ہو سکتا؟

لکھی ھے، تمام ضروری معلومات ان میں فراھم ھیں، مگر یہ کتاب نئی ترتیب کی محتاج ھے، ساتھ ھی مولانا نے الیٹ پر اس میں بے حد بھروسہ کیا ھے، اور مشکلات کے حل میں بعض ایسے قیاسات سے کام لیا ھے جو میرے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ آگے معلوم ھوگا - کتابوں کے حوالوں میں نہ صفحوں کا حوالہ دیا ھے اور نہ جلد اور باب کا اشارہ کیا ھے، اس لئے اس کے واقعات کی تصدیق و تطبیق سخت مشکل ھے -

۲ - دوسری قابل ذکر اردو کتاب پیر زادہ محمد حسین صاحب دھلوی، ایم، اے، مرحوم کے ابن بطوطہ کے سفرنامہ دوسری جلد متعلقہ هند کا اردو ترجمہ ھے - اس میں اصل چیز ابن بطوطہ کے بیان کردہ مقامات اور اشخاص پر مترجم کے حواشی ھیں، جو انگریزی ترجمہ اور ذاتی تلاش پر مبنی ھیں -

ھمارے اسکولوں اور کالجوں میں هندوستان کی جو تاریخ پڑھائی جاتی ھے وہ بالکل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھکر پڑھائی جاتی ھے، اور اسی مقصد کو سامنے رکھکر تاریخ هند کی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جاتی ھیں - ان کتابوں میں قدیم هندوستان کی تاریخ کو کہنا چاھئے کہ گویا وہ سکندر اور اس کے جانشینوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا ھے - اسی حملہ سے هندوستان کی کایا پلٹ ھوئی، اس کو علم و فن کی

۲ - تاریخ معصومی

یہہ میر محمد معصوم کی تاریخ سندھہ ھے ' اکبر کے زمانہ میں سنہ ۱۰۱۱ ھ میں لکھی گئی -

۳ - تریخ طاھری

میر طاھر بن سید حسن قندھاري نے سندھہ کے قیام کے زمانہ میں سنہ ۱۰۳۰ ھ (۱۶۲۴ ع) میں سندھہ کی یہہ تاریخ لکھی -

۴ - بیگ لارنامہ

یہہ کتاب شاہ قاسم خاں بن سید قاسم بیگ لار کے نام سے سنہ ۱۰۱۷ ھ سے سنہ ۱۰۳۶ ھ تک میں لکھی گئی -

۵ - تحفۃالکرام

یہہ سب سے آخری کتاب ھے ' علی شیر نے سنہ ۱۱۸۱ ھ (۱۷۶۷ ع) میں لکھی ھے -

اس خطبہ میں جن معلومات کو مرتب کیا گیا ھے ان کے متعلق اردو کی دو کتابیں بھی خاص طور سے ذکر کے قابل ھیں -

۱ - تاریخ سندھہ - مولنا عبدالحلیم شرر لکھنوی نے سنہ ۱۹۰۹ ع میں الیٹ کی تاریخ سندھہ جلد اول کے معلومات اور ماخذوں سے اور بعض اپنی ذاتي تحقیقات سے اسلامی سندھہ کي نہایت مبسوط تاریخ دو جلدوں میں

اور تفتیش اور ان کی ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو باهم جوڑنا
اور ملانا اور ان سے نتیجہ نکالنا ضروری هے یا نہیں ؟

ان کتابوں کے پڑھنے اور ان تاریخوں کے دیکھنے سے
معلوم ہوتا هے کہ محمود غزنوی تک ایک بھی مسلمان
ملیچھہ کا قدم اس پاک اور پوتر بھومی پر نہیں پڑا تھا ،
اور مسلمانوں اور هندؤں میں آپس میں کسی قسم کا
تعلق تھا ، نہ جان پہچان تھی ، نہ آمد و رفت تھی ،
حالانکہ گذشتہ صفحوں کے پڑھنے والوں کو یہہ اچھی
طرح معلوم ھو گیا ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان
کتنے متعدد اور مختلف پہلوؤں کے تعلقات قائم تھے -

هندوستان اور درۂ خیبر پار کے ملکوں کے درمیان
همیشہ سے صلح و جنگ کے متواتر تعلقات قائم تھے -
اسلام سے پہلے ان ملکوں کی کیفیت یہہ تھی کہ جب
کبھی کابل شاہ کو قوت حاصل ہوئی اس نے ویہنداور
اور پشاور تک قبضہ کر لیا ، اور جب راے لوھاور کو موقع
ملا کابل و قندھار تک اپنی سرحد قائم کر لی - یہی
حال سندھہ کی طرف تھا - کبھی شہنشاہ ایران نے مکران
سے دریاے سندھہ تک قبضہ کر لیا ، اور کبھی سندھہ کے
راجہ نے بلوچستان و مکراں لےکر ایراں کی سرحد سے
سرحد ملا دی - یہی کیفیت ساتویں صدی عیسوی تک
تھی - جب ادھر اسلامی فتوحات نے قدم بڑھانا اور ان
ملکوں کے قبیلوں اور قوموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا

دولت ملی، تاریخ کی دنیا میں اس نے زندگی پائی -
سکندر کے حملہ اور سفر کے ایک ایک راستہ کا پتہ لگانا،
بگڑے ہوئے یونانی ناموں کو درست کرنا، اور ان کے
اُلٹے پلٹے بیانوں کو مرتب اور منظم کرکے پیش کرنا
ہندوستان کی پرانی تاریخ ہے - یہی مؤرخ جب اسلام اور
ہندوستان کے تاریخ کا آغاز کریں گے تو چند سطروں میں
وحشی عربوں کا اور پھر (نعوذ باللہ) ایک خونخوار پیغمبر
کا اور اس کے جانشینوں کے بےپناہ حملوں کا ذکر کرکے
صفحہ دو صفحہ میں عرب سے سیدھے غزنی پہنچ جائیں گے -
یہاں محمود کی فوج ہندوستان پر جہاد کرنے کے لئے
تیار ملتی ہے اور اس کو لیکر وہ فوراً پنجاب، سندھ
اور گجرات پہنچ جاتے، اور لوٹ مار کرکے اس کو واپس
لے جاتے ہیں، پھر ڈیڑھ سو برس کے بعد شہاب الدین
غوری کو ہندوستان لاتے ہیں اور اس کے بعد سے
قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند کا سلسلہ آگے چلاتے ہیں -
سوال یہہ ہے کہ اس دوری اور بعد مسافت کے باوجود
تو یونان کی سرحد ہندوستان سے آکر مل جاتی ہے -
لیکن اس قرب اور نزدیکی کے ہوتے بھی کیا ہندوستان اور
افغانستان سے ایک طرف اور مکران اور سندھ سے دوسری
طرف کوئی سرحد نہیں ملتی تھی ؟ اور ان ملکوں میں
آپس میں صلح و جنگ، اور لڑائی اور میل کے
تعلقات نہ تھے ؟ اور ان کا سلسلہ اُن سرحدی قبیلوں کے
مسلمان ہونے سے پہلے قائم تھا یا نہیں ؟ آخر ان کی تحقیق

مسلمان تھے اور نہ کبھی کسی سلطنت کے ماتحت رہے تھے۔ اور اس کے بعد مشرقی سمت میں ملتان اور سندھ کے عرب امیروں کو، پھر لاھور اور ھندوستان کے بعض راجاؤں کو زیر و زبر کر کے غزنین کی سلطنت قائم کی - ان میں سے ھندوستان اور غور کے سوا باقی کل خالص مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں -

چونکہ اس بیان کی تفصیلات میرے مضموں کے دائرہ سے باھر ھیں اس لئے صرف سلسلہ کے لئے یہہ چند سطریں لکھہ کر تاریخ ھند کے علمبرداروں کی توجہ ادھر ملتفت کرتا ھوں کہ وہ محمود سے پہلے کے افغانستان اور ھندوستان کے تعلقات پر تلاش و محنت سے مواد فراھم کریں اور کسی نئے نتیجہ سے با خبر کریں -

اوپر کی تفصیل سے یہہ اندازہ ھوگا کہ افغانی کوھستان کے دروں سے مسلمانوں کی ھندوستانی راجاؤں کے ساتھہ قوت آزمائی محض مذھبی جذبہ کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ صدیوں کی قومی لڑائیوں کے سلسلہ کی یہہ ایک کڑی ھے -

بہر حال یہہ تو شمالی ھندوستان کا حال تھا لیکن جنوبی ھندوستان کی کیفیت دوسری تھی - سنہ ۴۱۶ ھ (سنہ ۱۰۲۴ ع) میں محمود غزنوی سنہ ۵۷۴ ھ (سنہ ۱۱۷۸ ع) میں شہاب الدین غوری اور سنہ ۵۹۲ ھ (سنہ ۱۱۹۶ ع) میں

33

ادھر سب سے پہلی اسلام کی سلطنت سامانیہ حکومت ہے، جس نے بخارا کو اپنا دارالحکومت بنایا - لیکن اس کے زمانہ میں بھی کابل سے آگے توجہ نہ کی جا سکی - اس کے بعد صفاریہ حکومت جو چند روزہ قائم ہوئی تھی اس نے کابل و قندھار سے آگے اپنی نظر بڑھائی - خلافت عباسیہ نے سندھ کی برائے نام حکومت بھی اسی کے سپرد کر دی تھی - اس کے بعد سامانیہ حکومت کے حدود سے ہٹ کر اس کے ایک ترک افسر الپ تگین نے اس لئے تاکہ وہ اپنے آقا کے فوجی حملہ اور سزا سے محفوظ رہے اس دور دست علاقہ کو اپنی کوششوں کی جولانگاہ اور غزنین کو اپنی خودمختار حکومت کا مرکز بنایا - یہہ چوتھی صدی ہجری کے بیچ کا واقعہ ہے - اسی حکومت غزنین کا دوسرا کہو یا تیسرا تاجدار سلطان محمود غزنوی ہے - اس نے اپنی ۳۳ برس کی حکومت میں غزنین کی چاروں طرف کے ملکوں اور حکومتوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں اپنے بے پناہ حملوں سے مجبور کر کے اپنی چھوٹی سی موروثی حکومت میں داخل کر کے ایک عظیم‌الشان سلطنت کی بنیاد ڈال دی - اس نے غزنین کی ایک طرف کا شغر کی اسلامی ایلخانی حکومت کو، دوسری طرف خود اپنے آقا سامانیوں کی حکومت کو، تیسری طرف دیلمیوں کی حکومت کو، طبرستان کی حکومت آل زیار کو، مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جو اب تک نہ تو

مگر اس لڑائی بھڑائی جنگ و جدل فوج کشی اور حملہ آوری کے حدود سے دور اور الگ ان مسلمان عربوں اور عراقیوں کی آبادیاں تھیں، جو خشکی کی راہ اُتر سے دکھن نہیں آئے تھے، بلکہ سمندر کے کناروں سے چل کر اُن علاقوں میں آباد ہوئے تھے، اور آتے جاتے رہتے تھے -

یہہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں، اور اس کا سلسلہ در حقیقت تجارتی آمد و رفت سے وابستہ ہے - اس علاقہ میں نہ صرف یہہ کہ باہر سے مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کردیا تھا، اس اثر اور نتیجہ کے پیدا ہونے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں، اور تاریخ کی کتابوں اور سفرناموں میں لکھی ہوئی ہیں، ان کا مشترک مضمون یہہ ہے کہ یہہ اثر دوطرفہ کششوں کا نتیجہ تھا، ایک تو عرب تاجروں کی آمد و رفت اور دوسرے سرانديپ کے نقش قدم کی زیارت کو آنے والے صوفیوں اور درویشوں کی کرامت -

مسلمانوں کا پہلا مرکز سرندیپ

فرشتہ نے لکھا ہے کہ "چونکہ اسلام کے پہلے ہی سے عرب ان جزیروں میں تاجرانہ آتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے، اس لئے سرانديپ کے راجہ

قطب الدین ایبک گجرات پر دھاوے کرکے بادل کی طرح آئے اور آندھی کی طرح نکل گئے - البتہ اس کے سو برس بعد باگھیلہ راجہ اور اس کے وزیر مادھو کی باھمی رنجش اور آزردگی اور مادھو کی دعوت نے سب سے پہلے علاءالدین خلجی کو سنہ ۶۹۷ ھ (سنہ ۱۲۹۷ ع) میں گجرات کا حاکم بنا دیا - علاءالدین خلجی نے گجرات سے لے کر سمندر کے کنارے کنارے کاروممنڈل تک کا علاقہ فتح کیا - مگر فتوحات کا یہہ سلسلہ اس جہاز کی طرح تھا جو اپنے زور میں سمندر کے سینہ کو چاک کرکے آگے بڑھتا جاتا ھے لیکن جیسے ھی وہ ایک قدم آگے بڑھتا ھے پیچھے پانی سمٹ کر ایسا ھو جاتا ھے کہ پانی کی سطح میں اس غیر معمولی شگاف کا نشان بھی نہیں ملتا - یہہ گویا خلجی سپہ سالار کی ایک فوجی سیر و سیاحت تھی - اس سے زیادہ کچھہ نہیں - سنہ ۷۰۹ ھ (سنہ ۱۳۰۹ ع) میں اس کے ایک افسر ملک کافور نے کرناٹک فتح کر لیا - لیکن اس کے بعد سنہ ۷۲۷ ھ (سنہ ۱۳۲۳ ع) میں دکن کی سمت میں بیجانگر کی عظیم الشان ھندو سلطنت قائم ھو گئی ، جو صدیوں تک جنوبی ھند کو شمالی ھند کے مسلمان حملہ آوروں سے بچاتی رھی ، اور ملک کافور کے فتوحات کے سلسلہ میں معبر (کاروممنڈل) میں جو ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ھو گئی تھی ، وہ بھی چالیس برس بعد مٹ کر بیجانگر کے دائرۂ حکومت میں داخل ھو گئی -

گھاس کی چٹائی اوڑھہ لیتے هیں ' اور
ان میں سے بعض ایک ایسا کپڑا پہنتے
هیں جس کو مختلف رنگوں کے چھوتے
چھوتے تکڑوں سے جوڑ کر سی لیتے هیں '
اور بدن پر مردوں کی جلی هوئی
هڈیوں کی راکھہ مل لیتے هیں ' اور سر
اور ڈاڑھی مونچھہ کے بال منڈاتے هیں '
اور دوسرے بال بڑھاتے هیں ' گلے میں
انسان کی ایک کھوپڑی لٹکائے رهتے هیں '
اور عبرت اور خاکساری کے لئے اُسی میں
کھاتے هیں - "

اس تصویر سے اور اس گروہ کے متعلق دوسرے عرب سیاحوں کے بیانات سے اس تسلیم میں کوئی شبہ نہیں رهتا کہ یہہ لوگ بودھہ مذهب کے پیرو هوںگے -

همارا نا خدا پھر اپنی کہانی شروع کرتا هے :-

" سراندیپ اور اس کے آس پاس والوں
کو پیغمبر اسلام کی بعثت کا حال جب
معلوم هوا تو انھوں نے اپنے میں سے
ایک سمجھدار آدمی کو تحقیق حال کے
لئے عرب روانہ کیا - وہ رکتے رکاتے جب
مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلعم وفات
پا چکے تھے ' ابوبکر صدیق کی خلافت

کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا ' اور صحابۂ کرام ھی کے زمانہ میں سنہ ۴۰ ھ میں (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ھی میں) وہ مسلمان ہو گیا ' (۱) - فرشتہ نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ھے ' مگر ایک قدیم العہد تصنیف عجائب الہند سے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ ھ میں لکھی گئی ھے ' اس روایت کی پوری تصدیق ہوتی ھے - بزرگ بن شہریار ناخدا جو ان جزیروں کا جہاز راں تھا ' سراندیپ کے بیان میں لکھتا ھے :-

"ہندوستان کے پجاریوں ' سناسیوں ' اور جوگیوں کی کئی قسمیں ھیں ' ان میں سے ایک "بیکور" (۲) ہوتے ھیں ' جن کی اصل سراندیپ سے ھے - یہہ مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ھیں اور ان کی طرف بہت میلان رکھتے ھیں ' وہ گرمی کے موسم میں ننگے رھتے ھیں ' صرف چار انگل کی لنگوٹی کمر میں ایک ڈوری لگا کر باندھ لیتے ھیں اور جاڑوں میں

---

(۱) فرشتہ جلد دوم مقالہ ہشتم سندھ صفحہ ۳۱۱ - نولکشور -

(۲) غالباً یہی لفظ ھے جو کتاب البدء والتاریخ اور سلیمان تاجر کے سفرنامہ وغیرہ میں کہیں بیکر جین ' اور کہیں بیکر تنیں کے نام سے ملتا ھے -

سراندیپ کے (جس کو عرب یاقوت کا جزیرہ بھی کہتے تھے) راجہ نے مسلمانوں کے ساتھہ اپنی دوستی اور محبت کے اظہار کے طور پر ایک جہاز میں دوسرے تحفوں کے ساتھہ ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عراق روانہ کیا جن کے باپ وہاں تجارت کرتے تھے اور وہیں ان کو مسافرت میں بے والی وارث چھوڑ کر مر گئے تھے - (۱) اس واقعہ سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی ہی صدی ہجری میں سراندیپ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی - ابوزید سیرافی (سنہ ۳۰۰ھ) نے تیسری صدی ہجری کے اخیر میں یہاں عرب سوداگروں کے قیام کا اور آمد و رفت کا تذکرہ کیا ہے - (۲)

الغرض مختلف روایتوں سے اتنا مشترک نتیجہ نکلتا ہے کہ ان اطراف میں اسلام اور عربوں کی پہلی نوآبادی سراندیپ میں قائم ہوئی، اور اس کی تاریخ کا آغاز پہلی صدی ہجری اور ساتویں صدی عیسوی تک پہنچ جاتا ہے -

دوسرا مرکز مالدیپ

ان اطراف میں مسلمانوں اور عربوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا، جس کو عرب کبھی جزیرۃ المہل، اور کبھی

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری (سنہ ۲۷۹) ص ۴۳۵، (لیڈن) -

(۲) ابوزید سیرافی ص ۱۲۱، (پیرس) -

بھی ختم ہو چکی تھی ' اور حضرت عمر کا
زمانہ تھا - وہ ان سے ملا اور رسالت
ماب صلعم کے حالات دریافت کئے ' حضرت
عمر نے بتفصیل بیان کئے - جب وہ
واپس ہوا تو مکران (بلوچستان کے پاس)
پہنچ کر مر گیا - اس کے ساتھہ اس کا
ایک ہندو نوکر تھا ' وہ صحیح سلامت
سراندیپ پہنچ گیا ' اور اس نے رسول اللہ
صلعم ' حضرت ابوبکر ' اور حضرت عمر کا سارا
حال بیان کیا ' اور ان کے فقیرانہ اور
درویشانہ طور و طریق کا ذکر کیا اور
بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار
ہیں ' اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے
ہیں ' اور مسجد میں سوتے ہیں - اب
یہہ لوگ مسلمانوں کے ساتھہ جو اس قدر
محبت اور میلان رکھتے ہیں وہ اسي
سبب سے ہے -" (۱)

اس روایت کی تیسری تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے
کہ پہلی صدی ہجري کے آخر میں امویوں کی طرف سے
حجاج عراق کا گورنر تھا ' اور جزائر ہند کی طرف
عراق ہی کی بندرگاہ سے جہازات آتے جاتے تھے ' تو

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۵۵ - ۱۵۷ -

"سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ھاتھہ پر مسلمان ھوا" -

الغرض اس وقت سے لے کر آج تک یہہ تمام جزیرے مسلمان ھیں اور ان میں بڑی تعداد مخلوطالنسل عربوں کی ھے -

تیسرا مرکز ملیبار

روایتوں سے ثابت ھوتا ھے کہ اسلام اور عربوں کا تیسرا مرکز ھندوستان کا وہ آخری کنارہ ھے جس کو ھندؤوں کے پرانے زمانہ میں کیرالا کہتے تھے اور بعد کو ملیبار کہنے لگے (ملی پہاڑ اور بار ملک) - اس کی حد عربی جغرافیہ‌نویسوں نے گجرات کے خاتمہ سے کولم واقع ٹراوتکور تک بتائی ھے -

تحفۃالمجاھدین کی روایت ھے جس کو فرشتہ نے نقل کیا ھے :-

"اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہودی
اور عیسائی سوداگر یہاں آیا کرتے تھے
اور یہاں بود و باش اختیار کر چکے تھے -
جب اسلام پر دو سو برس گذرے
عرب اور عجمی مسلمان درویشوں کی
ایک جماعت حضرت آدم کے نقش قدم
کی زیارت کے لئے سراندیپ جس کو لنکا

ان چھوٹے چھوٹے سب جزیروں کو ملاکر "دیبات" (۱) کہتے ھیں - ان جزیروں کا سب سے مفصل حال ابن بطوطہ نے بیان کیا ھے - اس کے زمانہ میں یعنی سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۰۰ ھ) میں یہہ جزیرہ پورا کا پورا مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں' اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون ان پر حکمراں تھی - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں یمن وغیرہ کے بہت سے علماء اور جہازراں موجود تھے - ان کی زبانی اس جزیرہ کے لوگوں کے مسلمان ھو جانے کی کیفیت یہہ درج کی ھے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے - یہاں ھر مہینہ سمندر سے دیو کی شکل میں ایک بلا آتی تھی' جب یہاں کے لوگ اس کو دیکھتے تھے تو ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کر کے اس بت خانہ میں جو سمندر کے کنارے تھا چھوڑ آتے تھے - لیکن مراکو کے ایک عرب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی جو اتفاق سے یہاں آ گئے تھے' ان کی دعا اور برکت سے یہہ بلا ان کے سر سے ٹلی - اس کرامت کو دیکھہ کر وھاں کا راجہ شنورازہ اور تمام رعایا شیخ کے ھاتھہ پر مسلمان ھو گئی - ابن بطوطہ کہتا ھے کہ وھاں کی اس مسجد کی محراب پر جس کو اس نو مسلم راجہ نے بنایا تھا یہہ کتبہ میں نے لکھا ھوا پایا :

---

(۱) "دیپ" سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ھیں -

اور سوداگری کا کاروبار شروع کرو اور اپنے امراء کے نام ایک وصیت نامہ لکھکر سپرد کیا کہ ان پردیسی سوداگروں کے ساتھہ ہر قسم کی مہربانی اور لطف کا برتاؤ کیا جائے اور ہر نیک کام میں ان کی مدد کی جائے ' اور ان کو اپنی عبادت گاہوں کے بنانے کی اجازت دی جائے اور اس طرح ان سے سلوک کیا جائے کہ ان کو وہاں رہنے کی اور اس کو وطن بنانے کی خواہش پیدا ہو — اس وقت سے عرب سوداگر اس ملک میں آنے جانے اور رہنے سہنے لگے —

ایک دوسری روایت ہے (جس کو فرشتہ نے پہلے سے زیادہ صحیح مانا ہے اور میرے نزدیک وہ پہلے سے زیادہ غلط ہے) کہ زیمور کے اسلام کا واقعہ خود پیغمبر اسلام کے زمانہ میں پیش آیا — بہر حال یہہ درویش پھر ملیبار واپس آئے اور کدنکور میں مسجد بنائی اور کچھہ لوگ وہاں مقیم ہوئے اور کچھہ لوگ موجودہ ترانکور کے شہر کولم میں جاکر رہے اور وہاں بھی مسجد بنائی پھر ہیلی ماراوی ' جرپتن ' درپتن ' فندرنیا '

کہتے ہیں جا رہی تھی - اتفاق یہہ ہے
کہ ان کا جہاز ہوا کے جھونکو سے بھٹک کر
ملیبار کے شہر کدنگلور (کدنگانور) کے
کنارے آکر لگا - شہر کے راجہ زیمور
(سامری) نے ان کی بڑی آؤبھگت کی -
باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آگیا '
راجہ نے کہا میں نے یہودیوں اور
عیسائیوں کی زبانی تمہارے پیغمبر کا اور
مذہب کا حال سنا ہے ' اب تم خود
سناؤ - درویشوں نے اسلام کی حقیقت کو
اس موثر انداز سے بیان کیا کہ اس نے
راجہ کا دل موہ لیا - راجہ نے ان سے
وعدہ لیا کہ واپسی میں بھی وہ ادھر
ہی سے گذرتے جائیں - چنانچہ وہ
وعدہ کے مطابق آئے - راجہ نے سب امراء
کو بلاکر کہا کہ اب میں خدا کی یاد
کرنا چاہتا ہوں اور یہہ کہکر ملک
برابر برابر سب افسروں میں تقسیم
کر دیا اور خود چھپ کر ان درویشوں
کے ساتھہ عرب چلا گیا اور مسلمان
ہو گیا اور ان درویشوں سے کہا کہ
ملیبار میں اسلام کے پھیلانے کی صورت
یہہ ہے کہ تم لوگ ملیبار سے تجارت

> اور مہربانی کا ھے کیونکہ ان کے ملک
> میں زیادہ شہروں کا آباد ھو جانا انھیں
> مسلمان تاجروں کی بودوباش کا نتیجہ
> ھے " (۱) -

ملیبار کے یہی مسلمان عرب تاجر اور سوداگر اور تارکین وطن ھیں جو موپلا اور نائت کے ناموں سے ھندوستان میں مشہور ھیں اور جن کے ھاتھوں میں پرتگیزوں سے پہلے تک سمندر کی باگ تھی - ان کے ساتھہ وہ لوگ بھی شامل ھو گئے ھیں جو دیسی باشندوں میں سے مسلمان ھو گئے ھیں یا شادی بیاہ کے ذریعہ سے ان کی برادری میں آگئے ھیں -

کولم

کولم کا شہر موجودہ تراونکور میں داخل ھے - عرب جہازراں بہت پرانے زمانہ سے اس کا نام لیتے چلے آئے ھیں اور کہتے ھیں کہ " یہہ مسالوں والے ملک کا آخری شہر ھے " - یہاں سے جہاز عدن کو جایا کرتے تھے ' یہاں مسلمانوں کا ایک محلہ آباد ھو گیا تھا اور ان کی ایک جامع مسجد بھی تھی - (۲)

---

(۱) تحفۃالمجاھدین بحوالۂ دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -
(۲) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

(پنڈارانی) چالیات، فاکنور اور منگلور
میں مسجدیں بنائیں اور نوآبادیاں
قائم کیں"۔

یہہ فرشتہ کا خلاصہ ھے۔ مگر اصل تحفۃالمجاھدین کے ایک دو اور اقتباسات بھی مفید ھیں جن سے بعد کے زمانہ کا طرز عمل ظاھر ھوتا ھے :-

"ھندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاھوں
میں مختلف ملکوں سے تاجر بکثرت آتے
ھیں۔ اس کا نتیجہ یہہ ھوا کہ نئے
شہر آباد ھو گئے ھیں! اور مسلمانوں کی
تجارت سے ان میں آبادی بڑھہ گئی ھے
اور مکانات کثرت سے بن گئے ھیں۔
یہاں کے سردار اور راجہ مسلمانوں پر
سختیاں کرنے سے پرھیز کرتے ھیں۔
باوجودیکہ یہہ سردار اور ان کی سپاہ
بت پرست ھے مگر وہ مسلمانوں کے
مذھب اور ان کے شعائر کا بہت کچھہ
پاس و لحاظ کرتے ھیں۔ بت پرستوں اور
مسلمانوں کے اس اتحاد سے اس لئے اور
تعجب ھوتا ھے کہ مسلمانوں کی تعداد
کل آبادی کا دسواں حصہ بھی نہیں
...... بحیثیت مجموعی مالیبار کے ھندو
راجاؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھہ عزت

سے ہے" (۱) - "پایہ تخت کا نام بیردال (بیردھول) ہے - یہاں باھر سے گھوڑے لائے جاتے ہیں" - (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ ساحل کا یہہ حصہ چند صدیوں کے بعد عربوں کے استعمال میں آیا ہے - چھٹی صدی کے آخر سے اس کا نام سننے میں آتا ہے - ساتویں صدی میں یہاں عربوں کا اچھا خاصہ عمل دخل معلوم ہوتا ہے - وصاف (المتوفی سنہ ۷۲۸ ھ) اور رشیدالدین جامع التواریخ کے مصنف (المتوفی سنہ ۷۱۸ ھ) دونوں نے آٹھویں صدی کے آخر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں - یہہ زمانہ ہندوستان میں جلال‌الدین فیروزشاہ خلجی کا تھا - وصاف اور رشید دونوں قریب قریب بیک لفظ یہہ لکھتے ہیں :-

"معبر کولم سے لے کر سیلوار (نیلور) کے ملک تک سمندر کے کنارے تین فرسنگ لنبا ہے - اس کے اندر بہت سے شہر اور گاؤں ہیں - راجہ کو یہاں کے لوگ دیوار کہتے ہیں جس کے معنی دولت‌والے کے ہیں - چین کے بڑے جہاز جن کو جنک کہتے ہیں یہاں چین ،

---

(۱) تقویم‌البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۲) تاریخ وصاف کی تصنیف کا سال سنہ ۷۰۷ ھ (سنہ ۱۳۰۷ ع) ہے ، الیٹ جلد ۳ ص ۴۴ -

چوتھا مرکز معبر یا کارومنڈل

مدراس میں ملیبار کے دوسرے مقابل ساحل کو عرب معبر کہتے ہیں - اس کا موجودہ مشہور نام کار و منڈل ہے - معبر کا نام بھی عرب سیاحوں اور تاجروں میں خاص طور سے شہرت رکھتا تھا - ابن سعید مغربی نے چھٹی صدی کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ کولم کے پورب تین چار دن کے راستہ پر دکھن کی طرف جھکا ہوا ہے (۱) - زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) نے ساتویں صدی میں اس کا نام منڈل لکھا ہے اور یہاں کی عود لکڑی کی تعریف کی ہے (۲) - اور اسی کے قریب راس کامران (راس کماری) کو جگہ دی ہے جس کی نسبت سے اس عود کو کامرونی (قامرونی) عود کہتے تھے (۳) - ابوالفداء سنہ ۷۳۲ ھ (سنہ ۱۳۱۳ ع) نے راس کماری کو راس کمہری لکھا ہے (۴) اور معبر کی حد یہہ لکھی ہے کہ "یہہ ملیبار کے پورب کولم سے تین چار دن کی مسافت پر ہے اور اس کا آغاز کولم کے پورب

---

(۱) تقویم‌البلدان ص ۳۶۱ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی صفحہ ۸۲ -

(۳) تقویم‌البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۴) ایضاً ۳۵۴ -

کیش (قیس) (۱) کی بندرگاہ سے لا دیا کرے -
سال میں دس هزار گھوڑے خلیج فارس
کی دوسری بندرگاهوں سے جیسے قطیف '
الحساء ' بحرین ' هرمز ' وغیرہ سے آتے تھے
اور هر گھوڑے کی قیمت ۲۲۰ طلائی سکے
(دینار) هوگئی - سنه ۶۹۲ ھ (سنه ۱۲۹۳ع)
میں دیوان مر گیا اور اس کی دولت
اس کے وزیروں ' مشیروں اور نائبوں میں
بٹ گئی اور شیخ جمال الدین کو جو
اس کا جانشین هوا ' کہتے هیں که
سات هزار بیلوں کا بوجھه سونا اور
جواهرات هاتهه آئے اور تقی الدین پہلے کے
معاهدہ کے مطابق اس کا نائب مقرر
هوا " - (۲)

اسی زمانه کے قریب مارکوپولو جب یہاں
آیا هے اس وقت یہاں کی حکومت پانچ هندو راجاؤں کے
هاتھوں میں پائی مگر مسلمانوں کا تاجرانه عمل و دخل

---

(۱) عرب و هند کے " تجارتی تعلقات " کے ضمن میں اس جزیرہ کا پورا حال گذر چکا هے -

(۲) ترجمه جامع التواریخ الیٹ جلد اول صفحه ۶۹ و ۷۰ - وصاف نے زیادہ تحقیق اور تفصیل کے ساتھه اس کو لکھا هے - دیکھو وصاف جلد ۲ ص ۳۲ - ۴۳ -

ماچین اور سندھ اور ہند کے ملکوں سے بیش قیمت سامان اور کپڑے لاتے ہیں - معبر سے ریشمی کپڑے خوشبودار لکڑی لے جاتے ہیں اور اس کے دریا سے بڑے موتی نکالے جاتے ہیں - یہاں کی پیداواریں عراق، خراسان، شام، روم اور یورپ تک جاتی ہیں - یہہ ملک لال اور خوشبودار گھاسیں پیدا کرتا ہے - اس کے سندر میں بکثرت موتی ہیں - معبر ہندوستان کی کنجی ہے - چند سال پہلے سندر پانڈے یہاں کا دیوان تھا جس نے اپنے تین بھائیوں کے ساتھہ مختلف سمتوں میں قوت حاصل کی - ملک تقی الدین بن عبدالرحمان بن محمدالطیبی جو شیخ جمال الدین کا بھائی ہے اس راجہ کا وزیر اور مشیر تھا جس کو پتن، ملی پتن، (پتم اور ملی پتم) اور بادل کی ریاست راجہ نے سپرد کر دی تھی اور چونکہ معبر میں گھوڑے اچھے نہیں ہوتے اس لئے درمیان میں یہہ معاہدہ تھا کہ جمال الدین ابراہیم دیوان کو چودہ سو مضبوط عرب گھوڑے

لفاظی سے بھری ہوئی تاریخ ھے اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھہ نقل کیا ھے (۱) - مسلمانوں نے اپنے عہد و پیمان اور دارالامن کی بنا پر دھول کے راجہ کی پوری مدد کی اور اس کی طرف سے ترک مسلمانوں سے خوب لڑے لیکن ترک بہادروں کا مقابلہ آسان نہ تھا - راجہ نے شکست کھائی اور ملک پر سلطان علاءالدین کے سپہ سالار ملک کافور نے قبضہ کر لیا - ان مسلمانوں کو جو اس سے لڑے تھے وہ سخت سزا دینا چاھتا تھا مگر انھوں نے قرآن اور کلمہ پڑھہ پڑھہ کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کیا - (۲)

یہہ واقعہ سنہ ۷۱۰ ھ (سنہ ۱۳۱۰ ع) میں پیش آیا -

الیٹ صاحب کی ایک غلطی

الیٹ نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں تاریخ علائی کے نام سے خزائن‌الفتوح کا خلاصہ کیا ھے - اس میں اس واقعہ کے ضمن میں خسرو کے ایک فقرہ کا یہہ ترجمہ دیا ھے کہ "یہہ مسلمان نیم ہندو اور اپنے دین و مذھب سے بے خبر تھے" (۳) - لیکن یہہ مطلب بالکل غلط ھے '

---

(۱) خزائن‌الفتوح امیرخسرو - مطبوعہ تاریخ جامع ملیہ اسلامیہ علی‌گڈھہ سنہ ۱۹۲۷ ع ص ۱۵۷ - ۱۶۲ -

(۲) ج ۳ ص ۹۰ -

(۳) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

بھی یہاں اس کو پورا نظر آیا اور گھوڑوں کی آمد عرب سے اس طرح تھی - کہتا ہے :-

"اس ملک میں گھوڑے نہیں ہوتے - ہرمز اور عدن کی بندرگاہوں سے سوداگر ہر سال گھوڑے لاتے ہیں اور پانچوں راجوں میں ہر سال دو دو ہزار گھوڑے خریدے جاتے ہیں اور ایک ایک گھوڑے کی قیمت پانچ پانچ سو دینار دی جاتی ہے" -

یہاں کے موتی اور جواہرات کی لا تعداد دولت کا اس نے بھی ذکر کیا ہے -

ہندو راجہ کے لئے مسلمانوں کی مسلمانوں سے لڑائی

اس کے بعد ہی سلطان علاءالدین خلجی کی فوج نے گجرات سے لے کر کارومنڈل تک زیر و زبر کر ڈالا - اس وقت تمام ہندوستان میں پہلی دفعہ یہہ واقعہ پیش آتا ہے کہ کارومنڈل جس کا پایۂ تخت اس وقت بیردھول تھا اس کے راجہ کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا - امیر خسرو دہلوی نے خزائن الفتوح میں جو علاءالدین خلجی کی انہیں فتوحات کی ایک رنگین اور بے معنی

سب سے پہلا عرب سیاح و تاجر جس نے اپنا سفرنامہ سنہ ۲۳۵ ھ میں تمام کیا ہے یعنی سلیمان؛ اس نے ولبھی راجہ کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "اس کو اور اس کی رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لئے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھہ محبت سے پیش آتے ہیں" (۱) - ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سوداگروں اور نوآبادکاروں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے اچھے دوستانہ تعلقات تھے - یہی سبب ہے کہ اس راج کے مختلف شہروں میں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہو گئی تھیں اور وہ اخیر تک قائم رہیں -

اسی طرح طاقن یا داکھن یا دکھن کے راجہ کی نسبت بھی اس کا یہی بیان ہے کہ "وہ بھی عربوں کے ساتھہ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے" (۲) - خاص گجرات یا گوجر (جزر) راجاؤں کی نسبت لکھتا ہے کہ "وہ عربوں کے دشمن ہیں" (۳) -

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جب بزرگ بن شہریار ناخدا

---

(۱) ص ۲۶ و ۲۷ -

(۲) ص ۲۹ -

(۳) ص ۲۸ -

حقیقت یہہ ھے کہ امیر خسرو نے اپنے شاعرانہ مبالغہ اور انشاپردازی کی نری الفاظی میں ان مسلمانوں کو ہندو راجہ کے ساتھہ دینے کے جرم میں بہت کچھہ ابرا بھلا کہا ھے جس کا کوئی مقصود و مطلب نہیں ھے چہ جائیکہ اس کے معنی نیم ہندو کے ہوں (۱) -

پانچواں مرکز گجرات

عربوں کا پانچواں تجارتی میدان گجرات ، کاتھیاوار ، کچھہ اور کوکن کا علاقہ تھا جہاں ولبھہ رائے یا عربوں کے محبوب راجہ بلہرا کی حکومت اتھی جس کی پہلی راجدھانی ولبھی‌پور تھا جو موجودہ بھاؤ نگر کے پاس ایک بڑا شہر تھا اور عرب اس کو ہمیشہ مانگر یا مہانگر کے نام سے پکارتے تھے - آثار قدیمہ کی موجودہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ھے کہ اس شہر کا دائرہ پانچ میل تک پھیلا ہوا تھا - یہاں کے بعض راجاؤں کا مذہب بودھہ اور بعضوں کا جین تھا اور انھیں دونوں کے جھگڑوں میں شائد اس کا خاتمہ ہوا - اس راج کے زیر سایہ چیمور کی بندرگاہ جس کو عرب صیمور کہتے ہیں بہت ترقی پر تھی اس کے بعد کھمبایت وغیرہ کا درجہ تھا -

---

(۱) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

اس مسلمان قاضی یا کونسل کے تھے جو غیر مسلم حکومتوں میں انہیں حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات کو فیصل کرنے کے لئے مقرر! کیا جاتا تھا - عربوں اور مسلمانوں کی حکومتوں کو جب دنیا میں پورا عروج حاصل تھا تو جس طرح آج کل یورپین قوموں کو ایشیا اور افریقہ کی سلطنتوں میں خاص خاص امتیازات حاصل ہیں اور ان کا مقدمہ کسی غیر یورپین کی عدالت میں پیش نہیں کیا جاتا ' اسی طرح عربوں اور مسلمانوں کی کیفیت بھی تھی اور اسی طرح کے حقوق انھوں‌نے بھی اپنے تعلق اور آمد و رفت کے غیر اسلامی ملکوں میں حاصل کر لئے تھے - ترکستان ' روم ' چین ' اور هندوستان میں مسلمانوں کے ان امتیازی حقوق کا پتہ چلتا ہے (۱) - بہر حال اسي قاضی یا کونسل یا غیر حکومت کے مقررکردہ مسلمان افسر کا نام " هنرمند " تھا - تیسری صدی هجری کے اخیر اور چوتھی صدی هجری کے شروع میں چیمور میں عربوں کی اتنی بڑی آبادی ہو گئی تھی کہ ان کے لئے راجہ کو ایک هنرمند مقرر کرنا پڑا تھا جس کا نام عباس بن ماهان تھا - (۲)

---

(۱) دیکھو ابن حوقل ص ۲۳۳ -

(۲) عجائب الہند ص ۱۴۴ -

ادھر اپنے جہاز لاتا تھا تو ان أطراف میں عربوں اور عام مسلمانون کی بڑی آبادی تھی - ایک نومسلم ھندو جہازراں بھی اس کو ملتا ھے جس نے اپنے جہازوں کے ذریعہ سے بڑی دولت کمائی تھی اور حج بھی ادا کیا تھا (۱) ، محمد بن مسلم سیراف کا ایک تاجر اس کو ملتا ھے جو تھانہ (بمبئی کے پاس) میں بیس برسوں سے زیادہ رھا تھا اور ھندوستان کے اکثر شہروں میں اس نے سفر کیا تھا اور ان تمام حالات سے واقف تھا (۲) - چیمور (صیمور واقع گجرات) میں فسا (واقع فارس) کے ایک مسلمان ابوبکر سے اس کی ملاقات ھوئی (۳) - گوا جس کو قدیم عرب ضداپور کہتے تھے اس کے راجہ کا مصاحب موسی نام ایک مسلمان تھا (۴) -

ھنرمند

یہہ ایک فارسی لفظ ھے جس کے معنی ھنروالے کے ھیں لیکن عربوں نے ایک خاص معنی میں اس کو استعمال کیا ھے اور اخیر کی دال گرا کر وہ اس کو ھنر من کہتے ھیں اور اس کا مصدر " ھر منہ " (ھنرمند ھونا) بناتے ھیں - اس کے اصطلاحی معنی

---

(۱) عجائب الھند ص ۱۶ -

(۲) ص ۱۵۲ -

(۳) ص ۱۵۷ -

(۴) ص ۱۵۷ -

صیمور میں دس ہزار کی آبادی

صیمور (ولبھہ راے کی حکومت میں ایک شہر) میں عربوں اور مخلوط النسل مسلمانوں کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ھے، جس زمانہ میں (سنہ ۳۰۴ ھ میں) مسعودی آیا ھے صرف اسی ایک شہر میں مسلمانوں کی دس ہزار کی آبادی تھی -

بیسر

خدا جانے یہہ کیا لفظ ھے بہر حال اس کے معنی مسعودی نے یہہ لکھے ھیں کہ وہ مسلمان جو ھندوستان میں پیدا ھوے ھیں اس کی جمع بیاسرہ ھے - مسعودی کی یہہ اھم عبارت حسب ذیل ھے :-

"میں سنہ ۳۰۴ ھ میں لار کی سرزمین میں سے جو بلھرا کی حکومت میں ھے شہر چیمور (صیمور) میں موجود تھا، اس زمانہ میں اس شہر کے حاکم کا نام جانچ تھا اور اس وقت وھاں دس ہزار مسلمان آباد تھے جو ھندوستان کے پیداشدہ (بیاسرہ) اور سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے ملکوں کے تھے جنھوں نے یہاں بود و باش اختیار کرلی ھے - ان میں سے بہت سے

ولبھہ راے کی عملداری

چوتھی صدی ہجری کے شروع میں مسعودی ہندوستان آیا ، سنہ ۳۰۳ ھ میں وہ کھمبایت میں تھا - اس کے علاوہ وہ گجرات کے مختلف شہروں میں پھرا - ولبھہ راے (بلھرا) راجاؤں کے متعلق اس کی بھی شہادت وہی ھے جو اس کے ساتھہ ستر برس پہلے سلیمان تاجر نے ظاہر کی تھی - کہتا ھے "سندھہ اور ہندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ بلھرا کے راج کی طرح اور کسی راج میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں - اسلام اس راجہ کی حکومت میں معزز اور محفوظ ھے اور اس کے ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ھیں جو ہر طرح آباد ھیں - یہاں کے راجہ چالیس چالیس ، پچاس پچاس ، برس راج کرتے ھیں ، یہاں کے لوگوں کا یہ اعتقاد ھے کہ ھمارے راجاؤں کی عمریں اسی عدل و انصاف اور مسلمانوں کی عزت کرنے کے سبب سے لمبی ہوتی ھیں - گجرات کے راجہ کی دشمنی کا وھی حال ھے اور طاقن یا دکھن کے راج میں بھی مسلمانوں کی وھی عزت ھے - (۱)

---

(۱) مروج الذھب مسعودی جلد اول صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

جو بت پوجتے ہیں مگر اپنے ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی بسا لیتے ہیں" (۱) -

کھمبایت میں

کھمبایت کی نسبت اس کا بیان ہے کہ "یہ بھی ہندوستان کے ساحلی شہروں میں سے ہے جہاں تاجر جایا کرتے ہیں، اس میں مسلمان بھی آباد ہیں" - (۲) اس کے بعد ہی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں (سنہ ۶۲۵ ھ) جامع الحکایات کا مصنف عوفی غالباً سندھ سے کھمبایت گیا تھا - اس کا بیان ہے کہ "وہاں (کھمبایت میں) خوش عقیدہ اور دیندار مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کی ایک جامع مسجد بھی ہے اور اس کا ایک امام اور خطیب بھی ہے - گجرات کا راجہ جو نہر والہ میں رہتا تھا ان لوگوں کے ساتھ بہت عدل و انصاف کے ساتھ پیش آتا تھا (۳) -

کھمبایت سے چیمور تک چوتھی صدی میں

ابن حوقل بغدادی جس نے چوتھی صدی ہجری میں گجرات سے سندھ تک سفر کیا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ -

---

(۱) بحوالہ تقویم البلدان ابوالفداء ص ۳۵۹ -
(۲) ایضاً ص ۲۵۷ -
(۳) جامع الحکایات عوفی کا قلمی نسخہ موجودہ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) -

معزز سوداگر ہیں جیسے موسی بن اسحاق
صندا لونی (صنداپوری ؟) اور ہنرمندی
کے عہدہ پر ان دنوں ابو سعید معروف
بن زکریا ممتاز تھے - ہنرمند سے
مراد مسلمانوں کا سردار ہے اور
اس کی صورت یہہ ہے کہ راجہ
مسلمانوں پر انہیں کے رئیسوں میں سے
کسی کو سردار بنا دیتا ہے اور مسلمانوں
کے معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ہے
اور بیاسرہ کے معنی ہیں وہ مسلمان
جو ہندوستان میں پیدا ہوے ہوں " (۱) -

تھانہ میں

چھٹی صدی ہجری کے آخر میں سلطان شہاب الدین کا ہمعصر ابن سعید مغربی سنہ ۵۸۵ ھ مراکش اور مصر میں بیٹھکر بیرونی کی قانون مسعودي کی طرح جغرافیۂ فلکی پر ایک کتاب لکھہ رہا تھا - اس میں اس نے جنوبی ہند کے بعض شہروں کے نام لئے ہیں - تھانہ کے ذکر میں کہتا ہے کہ " یہہ گجرات (لار) کا آخری شہر ہے ' تاجروں کی زبان پر اس کا نام بہت مشہور ہے - اس ہندی ساحل پر رہنےوالے سب ہندو ہیں

---

(۱) مروج الذهب مسعودي ج ۲ ص ۸۵ و ۸۶ (لیڈن)

بیچ میں سیکڑوں میل کے علاقہ بدستور ہندو رایوں اور راجاؤں کے زیر فرماں رہے - گجرات تو پھر ہمیشہ کے لئے اسلامی ہو گیا مگر کارو منڈل (معبر) میں حسن کیتھلی اور اس کے جانشیں نے آٹھویں صدی کے وسط تک تقریباً چالیس برس تک حکومت کی پھر بیجا نگر کے راجاؤں نے اس کو فتح کر لیا -

مراکش کا مشہور سیاح ابن بطوطہ جو اسی زمانہ میں ہندوستان آیا تھا اور محمد تغلق کی طرف سے ایک جوابی سفارت لے کر چین جا رہا تھا وہ دھلی سے کھمبایت اور پھر کھمبایت سے کارومنڈل گیا تھا جہاں سے چین کو جہازات جاتے تھے - اس پورے راستہ کی اسلامی آبادیوں اور وہاں کے حاکموں کا اس نے ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص ہندؤوں کی آبادی اور حکومت میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کی کیا حالت تھی -

کھمبایت

ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہوکر کھمبایت پہنچا ہے جو گجرات کی بڑی بندرگاہ تھی - یہہ بندرگاہ گو اب دھلی کی سلطنت سے برائے نام وابستہ تھا مگر یہاں کی تجارت، کاروبار، اثر و اقتدار اور نظم و نسق تمام عرب اور عراق کے تاجروں اور جہازرانوں کے ہاتھوں میں

"کھمبایت سے صیمور تک راجہ بلھرا
(ولبھہ رائے) کی حکومت ہے ...... اس
میں غالب آبادی تو ہندوؤں کی ہے
لیکن اس میں مسلمان بھی ہیں اور
مسلمانوں پر حکومت خود مسلمانوں
کی ہے یعنی راجہ کی طرف سے ایک
مسلمان والی ان کے لئے مقرر ہوتا
ہے - ...... ولبھہ رائے کے علاقوں میں
مسجدیں ہیں جن میں جمعہ کی
نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اسی طرح
ان میں اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں
اور اذان بھی علی الاعلان دی جاتی
ہے" (۱) -

کھمبایت سے کارومنڈل تک آٹھویں صدی ہجری میں

گجرات سے کارومنڈل تک جتنا علاقہ ملک کافور فتح کرتا چلا گیا تھا وہ ایک آندھی تھی جو آئی اور گذر گئی مگر ابتدا اور انتہا میں فتح علائی کا جو جھنڈا گڑا تھا وہ نہ اکھڑ سکا، تاہم وہ دونوں خود مختار ہو گئے - ادھر گجرات اور ادھر کارومنڈل

---

(۱) ابن حوقل ص ۲۳۳ (لیڈن) -

گاوي اور گاوی سے گندھار پہنچا - کہتا ھے یہہ دونوں ساحلی شہر راجہ جالیذی کے قبضہ میں ھیں - مگر وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ھے ' یہاں اس کو مسلمان آباد ملتے ھیں جن میں بہت سے راجہ کے درباریوں اور افسروں میں داخل تھے - ان میں ایک خواجہ بہرہ نام تھا اور دوسرا ناخدا ابراھیم تھا جو چھہ جہازوں کا مالک تھا - ابن بطوطہ اسی گندھار میں ناخدا ابراھیم اور اس کے بھائی کے جہازوں میں سوار ہوا - ان جہازوں کے نام جاگیر اور منورت تھے - جہازوں میں پچاس تیرانداز اور پچاس حبشي سپاھی تھے -

بیرم

یہہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ھے جو ھندوستان کے ساحل سے چار میل دور ھے (یہہ عدن کے قریب کا بیرم نہیں) - پہلے اس پر ھندو قابض تھے پھر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں ملک‌التجار گازرونی نے اس کو تعمیر کیا اور وھاں مسلمانوں کو آباد کیا -

گوگہ

یا گھوگہ (موجودہ بھاؤنگر کے پاس ھے) یہاں راجہ دنکول کی حکومت تھي - بہت بڑا شہر تھا - بڑے بڑے بازار تھے یہاں اس نے ایک مسجد دیکھی جو حضرت خضر کی طرف منسوب تھی (جن کو عام لوگ سمندر

تھا جو یہاں پہلے سے آباد چلے آتے تھے - عربی و عراقی و عجمی مسلمانوں کی ہر طرف کثرت تھی اور ان کی بنائی ہوئی مسجدیں اور خانقاہیں آباد تھیں - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہہ شہر اپنی مسجدوں اور دوسری عمارتوں کے لحاظ سے بہترین شہر ہے اور اس کا سبب یہہ بتاتا ہے کہ یہاں کے اکثر باشندے بیرونی ملکوں سے تجارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدیں بناتے رہتے ہیں اور ان کے بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھہ جانے کا جذبہ پیدا ہے - عالیشان عمارتوں میں شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو میں عظیم‌الشان مسجد ہے اور ملک‌التجار گازرونی کا بھی بڑا مکان ہے اور اس کے ساتھہ بھی ایک مسجد ہے اور تاجر شمس‌الدین کلاہ‌دوز کا گھر بہت بڑا ہے - شہر میں حاجی ناصر کی خانقاہ ہے جو عراق کے شہر دیار بکر کے باشندہ تھے - دوسری خانقاہ خواجہ اسحاق کی ہے جہاں فقیروں کے لئے لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے (۱) -

گاوی اور گندھار

گاوی اور گندھار یہہ دونوں بھڑوچ کے ساتھہ کی بندرگاہ تھے - (آئین اکبری) - ابن بطوطہ کھمبایت سے چل کر پہلے

(۱) سفرنامہ ابن بطوطہ عربی مطبوعہ خیریہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ -

جمال الدین کا اصلی مرکز تھا - یہاں ابن بطوطہ کو
شیخ محمد ناگوری نام ایک صاحب خانقاہ بزرگ
ملے اور فقیہ اسماعیل سے جو قرآن پاک کے استاد
تھے اور نور الدین علی قاضی سے اور ایک اور امام
سے ملاقات ہوئی - اس شہر میں اس نے عجیب
بات یہہ پائی کہ یہاں عورتوں ' مردوں سب میں
تعلیم کا برابر چرچا تھا - شہر میں ۱۳ مکتب
لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے دیکھے - ھنور کی مسلمان
عورتیں بھی ھندو عورتوں کی طرح ساری باندھتی تھیں -
باشندوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھی - یہاں ابن بطوطہ کو
اس مسلمان جوگی کا ایک پیام اور تحفہ ملا - باشندے
امام شافعی کے پیرو تھے جس کے معنی یہہ ہیں
کہ وہ عرب تھے یا ان کی اولاد تھے -

ملیبار

ھنور سے ابن بطوطہ کا جہاز ملیبار کے سواحل پر
آکر لگتا ھے - کہتا ھے کہ اس علاقہ کی حد چندا پور
سے کولم تک دو مہینہ کا راستہ ھے - یہہ سیاہ مرچوں والا
ملک ھے اس ملک میں چھوٹے بڑے بارہ ھندو راجہ
ھیں - بڑے راجاؤں کے پاس پچاس پچاس ہزار اور
چھوٹوں کے پاس تین چار ہزار فوج ھے - ایک راجہ کا
علاقہ ختم ہو کر جہاں دوسرے راجہ کا علاقہ شروع ھوتا ھے

میں تویٹوں کا سہارا سمجھتے ہیں) - یہاں حیدری فقیروں کا ایک گروہ تھا -

چنداپور

یہاں سے ہمارا مسافر چنداپور پہنچا جس کو عرب صنداپور کہتے تھے اور جس کو اسی تشابہ کی وجہ سے میں نے کبھی سنگھاپور سمجھا تھا - لیکن وہ درحقیقت موجودہ گوا کے پاس تھا - ہمارا سیاح یہاں ایک مسلمان سلطان جمال الدین ہنوری کی ریاست پاتا ہے - اس سلطان جمال الدین کا باپ حسن ایک جہازراں تھا - سلطان جمال الدین راجہ ہریب (صحیح نام ہریر ہے اور یہہ بیجانگر کا راجہ تھا) کے ماتحت تھا - یہاں ایک ہندؤوں کا اور دوسرا مسلمانوں کا محلہ الگ الگ تھا - یہاں ایک عظیم الشان مسجد تھی ' ابن بطوطہ کی نگاہ میں بغداد کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی تھی -

چندا پور کے پاس ہی ایک اور چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی جہاں ایک گرجا بھی تھا ' اور وہاں کے ایک بتخانہ میں ایک بظاہر جوگی لیکن در حقیقت مسلمان صوفی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو صرف اشاروں سے باتیں کرتا تھا -

ہنور

جس کو ہونور کہتے ہیں اور جو اب بھی احاطۂ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ہے - یہ سلطان

ابی سرور

ملیبار کے جس شہر میں پہلے وہ داخل ہوتا ہے اس کا نام وہ ابی سرور بتاتا ہے - ابوالفدا نے اپنے جغرافیہ میں اس شہر کا نام یاسرور لکھا ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے یہہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کا سب سے بڑا آدمی یہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے بڑا مخیر آدمی ہے اس نے اپنی دولت فقیروں اور محتاجوں کو بانٹ دی ہے یہاں ناریل کے درخت بہت ہیں -

پاکنور

ابی سرور سے وہ پاکنور پہنچتا ہے (یہہ مدراس میں جنوبی کنٹری میں برکور کے نام سے اب مشہور ہے یہہ ابن بطوطہ کے زمانہ میں بیجانگر کے ماتحت تھا) کہتا ہے کہ یہاں کے راجہ کا نام باس‌دیو ہے اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہیں لیکن ان کا امیرالبحر مسلمان ہے جو اچھا نہ تھا - تاجروں کو لوٹتا تھا - جب یہاں کوئی جہاز آتا ہے تو راجہ "بندرگاہ کے حق" کے نام سے کچھہ وصول کرتا تھا - راجہ نے ابن بطوطہ کی بڑی خاطر کی - یہاں کا بڑا آدمی حسین سلاط ہے اور یہاں قاضی اور خطیب مقرر ہیں اور حسین سلاط کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے -

وہاں لکڑی کا ایک پھاٹک لگا ہے جس پر اس علاقہ کے راجہ کا نام لکھا ہے - ہندو حکومت ہونے کے باوجود ان علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی عزت ہے - چنداپور سے کولم تک ہر آدھ میل پر لکڑی کا ایک مکان بنا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہیں ہر مسافر خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو آرام کرتا ہے - ہر ایک مکان کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو سب کو پانی پلاتا ہے - ہندوؤں کو برتن میں اور مسلمانوں کو اوک سے - ہندو باشندے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں ان کو کھلاتے ہیں اور اگر کھلاتے ہیں تو یا اس برتن کو توڑ دیتے ہیں یا اسی مسلمان کو دے دیتے ہیں لیکن جہاں کہیں کوئی مسلمان نہ ہو وہاں وہ مسلمانوں کا کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھدیتے ہیں جو باقی بچتا ہے وہ چیل کوے اور کتے کو کھلا دیتے ہیں - اس پورے راستہ میں ہر منزل میں مسلمان آباد ہیں جن کے پاس مسافر جاکر ٹھہرتے ہیں اور وہ ان کے لئے ہر چیز خرید کر کھانا پکادیتے ہیں یہاں اگر مسلمانوں کی آبادی جابجا نہ ہوتی تو مسلمان مسافروں کا یہاں سفر کرنا مشکل تھا - راستہ میں بھی اگر ہندو کسی مسلمان راہ چلتے کو دیکھتے ہیں تو راستہ سے ہٹ جاتے ہیں -

مسجد ہے جس کی نذر تمام جہاز والے مانتے ہیں اور دیتے ہیں اس کی نذر و نیاز کا ایک خزانہ ہے جس کا منتظم حسین نام وہاں کی مسجد کا امام ہے اور حسین وزان یہاں کے مسلمانوں کا سردار ہے - یہاں طالب علموں کی ایک جماعت ہے جس کو اسی جامع مسجد کے خزانہ سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی ہے جہاں سے مسافروں کو اور غریب مسلمانوں کو کھانا بٹتا ہے - یہاں مقدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ابن بطوطہ کی ملاقات ہوتی ہے یہہ بزرگ ہندوستان اور چین اور عرب کی سیاحت کر چکے تھے -

جرپٹن

یہہ ملیبار کے علاقہ میں شاید وہ مقام ہے جس کو اب سری کنداپورم کہتے ہیں - پہلی صدی ہجری میں ملیبار کے راجہ کے مسلمان ہونے پر ملیبار کے مختلف شہروں میں جو مسجدیں بنی تھیں ان میں ایک یہاں بھی بنی تھی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہاں کے راجہ کا نام کویل ہے یہہ ملیبار کا بڑا راجہ ہے اس کے جہازات فارس، یمن اور عمان جاتے ہیں" یہاں بغداد کے ایک عالم سے اس کی ملاقات ہوئی جن کا ایک بھائی یہاں کا بڑا سوداگر تھا اور جو بڑی دولت چھوڑ کر مرا تھا - ہندو راجہ مسلمان میت کے ترکہ میں سے کچھہ

منگور

یہاں سے وہ منگرور (منگلور) جاکر لنگر ڈالتا ھے - کہتا ھے کہ یہہ ملیبار کا سب سے بڑا دریائی موقع ھے اور فارس اور یمن کے اکثر تاجر یہاں اترتے ھیں - اس کے راجہ کا نام رام دیو ھے - چار ھزار کے قریب مسلمان یہاں آباد ھیں ان کا محلہ الگ ھے - کبھی کبھی یہاں کے باشندوں سے ان کی لڑائی بھی ھوتی ھے مگر راجہ بیچ میں پڑکر دونوں میں صلح کرا دیتا ھے - یہاں ایک قاضی ھے جو نہایت لائق اور فیاض آدمی ھے جس کا نام بدرالدین ھے معبر (کارومنڈل) کا رھنے والا شافعی مذھب ھے - یہاں کے راجہ نے اپنے لڑکے کو جب ضمانت کے طور پر جہاز میں بھیجا تب ھم قاضی کے کہنے سے اترے تین دن تک ھماری ضیافت ان لوگوں نے کی -

هیلی

هیلی نام گو اب کوئی بندر نہیں مگر کننانور سے سولہ میل شمال کی طرف پہاڑ کا ایک کونا سمندر میں نکلا ھے اس کو کوہ هیلي (ایلی) کہتے ھیں - ابن بطوطہ کا بیان ھے کہ "یہہ بہت بڑا اور خوبصورت شہر ھے یہاں بڑے بڑے جہازات آتے ھیں چین کے جہاز یہیں آکر تھرتے ھیں - یہہ شہر ھندؤوں اور مسلمانوں دونوں کے نزدیک مقدس ھے کیونکہ یہاں ایک جامع

وہ راجہ مسلمان ہوگیا تھا – وہ عربی خط پڑھ سکتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا مسلمان نہ ہوا اور اس نے اس درخت کو جڑ سے اُکھڑوا دیا مگر وہ پھر نکل آیا – ابن بطوطہ کے زمانہ میں اس مسجد کے پاس وہ درخت موجود تھا اس کے سامنے ایک محراب بنی تھی –

بدھہ پٹن

دہ پٹن سے جہاز بدھہ پٹن پہنچا یہاں یہی پہلی صدی ہجری والے نو مسلم راجہ کی ایک مسجد تھی – ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہہ بھی سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے (یہہ شاید شہر چالیام تھا جو موجودہ شہر بے پور کے قریب واقع تھا) – ابن بطوطہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ‌تر برہمن آباد ہیں جو مسلمانوں سے بہت نفرت رکھتے ہیں اور مسلمان آباد نہیں – شہر کے باہر سمندر کنارے ایک مسجد ہے ' مسلمان مسافر وہیں جاکر ٹھہرتے ہیں یہہ مسجد بھی اس لئے بچی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ کسی برہمن نے اس کی چھت توڑ کر اس کی لکڑی اپنے گھر میں لگا لی تو اس کا گھر جل گیا جس میں وہ خود مع اپنے تمام خاندان اور اسباب کے جل کر مر گیا – اس وقت سے کوئی برہمن اس مسجد کو نہیں چھوتا بلکہ وہ اس مسجد کی خدمت اور حفاظت کرتے ہیں – آنے جانے والوں کے

نہیں لیتا بلکہ وہ مسلمانوں کے سردار کے پاس امانت رھتا ھے - ابن بطوطہ کا بیان ھے کہ جب میں چلا ھوں تو وہ عالم صاحب اپنے متوفي بھائی کا سب سامان لے کر بغداد کی روانگی کی تیاری کر رھے تھے -

دہ پتن

یہہ بھی راجہ کویل کی عملداری میں ھے سمندر کے کنارے یہہ بڑا شہر ھے - باغات بکثرت ھیں ناریل، سیاہ مرچ، چھالیہ، پان اور اروي کی بہتات ھے - یہاں راجہ کویل کے بزرگوں میں سے کسی کا بنایا ھوا ایک نہایت خوبصورت تالاب ھے جس میں تراشے ھوئے سرخ پتھر لگے ھیں اور جس کے چاروں کونوں پر چار گنبد ھیں اور اسی کے قریب راجہ کویل کے باپ دادوں میں سے کسی کی بنوائی ھوئی مسجد بھی ھے - مسلمان اس تالاب میں نہاتے اور وضو کرتے اور اس مسجد میں نماز پڑھتے ھیں - کہتے ھیں کہ وہ راجہ مسلمان تھا اس کے مسلمان ھونے کا قصہ ابن بطوطہ نے وھاں کے مسلمانوں کی زبانی یہہ سنا کہ جہاں مسجد ھے وھاں ایک ایسا درخت تھا! جس میں ھر خزاں کے موسم میں ایک ایسا پتا گرتا جس پر کلمہ لکھا ھوتا تھا جب یہہ پتا گرتا تھا تو آدھا مسلمان اور آدھا ھندو لے لیتے تھے - اس سے بیماروں کو شفا ھو جاتی تھي - اسي کرامت کو دیکھہ کر

ھے وہ بحرین کا باشندہ ھے بڑا عالم اور سخی داتا ھے ۔ ہر طرف کے سوداگر اس کے دسترخوان پر آکر کھانا کھاتے ھیں ۔ شہر کا قاضی فخرالدین عثمانی ھے اور خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ھے ۔ چین اور ھندوستان میں جو لوگ ابواسحاق گازرونی کی نذر مانتے ھیں وہ اسی خانقاہ میں لاکر اپنی نذر پیش کرتے ھیں ۔ ناخدا مثقال بھی یہیں رھتا ھے ۔ یہہ شخص بہت مشہور اور مالدار دریائی تاجر ھے اس کے اپنے جہاز ھیں جو ھندوستان ' یمن ' چین اور فارس سے تجارت کا سامان لاتے اور لے جاتے ھیں ۔ راجہ کے نائب اور شیخ شہاب الدین اور ابراھیم شاہ بندر نے ابن بطوطہ کا استقبال سلطان محمد تغلق کے سفیر کی حیثیت سے طبل و علم و نقارہ کے ساتھہ کیا ۔ ابن بطوطہ کہتا ھے کہ کالی کٹ کا راجہ بڑا عادل ھے ۔ ایک دفعہ راجہ کے نائب کے بھتیجے نے ایک مسلمان تاجر کی تلوار چھین لی ' تاجر نے اس کے چچا سے جاکر شکایت کی اس نے تحقیق کے بعد حکم دیا کہ اسی تلوار سے اس کے بھتیجے کے دو ٹکڑے کردئے جائیں ۔

چین کے جہازات یہیں سے روانہ ہوتے تھے ' اچھے موسم کے انتظار میں ابن بطوطہ کو مہینوں قیام کرنا پڑا ۔ اس کے جہاز کا وکیل ملک شام کا رھنے والا سلیمان صفدی نام تھا ' اس کی غلطی سے یہہ واقعہ پیش آیا کہ

پینے کے لئے پانی کا انتظام کیا ہے اور اس کے دروازہ پر جالی لگادی ہے تاکہ اس میں پرند نہ جائیں -

پنڈارانی

یہاں سے نکل کر ہمارا سیاح پنڈارانی پہنچا جس کو وہ فندرینہ کہتا ہے اور جو کالی کٹ سے سولہ میل اتر ہے - کہتا ہے کہ "یہہ بہت بڑا شہر ہے اس میں مسلمانوں کے تین محلے آباد ہیں ہر محلہ میں ایک مسجد ہے، سمندر کے کنارہ سمندر کے رخ پر ایک پرفضا جامع مسجد ہے وہاں کا قاضی اور امام عمان کا رہنے والا ہے یہاں گرمیوں میں چین کے جہاز آکر تھرتے ہیں" -

کالی کٹ

اب ہمارا سیاح ملیبار کے مشہور بندر کالی کٹ میں پہنچتا ہے - کہتا ہے کہ یہہ ملیبار میں سب سے بڑا بندر ہے یہاں چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن، اور فارس کے سوداگر بلکہ تمام دنیا کے سوداگر آتے ہیں - یہاں کا بندر دنیا کی بڑی بندرگاهوں میں سے ہے - یہاں کا راجہ ہندو ہے جس کا لقب زیمور (سامری) ہے - یہہ اسی طرح ڈاڑھی منڈاتا ہے جس طرح (رومی) فرنگی لوگ جن کو میں نے وہاں دیکھا ہے منڈاتے ہیں لیکن یہاں کے سوداگروں اور تاجروں کا سردار مسلمان ہے اس کا نام ابراهیم شاہ بندر

چالیات

ابن بطوطه کو جہازوں کی تباهی کے سبب سے پھر اسی راستہ سے کالی‌کٹ کو واپس آنا پڑا - راستہ میں وہ چالیات میں ٹھہرا ، جس کو عرب شالیات کہتے تھے اور اب اس کو شالیا کہتے هیں - یہہ کالی‌کٹ کے قریب تها ، ابن بطوطه یہاں کے کپڑوں کی صنعت کی تعریف کرتا ھے ، وہ یہاں سے هنور ، اور وهاں سے چنداپور (گوا) پہنچتا ھے ، تو معلوم هوتا هے که راجه (شاید بیجانگر کا راجه مراد هے) نے لڑکر سلطان جمال‌الدین هنوری کے هاتهه سے یہاں کی ریاست چهین لی - ابن بطوطه یہاں سے سوار هو کر مالدیپ چلا گیا -

مالدیپ

یہاں عرب مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی اور سلطانه خدیجه حکمراں تھی ، اس کا پورا حال اوپر گذر چکا هے -

سیلون

مالدیپ سے وہ سیلون آتا هے ، یہاں کا راجه اس وقت اریا چکروتی نام تها ، اس کے پاس بہت سے جہازات تھے جو یمن تک جایا کرتے تھے - یہہ راجه فارسی زبان سمجھتا تها ، نقش قدم کی وجه سے یہاں عربی اور عجمی مسلمان فقیروں اور درویشوں کی آمد و رفت لگی تھی -

ابن بطوطہ کا مال و اسباب تو جہاز پر چڑھہ گیا مگر وہ خود ساحل پر چھوٹ گیا اور آخر وہ خشکی کے راستہ سے کولم روانہ ہوا تاکہ وہاں وہ اس جہاز کو پاکر سوار ہو جائے -

کولم

کولم موجودہ تراونکور میں داخل ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "تمام ملیبار میں یہہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے ' بازار بھی اچھے ہیں ' سوداگر اتنے بڑے مالدار ہیں کہ پورے جہاز کے جہاز کا مال وہ ایک دفعہ خرید لیتے ہیں اور گودام میں رکھہ کر بیچتے ہیں - مسلمان سوداگر بھی یہاں بکثرت ہیں - ان میں سب سے بڑا شہر آوہ کا باشندہ علاءالدین ہے - یہاں عراقی خاصی تعداد میں آباد ہیں ' شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے - شہر میں سب سے دولت مند مسلمان محمد شاہ بندر ہے - اس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے ' یہاں کی جامع مسجد بھی اچھی اور خوبصورت ہے ' یہاں کے راجہ کا نام تروری (بناتے تیری اس زبان میں راجہ کو کہتے ہیں) ہے - یہہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے اور بہت منصف مزاج ہے ' یہاں کالی کٹ والے شیخ شہاب الدین گازرونی کے بیٹے شیخ فخرالدین کی خانقاہ ہے -

جو ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق سب بھاگے ہوئے مجرم اور پہلے چور اور ڈاکو تھے، مگر انکے چور، ڈاکو اور مجرم کہاں سے آگئے تھے شاید یہہ ابن بطوطہ نے اس غصہ میں لکھہ دیا ہے کہ یہہ لوگ اس وقت کارومنڈل کے بادشاہ غیاث الدین سے جو ابن بطوطہ کا ساڑھو تھا برسرپرخاش تھے -

بیجانگر

دریاے کرشنا سے لیکر سمندر کے کنارے تک بیجانگر کی عظیم‌الشان ہندو حکومت قائم تھی - کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو خشکی میں بہمنیوں کی اسلامی سلطنت سے اس کی دائمی لڑائی برپا تھی اور دوسری طرف سمندر کے راستہ سے عرب و فارس کے مسلمان بادشاہوں سے اس کے تعلقات قائم تھے اور چنانچہ امیر تیمور کے بیٹے مرزاشاہرخ نے یہاں اپنی سفارت بھیجی تھی جس کے سروفد مولنا کمال‌الدین عبدالرزاق تھے انھوں نے واپس جاکر بیجانگر کی سلطنت کے جاہ و جلال اور ترقی و کمال کا جو حال لکھا ہے اسکو خاوندشاہ نے روضۃالصفا کے آخر میں اور حبیب‌البشیر نے جغرافیہ کے حصہ میں منگلور، کالی‌کٹ اور بیجانگر کے ناموں کے نیچے نقل کیا ہے - بیجانگر کی فوج میں دس ہزار مسلمان موجود تھے اور بیجانگر کے راجہ ان کی فوجی قوت کی برتری کے سبب سے ان کی عزت کرتے تھے

گالّی

پھرتا پھراتا وہ سیلون کے بندر گالی (قالی) میں پہنچتا ھے، یہاں سے آج بھی یورپ اور اسٹریلیا کو جہازات جاتے ھیں، یہاں کے جہازوں کا مالک ناخدا ابراھیم نام تھا، وہ کلمبو اور بطالہ سے جہاز پر سوار ھو کر ناخدا ابراھیم کے جہاز پر معبر (کارومنڈل) ھندوستان کے ساحل پر دوبارہ آیا -

معبر (کارومنڈل)

ابن بطوطہ جس وقت کارومنڈل پہنچا ھے اس وقت وھاں غیاث‌الدین وامغانی بادشاہ تھا، یہہ وھی حکومت تھی جو علاؤالدین خلجی کے افسر ملک کافور کی فتح کے بعد یہاں قائم ھو گئی تھی - یہہ غالباً سنہ ۷۴۱ ھ (۱۳۴۱ع) تھا، اس صدی کے اخیر میں بیجانگر کے راجہ نے اس اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا - شہر مدورا اس کا پایہ تخت تھا -

دوار سمندر

جہاں اب مسیور کی ریاست ھے - وھاں اس وقت ھوسیالا خاندان کا راج تھا - ان کے پایہ‌تخت کا نام دوار سمندر تھا - اس وقت جو راجہ حکمراں تھا اس کا نام بلال‌دیو تھا - ابن بطوطہ نے اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھہ بتائی ھے، اس میں ۲۰ ھزار کے قریب مسلمان تھے

میں سندھ اور ملتان کو فتح کیا ، اس کے بعد سے تقریباً سواسو برس تک یہہ ملک پہلے دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزء رہا - تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے بیچ میں معتصم‌باللہ کے بعد مرکز کی کمزوری کے سبب سے یہاں کے عرب گورنروں نے خود مختاری سی حاصل کرلی ، اس کے بعد کہیں ہندو راجاؤں نے کسی کسی حصہ پر قبضہ کرلیا اور کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کرلیں - سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک ان میں سے بعض بعض مسلمان ریاستیں سندھ میں قائم تھیں ان میں سے دو نسبتاً ذرا بڑی تھیں - ایک سندھ کے سرے پر منصورہ میں اور دوسری سندھ کے خاتمہ پر ملتان میں - چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک جو عرب سیاح یہاں آتے گئے ہیں وہ ان دونوں اسلامی ریاستوں کا حال بیان کرتے آئے ہیں - ملتان ، منصورہ ، دیبل اور دوسرے شہروں سے سلطان محمود کے وجود سے پہلے بیسیوں مسلمان عالم اور محدث پیدا ہوئے جن میں سے ایک ابومعشرنجیح سندھی ہیں جو دوسری صدی میں تھے اور جو سیرت کے امام سمجھے جاتے تھے اور جن کی یہہ عزت تھی کہ جب انہوں نے انتقال کیا تو خلیفہ مہدی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی - اسی زمانہ کا ایک مشہور سندھی عربی شاعر ابوعطا سندھی ہے جس کا تلفظ گو درست نہ تھا مگر اسکے عربی اشعار کو خالص عرب اہل زبان نے بھی

مسجد بھی بنوادی تھی اور قرآن پاک کی تعظیم بھی کی جاتی تھی (۱) -

حاضرین ! ان دور دراز علاقوں میں پھرتے پھراتے اکتا گیے ہوں ، مگر آپ نے دیکھہ لیا کہ ان دورافتادہ علاقوں میں مسلمان اسلامی جنگی فتوحات سے پہلے بھی کہاں کہاں اور کس کس صورت میں پھیلے تھے اور ہندو ہمسایوں اور راجاؤں سے ان کے تعلقات کیسے تھے ؟ اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات کا یہہ منظر شمالی ہندوستان کے منظر سے کتنا مختلف ہے ؟ اب آئیے تھوڑی دیر سندھہ کے ریگستان کا بھی لطف اتھائیں -

چھتا مرکز سندھہ

گذر چکا ہے کہ عربوں نے کس طرح دیبل (تھتھہ) سے ملتان تک پہلی صدی ہجری کے آخر میں فتح کیا مگر واقعہ یہہ ہے کہ اس فتح بلکہ حملہ سے بھی پہلے سندھہ میں مسلمان آباد ہوچکے تھے چنانچہ پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر سندھہ کے راجہ داھر کے یہاں چلے آے تھے (۲) - محمد بن قاسم نے پہلی صدی ہجری کے آخر

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۳۳ نولکشور -

(۲) بلاذری فتوح سندھ -

نوآبادی یہاں قائم رهی - شروع میں سندهه کے دوسرے شہروں کے ساتھہ ملتان پر بھی دمشق کے اموی خاندان کا قبضہ رہا - تیس پینتیس برس کے بعد زمانہ نے کروٹ لی ' سنہ ۱۳۲ ھ میں اسلامی حکومت کی مسند پر بنوامیہ کی جگہ بنوعباس بیٹھے اور حکومت کا مرکز دمشق سے هٹ کر بغداد آگیا - اس کے بعد تقریباً تیسری صدی هجری کے شروع تک یعنی معتصم تک ملتان عباسی حکومت کے مرکز سے وابستہ رہا ' اس کے بعد یہہ ہوا کہ اگر خلیفہ زبردست هوا تو اس نے اس دور دراز شہر پر قبضہ رکھا اور اگر کمزور هوا تو یہاں کے والی اور عامل خود مختار بن گئے - اس زمانہ میں ملتان سندهه اور منصورہ کے والیوں کے پاس رہا مگر بعد کو ملتان سندهه سے بھی الگ هوکر ایک خود مختار اور مستقل حکومت بن گیا - اس استقلال اور خود مختاری کی تاریخ غالباً تیسری صدی هجری کا وسط ہے -

ملتان سے مقصود صرف ایک شہر نہیں بلکہ پورا صوبہ ہے جو کبھی پوری ایک ریاست بلکہ سلطنت تھا - مصر کے وزیر مہلبی نے چوتھی صدی هجری میں لکھا ہے کہ "اس کے حدود وسیع هیں ' پچھم طرف مکران اور دکھن میں منصورہ (سندهه) تک اس کی وسعت ہے" (۱) - دریاے سندهه کے پاس جو قنوج تھا سنہ ۳۰۰ ھ

(۱) ابوالفدا کی تقویم البلدان ص ۳۵۰ (پیرس) -

تسلیم کیا - اس درجہ اور رتبہ کے دوسرے بزرگوں کے نام یہاں گنائے جائیں تو ایک اور دفتر شروع ہو جائیگا اس لئے ان کو چھوڑتا ہوں -

عربوں نے سندھ کا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں - قریش ' کلب ' تمیم ' اسد اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے یہاں کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے اور تیسری صدی ہجری کے بیچ تک ان کی حکومت ملتان سے لے کر سمندر تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی لیکن آخر کار یمنی اور حجازی عربوں کی باہمی خانہ جنگی نے ان کو برباد کردیا اور بہت سے علاقے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے - تاہم ملتان اور منصورہ (سندھ) دو ریاستیں ان کی ایسی تھیں جو سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک قائم رہیں - پہلے انہیں دونوں کا حال ذرا تفصیل سے بیان کرنا ہے -

ملتان

گذر چکا ہے کہ اس شہر پر عربوں نے پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں قبضہ کیا - اس وقت سے لے کر سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک برابر اس پر عربوں کا ہی قبضہ رہا - تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے - سلطان محمود کے حملہ کے وقت اور اس کے بعد بھی برابر مسلمانوں کی

بنو سامہ (۱) کہتے تھے - اسلام میں اس خاندان کا عروج معتضد کے زمانہ میں (سنہ ۲۷۹ ھ سنہ ۲۸۹ ھ) میں ہوا - اس کی صورت یہہ ہوئی کہ عرب کے صوبہ عمان میں خارجیوں کی کثرت تھی خلیفہ نے محمد بن قاسم کو ان کی سرکوبی کے لئے متعین کیا ؛ اس نے خوارج کو شکست دی اور عمان میں اپنی ریاست قائم کی اور اهل سنت کے مذہب کو رائج کیا - یہہ اس خاندان کا پہلا امیر ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد اس ریاست پر برابر قابض رہی - سنہ ۳۰۵ ھ میں ان میں باہم خانہ جنگی ہوئی - قرامطہ جو بحرین میں اس وقت زور پکڑ رہے تھے ، انہوں نے اس سے فائدہ اُتھایا یہاں تک کہ سنہ ۳۱۷ ھ میں ابوطاہر قرمطی نے عمان کو اس کے قبضہ سے نکال کر قرمطی حدود سلطنت میں داخل کرلیا - (۲)

عمان اور سندھ کی دریائی آمد و رفت اور بحری تجارت ہمیشہ سے قائم تھی اور غالباً بنوسامہ کا تعلق سندھ سے بہت پرانا تھا ، چنانچہ بنوسامہ کے غلام فضل بن ماہان اور فضل بن ماہان کے بعض اہل خاندان سندھ کے ایک مقام سندان پر مامون کے زمانہ سے

---

(۱) ابن خلدون نے اس کی بار بار تصریح کی ہے کہ بنوسامہ کا اس سامہ بن لوئی کے خاندان سے ہونا قریش کے اکثر نسب دان تسلیم نہیں کرتے دیکھو ابن خلدون ج ۱ ص ۳۲۴ و جلد ۴ ص ۹۳ -

(۲) ایضاً جلد ۴ ص ۹۳ (مصر) -

میں وہ ملتان میں تھا (۱) - اس زمانہ میں ایک لاکھہ اور بیس گانوں شمار کے روسے ملتان کی اسلامی ریاست کے حدود میں تھے (۲) -

پرانی سلطنتوں میں یہہ اکثر قاعدہ رہا ھے اور ھونا بھی چاھئے کہ مذھب کے غیر سرکاری فرقے بھاگ بھاگ کر حکومت کے آخری اور سرحدی ملکوں میں جاکر پناہ لیتے ھیں - مجوسی ایرانیوں اور عیسائی رومیوں میں بھی یہی دستور تھا اور مسلمان عربوں میں بھی یہی ھوا ' چنانچہ پہلے آچکا ھے کہ قزدار میں خارجی مسلمانوں کی آبادی اور انھیں کی ریاست قائم تھی - اسی طرح ملتان بھی شیعوں کے ایک فرقہ اسماعیلیہ کی جاپناہ بن گیا تھا اور بعد کو وھاں ان کی حکومت قائم ھوگئی تھی یہہ خالص عربی النسل تھے اور اپنے کو سامہ بن لوئی کی اولاد کہتے تھے -

بنوسامہ کون تھے

قریش کے اجداد میں اوپر ایک نام لوئی بن غالب ھے اس لوئی کی ایک اولاد کا نام سامہ تھا ' اسی خاندان کو

---

(۱) مسعودی جلد اول ص ۳۷۲ (پیرس) -
(۲) ایضاً ص ۳۷۵ -

منبہ کہتے ہیں اور وہی وہاں بادشاہ
ہیں اور وہ امیرالمؤمنین کا
خطبہ پڑھتے ہیں - ہندوستان کے راجہ
ان سے لڑنے آتے ہیں تو وہ بھی
ملتان سے اپنی بڑی فوج لے کر نکلتے
ہیں اور ان سے لڑتے ہیں اور اپنی
دولت اور قوت کے سبب سے ان پر
غالب آتے ہیں " (۱) -

اس کے دس برس کے بعد مسعودی سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد ہی ملتان پہنچتا ہے وہ لکھتا ہے :-

" ملتان کا امیر جیسا کہ ہم نے
کہا ہے کہ سلطنت یہاں سامہ بن
لوئي بن غالب کے ہاتھہ میں ہے '
اس کے پاس فوج اور قوت ہے اور
ملتان؛ اسلامي حکومت کی بڑی سرحدوں
میں سے ایک سرحد ہے - ملتان
کے تابع اس کے چاروں طرف ایک لاکھہ
بیس گانوں ایسے ہیں جو شمار میں آئے
ہیں اور یہیں وہ مشہور بت خانہ ہے '
...... امیر ملتان کی زیادہ‌تر آمدنی

---

(۱) الاعلاق النفیسہ ابن رستہ ص ۱۳۵ لیڈن سنہ ۱۸۹۲ء -

لے کر معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) تک حکومت کی اور پھر برادرانہ خانہ جنگی میں برباد ہوئی (۱) –

اس تعلق سے یہہ تعجب کی بات نہیں اگر عمان میں بنوسامہ کی ریاست تباہ ہونے کے بعد وہ قرامطہ سے بھاگ کر سندھہ اور سندھہ سے ملتان چلے آئے ہوں اور یہاں خدا نے ان کو پھر نئی سلطنت عطا کی ہو – بہر حال یہی بنوسامہ ملتان کے امراء تھے اور انھیں کو پچھلے مورث کے لحاظ سے بنومنبہ بھی کہتے تھے اور تیسری صدی ہجری کے خاتمہ میں سب سے پہلے ان کی خود مختار ریاست کا نام ہم کو ملتا ہے –

بنومنبہ

سب سے پہلے ابن رستہ جسکا زمانہ سنہ ۲۹۰ ھ ہے، اپنی کتاب الاعلاق النفیسہ کے حصۂ جغرافیہ میں کہتا ہے :–

"ملتان میں ایک قوم رہتی ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ وہ سامہ بن لوی (۲) کے خاندان سے ہے، ان کو لوگ بنو

---

(۱) بلاذري ص ۴۳۶ (لیڈن) –

(۲) بعض مورخوں اور سیاحوں نے "سامہ" کے بجاے "آسامہ" کہیں کہیں لکھہ دیا ہے پر یہ صحیح نہیں –

......اور جو کچھہ یہاں آتا ھے ملتان
کا امیر اس کو لے لیتا ھے' کچھہ
پجاریوں پر خرچ کرتا ھے اور کچھہ
اپنے لئے اٹھا رکھتا ھے اور جب کبھی
کوئی هندو راجه اس پر حمله کرنا
چاھتا ھے تو وہ اس بت خانه کے برباد
کردینے کی دھمکی دیتا ھے تو وہ
واپس چلے جاتے هیں اگر یہه نه هوتا
تو هندو راجه اس کو ویران کردیتے -
ملتان کے چاروں طرف ایک مضبوط شهر
پناہ ھے' .... شہر کے باھر آدھے فرسنگ
پر بہت سی عمارتیں هیں جن کا نام
"جندراون" ھے یہہ فوجی کیمپ ھے'
یہیں بادشاہ رھتا ھے وہ ملتان میں
صرف جمعه کو جاتا ھے' هاتھی پر سوار
هوکر شهر میں جمعه کی نماز پڑھنے جاتا
ھے' وہ نسلاً قریشی ھے' سامه بن لوئی کے
خاندان سے ھے - ملتان پر اس نے
قبضه کرلیا ھے اور منصورہ (سندھه) کے
امیر یا کسی اور کا وہ تابع نہیں
صرف خلیفه کے نام کا خطبه پڑھتا ھے" - (۱)

(۱) اصطخری بحواله معجم‌البلدان یاقوت لفظ "مولتان" -

ان خوشبو لکڑیوں سے ھے جو دور دور
سے اس بت خانہ کے لئے بھیجی
جاتی ھیں ...... جب کبھی ھندو اس
پر حملہ کرتے ھیں اور مسلمان اس
کے مقابلہ سے عاجز آتے ھیں تو وہ دھمکی
دیتے ھیں کہ ھم اس بت‌خانہ کو توڑ دیں گے
تو ھندو فوجیں واپس چلی جاتی
ھیں - میرا ملتان جانا سنہ ۳۰۰ کے
بعد ھوا اس وقت وھاں بادشاہ ابواللباب
منبہ بن اسد قرشی سالي تھا " (۱) -

مسعودی کے چالیس برس بعد سنہ ۳۴۰ میں اصطخري
ھندوستان وارد ھوا وہ کہتا ھے :-

" شہر مولتان منصورہ سے آدھا ھے ، یہاں
ایک بت‌خانہ ھے جس کے جاترے
کے لیے لوگ دور دور سے آتے ھیں
اور اس بت خانہ اور اس کے پجاریوں
پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے ھیں -
یہہ بت‌خانہ بازار کے سب سے آباد
حصہ میں ھے........(بت کا حال ھے)

---

(۱) مروج الذھب مسعودی جلد اول ص ۳۷۵ و ۳۷۶ (پیرس) -

یہاں کی حکومت سنیوں کے ھاتھہ میں تھی اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا - سنہ ۳۶۷ ھ تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی لیکن سنہ ۳۷۵ھ میں یہہ اسماعیلیوں کے ھاتھوں میں نظر آتا ھے اور مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفہ کے زیر اثر اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ ملتان کے شاھی خاندان کا یہہ مذھبی انقلاب سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور سنہ ۳۷۵ ھ کے بیچ میں ھوا -

اس قیاسی تاریخ کی تائید اُس سے ھوتی ھے کہ مصر میں اسماعیلی فاطمیوں کی سلطنت بھی اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۳۵۸ ھ میں قائم ھوئی اور سنہ ۳۶۱ ھ میں ان کا پایہ تخت افریقہ سے مصر کو منتقل ھوا - اس وقت دنیاے اسلام دو حصوں میں منقسم ھو رھی تھی - سنی بغداد کے خلافت عباسیہ کو اور شیعہ مصر کی خلافت فاطمیہ کو مانتے تھے - یہہ دونوں خلافتیں اپنے اپنے اثر اور اقتدار کو مختلف اسلامی ملکوں میں بڑھانے کے لئے رقیبانہ کوششوں میں مصروف تھیں ' یہاں تک کہ خود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی یہہ رقیبانہ کاوشیں قائم تھیں اور جب کوئی نئی اسلامی ریاست قائم ھوتی تو دونوں کے داعی اور مبلغ اپنا کام شروع کر دیتے - گو یہہ بغداد کی خلافت کے انحطاط کا اور مصر کے

اصطخری کے ۲۷ برس بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل بغدادی ملتان آیا اس نے ملتان کا بہت کچھ حال لکھا ہے مگر یہاں کے باطنیوں اور اسماعیلیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہہ نئی بات یقیناً ذکر کے قابل تھی - اب ابن حوقل کے آٹھہ برس بعد بشاری مقدسی ملتان میں قدم رکھتا ہے - وہ کہتا ہے :-

"ملتان والے شیعہ ہیں، اذان میں حی علی خیر العمل کہتے ہیں اور اقامت میں دو دفعہ تکبیر کہتے ہیں" - (۱)

"ملتان میں خطبہ مصر کے فاطمی خلیفہ کا پڑھتے ہیں اور اسی کے حکم سے یہاں کا بندوبست ہوتا ہے اور یہاں سے برابر تحفے تحائف مصر کو بھیجے جاتے ہیں" - (۲)

ان بیانات سے دوسرے واقعات کے علاوہ یہہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن رستہ کے زمانے میں یعنی سنہ ۲۹۰ ھ میں پھر مسعودی کے زمانہ میں بھی کیونکہ وہ خاموش ہے اور اسطخری کے زمانہ میں یعنی سنہ ۳۴۰ ھ میں

---

(۱) احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۱ -

(۲) ایضاً ص ۴۸۵ -

بن طاھر بن مسلم علوی کے سپرد کردیا (۱) جنھوں نے اس کو مروا ڈالا -

ملتان کے قرامطہ

اب سوال یہہ ھے کہ عرب جغرافیہ نویس سنہ ۳۴۰ تک جس عرب سنی خاندان بنومنبہ کو ملتان کا بادشاہ لکھتے ھیں اس کے بعد کا اسماعیلی خاندان وھی عرب بنومنبہ تھے جو سنی سے اسماعیلی بن گئے تھے یا یہہ کوئی دوسرا خاندان تھا ؟ کتابوں کے پیش نظر ذخیرہ سے اس کا کوئی جواب ھم کو نہیں ملتا لیکن ابوریحان بیرونی کتاب الہند میں جس کو اس نے سنہ ۴۲۴ ھ میں لکھا ھے، ملتان کے بت خانہ کی تاریخ بیان کرتے ھوے کہتا ھے :-

> "جب قرمطی (اسماعیلیہ) مولتان پر قابض ھوے تو جلم بن شیبان نے جس نے یہاں غلبہ حاصل کرلیا تھا محمد بن قاسم کی جامع مسجد کو ایک اموی یادگار سمجھکر بند کر دیا اور اس بت خانہ کو توڑ کر مسجد بنا لیا" - (۲)

---

(۱) اس فاطمی سفارت کا واقعہ زین الاخبار میں ھے ص ۷۱ (برلن) -

(۲) کتاب الہند ص ۵۰۱ (لندن) -

اوج ترقی کا زمانہ تھا کہ عباسیہ سلطنت بوڑھی ہوچکی تھی اور فاطمی حکومت کا عہد شباب تھا مگر اس کی تلافی اس سے ہو رہی تھی کہ مشرق میں جو نئی ترکی سلطنتیں قائم ہوتی تھیں وہ عباسیہ کو اپنا مقتدا تسلیم کر لیتی تھیں ، بخارا کے سامانیہ ان کے زیر اثر تھے - چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں غزنویوں کا ظہور ہوا اور اس کے چالیس پچاس برس کے بعد سلجوقیوں کا پرچم لہرایا اور ان سب نے اپنی پوری فوجی قوت اور زور کے باوجود خلفاے عباسیہ کے سامنے سر جھکایا -

سلطان محمود غزنوی کی شہرت کے آغاز کے ساتھہ ھی خلیفۂ بغداد نے سب سے پہلے سنہ ۳۸۷ اور سنہ ۳۹۰ کے بیچ میں اس کو خلعت فاخرہ بھیجا اور امین الملتہ یمین الدولہ (مذہب کا امین اور سلطنت کا دست راست) کا خطاب اسکو دیا اور اسکے بعد سنہ ۳۹۶ھ میں سلطان نے ملتان کے اسماعیلیوں کے خلاف فوج کشی کی اور سنہ ۴۰۱ میں وہاں کے قرمطی امیر کو گرفتار کر لیا ، غالباً انھیں حالات کو دیکھہ کر سنہ ۴۰۳ میں مصری فاطمیوں نے بھی محمود کے پاس اپنا سفیر بھیجا مگر سلطان نے اس کو باطنی سمجھہ کر راستہ ھی میں پکڑوا لیا اور مشہور سید حسین

جن کا دوسرا نام باطینہ ہے اور جو حسن صباح کا گروہ تھا وہ سنہ ۴۸۳ ھ (سنہ ۱۰۹۱ ع) کے بعد خراسان میں ظاہر ہوا -

مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفۃالحاکم بامراللہ نے شام میں ایک اور فرقہ پیدا کیا تھا جس کا مشہور نام دروز ہے - سوال یہہ ہے کہ ملتان میں جو فرقہ برسرحکومت آگیا تھا وہ اسماعیلی شیعہ تو یقینی تھا مگر ان میں سے کس فرقہ کا تھا - میرے نزدیک وہ فاطمی اسماعیلی شیعہ تھے جن کا مرکز مصر تھا - باقی جن مورخوں نے ان کو قرامطہ اور ملاحدہ کہا ہے وہ اس اشتباہ کے سبب سے کہدیا ہے جو ان فرقوں میں باہم ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جس زمانہ میں یعنی سنہ ۳۴۰ ھ کے بعد یہہ ملتان میں قوت پاتے ہیں وہ زمانہ ہرجگہ قرامطہ کے انحطاط اور زوال کا تھا - دوسرے یہہ کہ قرامطہ مصر کے فاطمی خلفاء کی سرداری کو برائے نام تسلیم کرتے تھے اور ملتان والے مصر ہی کے فاطمی خلفاء کو مانتے تھے - تیسرے یہہ کہ بشاری مقدسی جو ایک مذہبی عالم تھا وہ ان تمامتر قرامطہ میں بلکہ شیعہ لکھتا ہے اور فاطمیہ کے زیر اثر - پھر اذاں حی‌علی‌خیرالعمل جمعہ اور خطبہ وغیرہ کے شعائر قرامطہ میں نہ تھے جن کا وجود ملتان کے اسماعیلیوں میں مقدسی کے بیاں سے ثابت ہے دروزی سنہ ۳۸۶ ھ سے سنہ ۴۱۱ ھ کی پیداوار ہیں جو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قرمطی خاندان جو چوتھی صدی کے آخر میں غالب ہوگیا تھا وہ کوئی دوسرا خاندان تھا اور اس کے بانی اول کا نام جلم بن شیبان تھا اور جیسا کہ یہہ نام ظاہر کرتے ہیں وہ بھی عرب تھا - اس کے بعد بیرونی کہتا ہے کہ "ان قرامطہ کا زمانہ ہم سے تقریباً ایک سو سال پہلے تھا" (۱) - کتاب الہند سنہ ۴۲۴ھ میں لکھی گئی ہے - اس سے سو سال پہلے سنہ ۳۲۴ ھ ہوگا مگر ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ سنہ ۳۴۰ ھ تک یقینی طور سے یہاں بنومنبہ سنی عرب خاندان کی حکومت تھی اس لئے یہہ سنہ ۳۲۴ ھ ملتان پر قرامطہ کے قبضہ کا سال نہیں ہے بلکہ عراق اور خلیج فارس کے سواحل پر ان کے ظہور کا زمانہ ہے -

اصل یہہ ہے کہ اس موقع پر تین اسلامی فرقوں کے نام گڈمڈ ہوگئے ہیں - قرامطہ، اسماعیلیہ اور ملاحدہ کو یہہ تینوں اسماعیلی شیعیت ہی کی قسمیں ہیں مگر ان تینوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کی پیدائش کی تاریخ بھی الگ الگ ہے - سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر میں قرمطی بحرین اور خلیج فارس اور آخر عراق میں رونما ہوئے اسماعیلیہ افریقہ میں سنہ ۲۹۶ ھ میں ظاہر ہوئے مگر یہہ مصر میں سنہ ۳۵۶ ھ میں آئے اور ملاحدہ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۶ (للتدن) -

ھے کہ فارسی مورخین کو ملتان کی عربی تاریخ سے مطلقاً آگاھي نہیں تھی اس لئے وہ ملتان کے ان مسلمان رئیسوں کو افغانی سمجھنے پر مجبور تھے ورنہ شیخ حمید وغیرہ کا دراصل افغانوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اغلباً وہ جلم بن شیبان کی نسل سے تھے جس کا ذکر بیرونی کے حوالہ سے ابھی گذرا ھے - مزید تفصیل آگے آتي ھے -

فرشتہ میں ھے کہ الپ تگین نے اور اس کے جانشین سبکتگین نے جب سرحد کے افغانوں پر حملے شروع کئے تو اُنھوں نے لاھور کے راجہ جےپال سے مدد مانگی - راجہ جےپال نے بھاتیہ کے راجہ سے مشورہ کیا اور یہہ طے کیا کہ چونکہ ھندوستان کي فوج جاڑوں میں سرحد کی سردی برداشت نہیں کر سکتی اس لئے پٹھانوں کو یہاں لاکر آباد کرنا چاھئے اور اس طرح شیخ حمید لودھي کو لمغان اور ملتان کی جاگیر دی - شیخ حمید نے اپنے حاکم مقرر کئے اور اس کے عوض اس نے الپ تگین سنہ ۳۵۱ ھ سنہ ۳۶۵ ھ کے حملوں سے ھندوستان کو بچانے کی خدمت ادا کی (۱) - اس واقعہ میں پٹھانوں کو لاکر آباد کرنا اور شیخ حمید کو لودھی بتانا افسانہ ھے -

الپ تگین کے بعد جب سنہ ۳۶۵ میں سبکتگین بادشاہ ھوا تو شیخ حمید نے غزنین کی بڑھتي ھوئی

---

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۱۷ و ۱۸ نولکشور میں ھے -

بہت بعد کا زمانہ ھے اور باطینہ یا ملاحدہ یعنی حسن بن صباح کا فرقہ تو اس کے سو برس بعد پیدا ہوا ھے اس لئے بعض مورخین کا ان کو ملاحدہ کہنا سراسر غلط ھے -

یہہ ممکن ھے کہ خلیج فارس ' بحرین عمان کے قرامطیوں کے ذریعہ پہلے قرامطہ ھی کی حیثیت سے یہہ لوگ پیدا ہوئے ھوں اور بعد کو قرامطہ کے زوال کے بعد انھوں نے فاطمی اسماعیلی رنگ اختیار کرلیا ھو کیونکہ قرامطہ بھی گویا نیم اسماعیلی ھی تھے -

سلطان محمود کے حملہ کے وقت ملتان میں جو اسماعیلي خاندان حکمراں تھا فارسی تاریخوں کے رو سے اس کے مورث کا نام شیخ حمید تھا - فرشتہ نے خدا جا نے کس ماخذ سے لکھا ھے کہ وہ ابتدائي مسلمان جو افغانستان پر حملہ کے وقت ادھر آگئے تھے وہ بعد کو واپس نہ جاسکے اور انھوں نے کوھستان خیبر کے پٹھانوں میں شادي بیاہ شروع کر دیا - اس عربی و افغانی نسل سے لودھی اور سور دو قبیلے پیدا ہوئے - شیخ حمید اسی لودھی خاندان سے تھا - یہہ تمام داستان قبائل کی اصلیت کی دوسری بے بنیاد باتوں کی طرح بے بنیاد ھے - لودھیوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھہ شیخ نہیں لکھا اور نہ اس قسم کے ان کے نام ھوتے تھے بلکہ اس زمانہ میں ان کا اسلام بھي مشکل سے تسلیم ھوسکتا ھے - حقیقت یہہ

دوسرے مورخین کی روایت یہہ ہے کہ خود ابوالفتح نے سلطان کے ارادہ کا حال سن کر راجہ انندپال سے مدد مانگی، راجہ نے لاہور سے پشاور جاکر سلطان کو روکا مگر سلطان کی فوج انندپال کو شکست دے کر اوسی کے ملک سے ہوکر ملتان پہنچی ابوالفتح قلعہ بند ہوگیا اور آخر اہل شہر نے بیچ میں پڑکر اس بات پر صلح کرلی کہ ملتان سے مقررہ خراج غزنین پہنچتا رہے گا - ابوالفتح نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ اپنے ملک میں اسماعیلیت کے بجائے اہل سنت کے احکام کو جاری کر لے گا - اس کے چند سال کے بعد (سنہ ۴۰۲ھ سے پہلے) سلطان نے پھر ملتان پر حملہ کیا اور اسماعیلیہ کا قلع و قمع کیا اور داؤد بن نصیر کو پکڑ کر غزنین لے گیا اور غور کے قلعہ میں قید کردیا جہاں وہ مر گیا - (۱)

یہہ فرشتہ کا خلاصہ تھا مگر گردیزی جس کی تاریخ زین الاخبار سنہ ۴۴۱ھ کے قریب خاص غزنویوں کے عہد میں اور پایہ‌تخت میں لکھی گئی ہے اس میں ہے کہ "اور غزنین سے سلطان نے ملتان کا قصد کیا اور سونچا کہ یہاں سے اگر

(۱) تاریخ فرشتہ ص ۲۵ ص ۲۷ نولکشور -

قوت کو دیکھکر امیر سبکتگین سے صلح کرلی اور خود کو امیر کے باجگذاروں میں داخل کر لیا لیکن سنہ ۳۹۰ ھ میں سلطان محمود نے جب غزنین کے تخت پر قدم رکھا اور پھر سنہ ۳۹۵ ھ میں جب وہ بھاٹیہ کے راجہ بجراؤ پر حملہ کر رہا تھا تو ملتان کی ریاست شیخ حمید کے پوتے ابوالفتح داؤد بن نصیر بن شیخ حمید کے ہاتھہ میں تھی اور فارسی تاریخوں میں اسی کو ملحد اور قرمطی (اسماعیلی) کہا گیا ہے ابوالفتح داؤد نے شاید سلطان محمود کے بڑھتے ہوے حوصلہ کو دیکھہ کر یہہ چاہا کہ ہندو راجاؤں کے ساتھہ ملکر اپنے کو بچپائے چنانچہ بھاٹیہ کے حملہ کے وقت ابوالفتح نے محمود کے خلاف بجراؤ کی مدد کی - (۱)

سلطان اس دفعہ تو خاموش رہا مگر آیندہ سال سنہ ۳۹۶ ھ میں اس نے ابوالفتح کو سزادینے کا رادہ کیا اور یہہ چاہا کہ ملتان کے اوپر سے براہ اراست (یعنی گویا ڈیرہ غازی خاں سے) آنے کے بجاے پشاور سے پنجاب ہو کر ملتان جاے تا کہ ابوالفتح کو خبر نہ ہونے پائے، اس خیال سے س نے پنجاب کے راجہ انندپال سے راستہ مانگا کہ اس کے ملک سے ہو کر وہ سلطان کی فوج کو ملتان جانے دے

---

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۲۴ و ۲۵ نولکشور میں ہے -

"امسال (سنہ ۳۹۶ ھ) میں سلطان محمود
نے ملتان پر حملہ کیا اور اس کی
وجہ یہہ تھی کہ سلطان کو ملتان
کے والی ابوالفتوح کی بداعتقادی اور
الحاد (اسماعیلیت) کے الزام کی خبر معلوم
ہوئی اور یہہ حال بھی معلوم ہوا
کہ اس نے اپنی رعایا کو بھی اس
بد مذہبی کی دعوت دی اور انہوں نے
قبول کرلی ہے - یہہ سن کر سلطان
نے مناسب سمجھا کہ اس پر جہاد کرے
اور جس حال پر وہ ہے اس سے وہ
اس کو نیچے اتار دے تو وہ غزنین سے
اس کی طرف چلا تو اسکو راستہ میں
دریا اور ندیاں بکثرت ملیں اور ان
میں پانی بڑے زور سے بہ رہا تھا خاص
کر سیحون کو عبور کرنا سخت مشکل
تھا اس لیے سلطان نے انندپال کو
کہلا بھیجا کہ وہ اپنے ملک ہوکر ملتان
جانے کا راستہ دے ' اس نے اس کو
قبول نہیں کیا تو سلطان نے پہلے اسی
پر حملہ کیا........انندپال بھاگ کر
کشمیر چلا گیا اور جب ابوالفتوح نے
سلطان کی آمد کا حال سنا تو اس

سیدھے ملتان جاتا ھے تو شاید داؤد بن نصر (نصیر نہیں) کو جو ملتان کا امیر تھا خبر ھو جاے ور بچاؤ کا سامان کر لے اسلیے دوسرے راستہ سے چلا ' انند پال راستہ میں پڑتا تھا اس سے راستہ مانگا ' ندیا ' لڑا ' انندپال بھاگ کر کشمیر چلا گیا - سلطان ملتان پہنچا اور سات روز تک شہر کا محاصرہ کیا - آخر اھل شہر نے اس بات پر صلح کرلی کہ ۲۰ ھزار درم خراج ادا کیا کریں ' سلطان واپس گیا یہہ سنہ ۳۹۶ ھ میں ھوا.......... پھر جب سنہ ۴۰۱ ھ میں آیا ' غزنین سے ملتان گیا اور ملتان کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو بھی فتح کرلیا اور قرامطہ (اسماعیلیہ) جو وھاں تھے ان میں سے اکثر کو گرفتار کرلیا بعضوں کو مار ڈالا ' بعضوں کے ھاتھہ کاٹے اور سخت سزادی.......... اور اسی سال داؤد بن نصر کو گرفتار کرلیا اور قلعہ غور میں قید کر دیا - (۱)

عربی کی مستند تاریخوں میں اس کے متعلق بہت مختصر بیان ھے اور بعض باتوں میں کسي قدر اختلاف بھي ھے مگر پھر بھی واقعہ کے بعض اھم اجزا ان میں یکساں ھیں - ابن اثیر (سنہ ۵۵۵ ھ - سنہ ۶۳۰ ھ) میں ھے -

---

(۱) زین الاخبار گرویزی ص ۶۷ و ۶۸ (برلن) -

کرنا چاہا مگر سلطان نے قبول نہ کیا اور سفیر مارا گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا -

اس سلسلہ میں نہایت اہم چیز دروزیوں کی مقدس کتاب کا ایک ٹکڑا ہے مصر کے اسماعیلی خلیفۃ الحاکم بامراللہ (سنہ ۳۸۶ ھ - سنہ ۴۱۱ ھ) نے مصر و شام میں جو اپنا خاص فرقہ پیدا کیا تھا اسی کا نام دروزی ہے اور جو آج بھی شام و لبنان میں آباد ہے بہر حال دروز کی اس کتاب میں ایک تحریر ہے جو سنہ ۴۲۳ ھ کی ہے اس کے بعض فقرے یہہ ہیں - (۱)

"ملتان اور ہندوستان کے اہل توحید
کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر
راجہ پال کے نام خصوصاً"

سنہ ۴۲۳ ھ سلطان محمود المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ کے جانشین بیٹے سلطان مسعود کا زمانہ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غزنویوں کے ملتان فتح کرلینے کے بعد بھی ملتان ان لوگوں کا مرکز تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنویوں کی کمزوری کے بعد ملتان پر پھر اسماعیلیوں نے قبضہ کر لیا تھا ؟ کیونکہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہم پھر ملتان پر اسماعیلیوں کو حکمراں پاتے ہیں چنانچہ سنہ ۵۷۲ ھ میں سلطان کو قرامطہ

---

(۱) ضمیمہ الیٹ ج ۱ ص ۴۹۱ -

> کے مقابلہ اور اس کی نافرمانی کی
> قوت نہ پاکر اپنی دولت سرانديپ میں
> بھجوادی اور ملتان خالی کر دیا
> جب سلطان وہاں پہنچا تو وہاں کے
> لوگوں کو ضلالت اور گمراهي میں اندھا
> پایا تو ان کا محاصرہ کیا اور لڑکر
> قبضہ کیا ، اور ان پر ۲۰ ہزار درهم
> جرمانہ کیا - (۱)

ابن خلدون نے بھي اپنی تاریخ میں انھیں واقعات کا اعادہ کیا ھے - (۲)

اس اقتباس سے ایک تو نام کی صحت هوتی ھے کہ ابوالفتح کے بجاے ابوالفتوح تھا دوسرے یہہ معلوم هوتا ھے کہ غزنین سے براہ راست ملتان کا راستہ چھوڑ کر پنجاب کے راستہ سے ملتان جانے کی کیا وجہ تھی ' باقی ابوالفتوح کا اپنے خزانہ کو سرانديپ منتقل کردینا بے اصل ھے شاید اس زمانہ کے مورخ کو معلوم نہ هو کہ ملتان اور سرانديپ میں کتنا فصل ھے ' ممکن ھے کہ اصل نسخہ میں کسي اور شہر کا نام هو اور غلطی سے سرانديپ چھپ گیا هو - اسی کے بعد سنہ ۴۰۳ ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے سلطان محمود سے تعلق پیدا

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۲ (لیڈن) -
(۲) ابن خلدون ج ۴ ص ۳۶۶ (مصر) -

سنہ ۳۹۰ھ تک شیخ حمید اور اس کے بیٹے نصر کا (گروہ بھی فرماں روا ہوا ہو) زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے اور سلطان محمود کا معاصر ابوالفتح داؤد تھا اس لئے اس کی فرماں روائی کا عہد سنہ ۳۹۰ھ سے سنہ ۳۹۶ھ تک (ملتان کی پہلی فتح کا سنہ) بلکہ سنہ ۴۰۱ھ (ملتان کي دوسری فتح اور داؤد کی گرفتاری) تک ہوگا -

پہلے اور دوسرے خاندانوں سے فارسی مورخین واقف نہیں ہیں بہر حال وہ عرب سیاحوں کے بیان کے مطابق خالص عرب تھے تیسرے سلسلہ سے سلطان محمود کے تعلق سے فارسی مورخین کی واقفیت ہے - اس سلسلہ میں یہہ تصحیح کرلیجئے کہ جس کو وہ ابوالفتح کہتے ہیں، اس کی عربی کنیت ابوالفتوح تھی اور جس کو وہ نصیر لکھتے ہیں وہ گرویزي کی، سب سے پرانی سند کے مطابق نصر تھا - یہہ لفظی تصحیح اس لئے اہم ہے کہ فرشتہ وغیرہ نے ان کو لودھی اور پٹھانوں کے خاندان سے منسوب کیا ہے مگر یہہ نام شیخ حمید، نصر، داؤد خالص عربي قسم کے نام ہیں اور نصیر کے بجاے اور زیادہ نصر خالص عربی الواضح ہے - اسی طرح کنیت (ابوالفتح یا (ابوالفتوح) خاص عربوں کی نشانی ہے اور خصوصاً ابوالفتوح جمع کی صورت میں) اور اس کے بعد لفظ "شیخ" کا اعزازی لقب خالص عربی ہے اور اسماعیلی باطنیوں میں لفظ "شیخ" خاص طور سے "امیر" کے معني میں

(اسماعیلیہ) کے ھاتھوں سے پھر ملتان کو نکالنا پڑا (۱) اور آخر دھلی کی حکومت کا وہ ایک جزء ھوگیا -

فرمانروایان ملتان کا سلسلہ

اوپر کے بیان سے فرمانروایان ملتان کے تین مختلف سلسلے ظاھر ھوتے ھیں -

۱ - منبہ بن اسد جو اسامہ بن لوی کے خاندان قریش میں سے تھا اور جس کے خاندان کو بنومنبہ کہتے تھے اور جس کا پتہ سنہ ۲۹۰ ھ سے سنہ ۳۴۰ ھ تک (ابن رستہ سے اصطخری تک) یقینی طور سے لگتا ھے -

۲ - جلم بن شیبان جو بیرونی کے بیان کے مطابق وہ شخص ھے جو پہلا قرمطی یا اسماعیلی تھا جس نے ملتان پر قبضہ کیا تھا اس کا زمانہ سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور ۳۷۵ ھ کے درمیان ھے یعنی اصطخری بلکہ ابن حوقل اور بشاري کے بیچ میں کیونکہ بشاری پہلا عرب سیاح ھے جو ملتان اور مصر کے فاطمیوں کے درمیان تعلق کا ذکر کرتا ھے -

۳ - شیخ حمید اور اس کا بیٹا نصیر یا نصر اور اس کا بیٹا ابوالفتح یا ابوالفتوح داؤد قرمطی، شیخ حمید الپتگین اور سبکتگین کا معاصر تھا یعنی سنہ ۳۵۱ ھ سے

(۱) فرشتہ ج ۱ ص ۵٦ و جلد دوم ص ۳۲۴ نولکشور -

کتاب الدروز کے خط کے ان ابتدائی فقروں سے "ملتان اور هندوستان کے عام سرحدوں اور خاص کر شیخ ابن سومر راجه بل کے نام" یهه استدلال نهیں کیا جاسکتا که ابن سومری ملتان کا بادشاه تها - ملتان کے سلسله میں سومر کا نام نه کسی مؤرخ نے لیا هے اور نه اور کسی سند سے ثابت هے - سومریوں کا تعلق صرف سندهه سے تها جو مدت سے ملتان سے بالکل الگ اور مستقل ریاست تهی جیسا که عرب سیاحوں کے متفقه بیان سے بلا اشتباه ثابت هے - یهه البته اس خط سے ثابت هوتا هے که ابوالفتح داؤد امیر ملتان اور سومر ایک هی مذهب کے پیرو تهے اور غالباً ابوالفتح کے زوال اور قید کے بعد یهه سومر سندهه کے قرامطه کا مذهبی شیخ و امام مقرر هوا هو -

شیخ حمید وغیره کے پٹهان هونے کے متعلق ایک بات یهه هو سکتی هے که اسماعیلیوں کا یهه قاعده رها هے که وه اکثر قوموں میں تبلیغ کی آسانی کی خاطر یهه کرتے تهے که وه اپنے کو ان سے قریب کرنے کے لئے ان سے نسلی اور مذهبی قرب اختیار کرلیتے تهے - اس طرح شیخ حمید وغیره نے پٹهانوں کو اپنے ساتهه ملانے کے لئے اپنے کو پٹهان مشهور کر دیا هو - مگر هندو اصل و نسل سے ان کا هرگز کوئی تعلق نهیں اور نه ان کے نام کے ساتهه کبهی کوئی هندی لفظ استعمال هوا هے -

استعمال ہوتا تھا کیونکہ اس کی شان سیاسی سے زیادہ مذہبی ہوتی تھی اسی لئے خود حسن بن صباح کو شیخ الجبال (پہاڑی علاقوں کا شیخ) کہتے تھے ان وجوہ سے ان کو لودھی اور پٹھان بنانے کی داستان فرضی معلوم ہوتی ہے - اس زمانہ میں تو پٹھانوں میں اسلام کا رواج بھی بمشکل تسلیم کیا جاسکتا ہے - اس بنا پر میری رائے یہی ہے کہ شیخ حمید، شیخ نصر اور ابوالفتوح داؤد وغیرہ نسباً عرب اور نسلاً جلم بن شیبان ہی کی اولاد ہوں گے - ہندوستان کے ایک مشہور مصنف (۱) نے یہہ بالکل بے ثبوت بات لکھدی ہے کہ یہہ ابوالفتوح داؤد وہی تھا جو سندھہ کی تاریخ میں سومرہ کے نام سے مشہور ہے - سومرہ اس کو ہندو اور ابوالفتح اس کا اسلامی نام تھا - یہہ غلطی اس لئے سرزد ہوئی کہ وہ سمجھے کہ ملتان اور منصورہ دونوں میں ایک ہی خاندان کی حکومت تھی اس لئے جب ملتان کے سلسلے میں اس کا نام ابوالفتح تھا اور سندھہ کے سلسلہ میں سومرہ کو ہونا چاھئے تو درحقیقت یہہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوں گے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ہے -

---

(۱) مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے اپنی تاریخ سندھہ کے جلد دوم صفحہ ۹ میں اور پھر صفحہ ۱۲ میں یہہ لکھا ہے - شاید مولانا کو الفاظ الیت کے (جلد اول صفحہ ۴۹۱) سے کچھہ غلط فہمی ہوئی ہو -

هندؤوں اور مسلمانوں میں لباس اور زبان کی یکسانی بھی پیدا ہو چکی تھی -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) نے یہاں کے طرز لباس اور زبان کے متعلق اسی قسم کا بیان دیا ہے - کہتا ہے :-

"یہاں مسلمانوں اور هندؤوں کا لباس ایک ہی طرح کا ہے اور بالوں کے چھوڑ نے کا بھی وہی ایک طریقہ ہے اور اسی طرح ملتان والوں کی وضع ہے - اور منصورہ اور ملتان اور اس کے اطراف میں عربی اور سندھی بولی جاتی ہے اور مکران والوں کی بولی فارسی اور مکرانی ہے اور کرتوں کا لباس نمایاں ہے مگر تاجر لوگ قمیص اور چادر استعمال کرتے ہیں جس طرح عراق اور فارس کے لوگ" - (۱)

سنہ ۳۷۵ ھ میں بشاری آیا - اس نے یہاں کے اخلاق اور تمدن کا بہت کچھ اچھا نقشہ کھینچا ہے - کہتا ہے : -

"ملتان منصورہ سے چھوٹا ہے مگر اس سے زیادہ آباد ہے پھل گو زیادہ نہیں مگر سستے ہیں......اور (عراق

---

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ص ۲۳۲ (لیڈن) -

ملتان کا ہندی اسلامی تمدن

ملتان میں عربی و ہندی تمدن و معاشرت کی خوشگوار آمیزش پیدا ہو گئی تھی - شہر گو چھوٹا لیکن خوبصورت تھا ، بازار بھی ہر پیشہ والوں کے الگ الگ تھے - شہر کے چاروں طرف فصیل تھی - ملتان سے باہر امیر کا جو فوجی معسکر تھا وہاں بھی بلند عمارتیں قائم تھیں - بیرونی نے بتایا ہے کہ شہر میں محمد بن قاسم کی بنوائی ہوئی جامع مسجد تھی (سنہ ۳۴۰ ھ اور سنہ ۳۷۵ ھ کے بیچ میں غالباً) - جلم بن شیبان اسماعیلی قرامطی نے اس کو بند کر دیا کہ وہ بنو امیہ کی یادگار تھی اور سورج دیوتا والے مشہور بتخانہ کو توڑ کر جامع مسجد بنوایا - سلطان محمود نے (سنہ ۳۹۶ ھ یا سنہ ۴۰۳ ھ) جب ملتان فتح کیا تو پھر پہلی جامع مسجد کو کھول دیا اور دوسری کو بے مرمت چھوڑ دیا - بیرونی کے زمانہ تصنیف کے وقت (سنہ ۴۲۴ ھ میں) وہ گرکر میدان ہوگیا تھا جس میں مہندی کے درخت لگے تھے -

اصطخری نے (سنہ ۳۴۰ ھ) لکھا ہے کہ ملتان کا امیر ہاتھی پر سوار ہوکر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جاتا ہے - یہہ خالص ہندو راجاؤں کی پرشان و شکوہ سواری گویا عرب امیروں کو پسند آچکی تھی - پھر کہتا ہے کہ ملتان کے لوگ پاجامہ پہنتے ہیں اور اکثر لوگ فارسی اور سندھی بھی بولتے ہیں ، غرض

"ملتان کا سکہ مصر کے فاطمی سکہ کے
مطابق بنایا گیا ہے لیکن زیادہ تر
'قنہریات' وہاں چلتے ہیں" - (۱)

منصورہ

عربوں میں سندھ کا سب سے بڑا شہر برھمن آباد مشہور ہے جس کا اصلی ہندی نام جیسا کہ بیرونی نے بتایا ہے بہمنوا ہے - اہل ایران اس کو برھمن آباد کہتے تھے - یہی نام مسلمانوں میں رائج ہوا -. اس کے بعد بعض فوجی اور سیاسی ضرورتوں سے سندھ میں عربوں کو خود اپنے شہر بسانے پڑے جن میں محفوظہ، بیضاء اور منصورہ زیادہ مشہور ہوے -

بنو امیہ کے اخیر زمانہ میں اہل عرب کی قوت جب کمزور ہوئی اور سندھیوں نے ان کو سواحل کی طرف ڈھکیلنا شروع کیا، اس وقت کے عرب والی حکم بن عوانہ کلبی نے سب عربوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کیا اور دریا پار ایک شہر بسایا جس کا نام محفوظہ رکھا -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۲ - قنہری کوئی معمولی سکہ معلوم ہوتا ہے - الیٹ نے خدا جانے اس کو قندھاریات کرکے لکھ دیا ہے کہ یہ قندھار میں مضروب ہوتے تھے مگر یہ بے ثبوت بات ہے اور لفظ کی تحریف ہے -

کی بندرگاہ) سیراف کی طرح سال کی
لکڑی کے کئی کئی منزل کے مکانات
ہیں - یہاں بدکاری اور شرابخواری نہیں -
اور جو اس جرم میں پکڑے جاتے ہیں
ان کو قتل کیا جاتا ہے یا کوئی
سخت سزا دی جاتی ہے - خرید و فروخت
میں نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم
تولتے ہیں - مسافروں کی خاطر کرتے
ہیں - اکثر باشندے عرب ہیں، نہر کا
پانی پیتے ہیں، سر سبزی اور دولت
ہے بیوپار کی حالت بھی اچھی ہے
تکلف و تنعم نمایاں ہے - حکومت
منصفانہ ہے - بازار میں کوئی عورت بناؤ
سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ
کوئی اس سے راستہ میں علانیہ بات کرتا
ہے - پانی اچھا، زندگی عیش و مسرت کی
اور خوش دلی اور مروت ہے - فارسی زبان
سمجھی جاتی ہے، تجارت کا نفع خاصہ
ہے - جسم میں تندرستی ہے لیکن شہر میلا
ہے، مکانات تنگ ہیں، ہوا خشک اور
گرم ہے، رنگ گندم‌گوں اور سیاہ ہے" - (۱)

---

(۱) احسن‌التقاسیم بشاری ص ۴۸۰ (لیڈن) -

میں سندھہ کا حکمراں بن بیٹھا تھا - مگر یہہ بھی صحیح نہیں ؛ اصل یہہ ھے کہ نام کا دھوکا نہیں کھانا چاھئے - اس کا بانی جیسا کہ ھمارے قدیم‌ترین ماخذ بلاذری المتوفی سنہ ۲۷۹ کا بیان ھے محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو تھا ؛ اس لئے منصورہ (مدد دیا گیا) کو ایسا نام سمجھنا چاھئے جو محفوظہ کی طرح محض خوش فالی کے لئے رکھا گیا تھا -

بنا کا زمانہ

حکم جس کے زمانہ میں عمرو نے اس شہر کو بسایا وہ عراق کے امیر خالد بن عبداللہ قسری کا فرستادہ تھا - خالد سنہ ۱۰۵ ھ میں عراق کا امیر بنا اور سنہ ۱۲۰ ھ میں معزول ہوا - حکم خالد کا بھیجا ہوا سندھہ کا دوسرا والی تھا ؛ اس لئے غالباً سنہ ۱۱۰ ھ سے اس کا زمانہ شروع ہوا ہوگا - اس قیاس سے منصورہ کی بنا کی تاریخ سنہ ۱۱۰ ھ سے سنہ ۱۲۰ ھ تک متعین کرنی چاھئے -

جاے وقوع

سب سے پہلے ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) منصورہ کی جگہ دریاے سندھہ کے کنارے بتاتا ھے (۱) - پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ) کہتا ھے کہ "وہ دریا کے ادھر ھی بسایا

---

(۱) المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۱۷۳ -

حکم کے ساتھہ محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو بھی تھا جو نہایت بہادر اور مدبر تھا - حکم کے تمام کام وھی انجام دیتا تھا - اس نے سمندر کے ساحل پر برھمن‌آباد سے دو فرسخ پر منصورہ آباد کیا - (۱)

عباسیوں کے زمانہ میں معتصم‌بالله کے عہد میں (تیسری صدی ھجری کا وسط) برمکی خاندان کا ایک رکن عمران بن موسیٰ بن یحییٰ بن خالد جب سندھہ کا والی مقرر ہوا تو اس نے بیضاء نام شہر آباد کیا -

مگر ان سب میں سے قدرت کی طرف سے شہرت اور بقا منصورہ کے حصہ میں آئی -

منصورہ کا بانی

شہر منصورہ کا نام منصورہ کیوں پڑا ؟ بعض لوگوں نے غلطی سے یہہ سمجھا کہ یہہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں بنا ، اس کی نسبت سے یہہ منصورہ کہلاتا ھے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ھے کیونکہ یہہ شہر تو بنو امیہ کے زمانہ ھی میں بن چکا تھا - اسی طرح مسعودی نے اس کو منصور بن جمہور کی طرف منسوب کیا ھے (۲) جو بنو امیہ کے اختلال اور عباسیہ کے آغاز قیام کے زمانہ

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ (لیڈن) -

(۲) مروج الذھب ج ۱ ص ۳۷۹ -

ایک دوسرا مقام ترچناپلی (احاطہ مدراس) میں بھی ہے پرانے زمانہ کے فن جنگ کے لحاظ سے اس قسم کے مقامات بہت محفوظ خیال کیے جاتے تھے -

ابوالفضل نے آئین اکبری میں تمام مشکلات حل کردی ہیں - اس نے بتایا ہے کہ سندھ کے مشہور شہر بھکر کا پرانا نام منصورہ تھا ' (۱) اور حقیقت یہہ ہے کہ اس پر منصورہ کی پوری جغرافي تعریف صادق آتی ہے - ابوالفضل کہتا ہے "یہاں آکر چھوؤں دریا ملکر ایک ہو جاتے ہیں اور دو حصوں میں بٹ کر اس کے نیچے سے گذرتے ہیں - ایک حصہ دکھن اور ایک حصہ اتر ہوکر" - بھکر کا نام ہندوستانی تاریخوں میں بہت مانوس ہے اور اب بھی روشناس ہے -

منصورہ پایہ تخت

منصورہ اپنی جاےوقوع کے لحاظ سے محفوظ بھي تھا اور ساتھہ ہی دریا کے ساحل پر اور سمندر کے قریب واقع تھا - اور اس لحاظ سے عراق اور ملک عرب سے آمد و رفت اور وقت پڑنے پر یہاں سے نکل جانے کے لئے بھی مناسب تھا - اس لئے بہت جلد سندھ میں عربوں کا پایہ تخت بن گیا - تیسري صدی میں ہم اس کا نام پایہ تخت کی حیثیت سے سنتے ہیں - بلاذری (المتوفی

---

(۱) آئین اکبری جلد دوم ص ۱۶۰ نولکشور -

گیا تھا " (۱) – ابن حوقل اور اصطخری دونوں نے لکھا ھے کہ " یہہ دریاے مہران (سندھ) کے کنارہ ایک ایسی جگہ پر آباد کیا گیا ھے کہ دریا کی ایک شاخ نے نکل کر اس کو جزیرہ کی طرح بنا دیا ھے " – بعض عرب جغرافیہ‌نویسیوں نے اس کا طول بلد مغرب سے ۹۳ درجہ اور عرض بلد جنوب سے ۲۲ درجہ بتایا ھے (۲) – خوش قسمتی سے ھمارے سامنے ابن حوقل کا وہ نقشہ ھے جو اس نے اپنے زمانہ میں سندھ کا تیار کیا تھا – اس کے دیکھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ دریاے سندھ جو پنجاب کی طرف سے چل کر آخر کار بحر ھند (سمندر) میں جاکر گر جاتا ھے ' اس مقام سے تھوڑی دور پیچھے خشکی کی سمت میں ایک جگہ دریا کی ایک نئی شاخ نکلتی ھے اور جو فوراً ھی پھر گھوم‌کر اسی دریا میں مل جاتی ھے ' اور اس طرح بیچ میں دریا کے کنارے اس شاخ کے احاطہ سے ایک تھوڑی سی زمین جزیرہ کی صورت میں بن گئی ھے اسی جزیرہ کی شکل میں یہہ شہر آباد ھوا تھا جو ھر طرف سے پانی سے گھرکر ناگہانی حملہ آوروں سے محفوظ تھا – یہہ اسی قسم کا مقام تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی کے گھوم جانے سے سرنگاپٹم کا مقام نکل آیا ھے اور اس قسم کا

---

(۱) ص ۲۲۳ (لیڈن)

(۲) معجم البلدان یاقوت لفظ منصورہ –

خلیل نے خودمختاری کا اعلان کردیا تھا مگر معتصم کے عہدہ‌دار عمران برمکی والی سندھ نے وہاں کے سرداروں کو گرفتار کر کے قصدار (قزدار) بھیج دیا - (۱)

عمران برمکی ہی کے زمانہ میں عربوں کے دو مشہور قبیلوں یمنی (قحطانی) اور حجازی (نزاری)] میں بعینہ وہی خانہ‌جنگی شروع ہوئی جس خانہ‌جنگی نے بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا تھا - عمران نے یمنیوں کی طرفداری کی - اس وقت حجازیوں کا سرگروہ ایک قریشی سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا؟ اس نے موقع پاکر عمران کو قتل کر دیا (۲) -

سندھ کا ہباری قریشی خاندان

قریش کے خاندان بنو اسد میں پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ہبار بن اسود ایک شخص تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا سخت دشمن تھا - آخر وہ فتح مکہ کے زمانہ میں سنہ ۸ ھ میں مسلمان ہوا - اس کی اولاد میں سے ایک شخص حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ کی معیت میں سندھ وارد ہوا تھا - اسی شخص کا پوتا عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا (۳) - اس کا نسب نامہ

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۲) ایضاً ص ۴۴۶ -

(۳) ایضاً -

سنہ ۲۷۹ ھ) منصورہ کے ذکر میں کہتا ہے "یہہ وہی شہر ہے جہاں آج کل حکام جاکر ٹھہرتے ہیں" (۱) - اس کے بعد کے تمام عرب سیاح اس کا اسی حیثیت سے نام لیتے ہیں اور آخر میں وہ ایک قریشی عرب ریاست کا دارالامارت بن جاتا ہے -

سندھہ دور خلافت عباسیہ میں

سندھہ کا علاقہ خلیفہ المامون (سنہ ۲۱۸ ھ) تک بغداد کے مرکز سے وابستہ رہا، بلکہ اسی کے اخیر زمانہ میں عرب امراء خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ بنی سامہ کے غلام فضل بن ماہان نے سندان نام ایک شہر کو فتح کرکے براہ راست خلیفہ المامون سے اپنی امارت کی سند حاصل کی اور وہاں ایک جامع مسجد بنوائی جس میں نماز جمعہ ادا ہوتی تھی اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اس کے بعد اس کا بھائی محمد بن فضل بن ماہان حاکم ہوا اور یہہ زمانہ معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) کا تھا - اس نے ستر جہازوں کے بیڑے کے ساتھہ سیدیوں پر حملہ کیا - اس کی غیرحاضری میں اس کے بھائی ماہان نے ریاست پر قبضہ کر لیا اور غالباً اسی خانہ جنگی میں ریاست مسلمانوں کے ہاتھہ سے نکل گئی (۲) - معتصم باللہ زمانہ میں قندابیل میں محمد بن

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ -

(۲) بلاذری ص ۴۴۶ -

یعقوبی کا عمر بن عبدالعزیز کو سامہ بن لوی کی نسل سے بتانا صحیح نہیں ہے - عمر بن عبدالعزیز هبار بن اسود کی اولاد سے تھا جو کعب بن لوی کی نسل سے تھا - (ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ مصر) - غالباً یعقوبی کو ملتان کے امیروں کا دھوکا ہوا جو بنو سامہ تھے -

بہر حال عمر بن عبدالعزیز هباری کی امارت کے بعد بھی عباسی تعلق قائم رہا - چنانچہ معتمد کے زمانہ میں (سنہ ۲۵۶ - ۲۷۹ ھ) بغداد کے انتظامات ملکی میں سندھہ کا نام بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس عہد میں خراسان کے صفاری خاندان کے بانی یعقوب بن لیث کو سنہ ۲۵۷ ھ میں ترکستان، هجستان، کرمان کے ساتھہ سندھہ کا علاقہ بھی سپرد ہوتا ہے (۱) اور سنہ ۲۶۱ ھ میں معتمد اپنے اولوالعزم بھائی موفق کو تمام دیگر مشرقی ممالک کے ساتھہ سندھہ کی ولایت بھی عطا کرتا ہے اور اسی زمانہ میں ادھر خلیج فارس کے عربی اور عراقی کناروں پر قرمطیوں (قرامطہ) کی بغاوت شروع ہوتی ہے اور ادھر مغرب میں اسماعیلی فاطمیوں کی تحریک اُٹھتی ہے جو بالآخر مصر تک چھا جاتی ہے -

غالباً یہی وہ موزوں زمانہ ہے جب سندھہ کا یہہ برائے نام رشتہ بھی بغداد سے کٹ جاتا ہے - بلاذری جو سنہ ۲۷۹ ھ میں مرا ہے وہ لکھتا ہے کہ "بنو کندہ کا آزادکردہ

---

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ (مصر) -

یہہ ھے : عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر بن عبدالرحمان بن ھبار بن اسود – یہہ خاندان امویوں اور عباسیوں دونوں کے عہد میں سلطنت کے کاروبار میں دخل رکھتا تھا (۱) – اس نے حجازیوں کا سردار بن کر عمران کو قتل کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز ھباری کو سندھ کے حجازی عربوں کی ریاست حاصل ہو گئی ہوگی – سنہ ۲۴۰ ھ میں خلیفہ متوکل کے زمانہ میں سندھ کے والی ھارون بن ولی خالد نے جب انتقال کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے دربار خلافت میں ایک عریضہ بھیج کر درخواست کی کہ سندھ کی ولایت اس کے سپرد کی جائے – خلیفہ نے اس کی درخواست بہر حال منظور کی – یعقوبی (المتوفی سنہ ۲۷۸ ھ) جس کی تصنیف کا زمانہ سنہ ۲۵۹ ھ ھے اپنی تاریخ میں لکھتا ھے "سندھ کے والی ھارون بن خالد نے سنہ ۲۴۰ ھ میں انتقال کیا" – اور عمر بن عبدالعزیز سامی نے جو سامہ بن لوی کی طرف منسوب ھے اور جو سندھ پر قابض ہو چکا تھا ، لکھا کہ وہ ملک کا بہت اچھا انتظام کر رہا ھے تو متوکل نے اس کی درخواست قبول کی اور متوکل کے پورے زمانۂ خلافت میں وہ مستقل رہا (۲) –

---

(۱) ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ –

(۲) تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۵۹۹ (لیڈن) –

ریاح اور قاضی ال ابی الشوارب تھے - مسعودی کی اصل
عبارت یہہ ھے :- (۱)

"میرے منصورہ پہنچنے کے زمانہ میں
ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بادشاہ تھا ' اور
وھیں اس کے وزیر ریاح اور اس کے دونوں
بیٹوں محمد اور علی کو دیکھا ' اور
ایک اور عرب سردار کو جو وھاں کے
بادشاھوں میں سے ایک بادشاہ تھا ' جس
کا نام حمزہ تھا (۲) اور حضرت علي بن ابی
طالب کی بہت سی اولاد کرام! وھاں نظر
آئی جو عمر بن علی اور محمد بن علی
کی نسل سے تھی - منصورہ کے بادشاھوں
اور وھاں کے قاضی کے خاندان ال ابی
الشوارب میں قرابت تھی ' اور منصورہ کے
یہہ بادشاہ ھبار بن اسود کي اولاد ھیں '
جو بنو عمر بن عبدالعزیز کہلاتے ھیں " -

---

(۱) مروج الذھب مسعودي جلداول ص ۳۷۷ -

(۲) ڈاکٹر برڈ (Bird) جن کا حوالہ الیٹ نے دیا ھے ' (ج ۱ ص ۴۸۸)
انہوں نے اس فقرہ کا مطلب بالکل غلط سمجھا ھے کہ " یہاں حمزہ سید الشہداء کي
اولاد آکر بسي تھي" - حمزہ کے نام سے ان کو شبہہ ھوا ' یہہ حمزہ آنحضرت صلي اللہ
علیہ وسلم کے چچا حمزہ نہیں بلکہ کوئی حمزہ نام دوسرا عرب سردار تھا ' اور
مسعودي خود حمزہ کا ذکر کر رھا ھے اور اس کي اولاد کا نہیں - حضرت حمزہ کی کوئی
اولاد نرینہ نہ تھی اور نہ ان کي نسل پھیلي -

غلام ابوالصمہ جو تیسری صدی کے شروع کے ایک عباسی والی عمر بن حفص بن ہزار مرد کے ساتھہ سندھہ گیا تھا — اس کا بیٹا صمہ آج کل سندھہ میں زبردستی خودمختار بن بیٹھا ھے'' (۱) —

مگر معلوم ھوتا ھے کہ عمر بن عبدالعزیز ھباری کی اولاد نچلی نہیں بیٹھی ' خود عمر بن عبدالعزیز ھباری سندھہ کے شہر بنیا یا بانیہ میں رھتا تھا (۲) — مگر اس کی اولاد نے مستقل طور سے سندھہ زیریں کے علاقہ پر قبضہ کرکے منصورہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا — سنہ ۲۷۰ ھ میں عمر بن عبدالعزیز ھباری کا بیٹا عبداللہ منصورہ کا فرمانروا تھا — اسی کے زمانہ کا واقعہ ھے کہ الرا (الور واقع سندھہ) کے ھندو راجہ نے اس سے ایک ایسے مسلمان مبلغ اور عالم کی فرمایش کی تھی جو اس کو دین اسلام سے آگاہ کر سکے (۳) — سنہ ۳۰۳ ھ میں جب مسعودی آتا ھے تو وہ اس عبداللہ کے بیٹے عمر کو منصورہ کا فرمانروا پاتا ھے اور ساتھہ ھی بہت سے عرب سردار وھاں اس کو ملتے ھیں ' سادات اور علوی خاندان کے لوگ بھی وھاں نظر آتے ھیں ' بادشاہ کا نام عمر بن عبداللہ ' وزیر کا نام

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ —

(۲) ابن حوقل ذکرالسند —

(۳) عجائب الھند ' بزرگ بن شہریار ص ۳ (لیڈن) —

پڑھتے تھے – جس زمانہ میں ہم شیراز میں
تھے اس وقت یہاں سے ایک سفیر شیراز
عضدالدولہ کے بیٹے کے پاس گیا تھا" –

شہر منصورہ کی آبادی اور وسعت

ابن حوقل کا بیان ہے کہ منصورہ ایک میل لمبا اور ایک ہی میل چوڑا تھا، اور چاروں طرف دریا سے گھرا ہوا تھا، یہاں کے باشندے مسلمان تھے – بشاری کہتا ہے کہ "منصورہ سندھ کا مرکزی شہر اور ملک کا دارالحکومت ہے، دمشق کی طرح ہے، مکانات لکڑی اور مٹی کے ہیں، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہے اور بڑی ہے، اور عمان کی جامع مسجد کی طرح سال کی لکڑی کے ستونوں پر قائم ہے،.........بیچ بازار میں واقع ہے......شہر میں چار دروازے ایک کا نام باب البحر (دریا کا دروازہ) دوسرے کا طوران دروازہ، تیسرے کا نام سندان دروازہ ہے، چوتھے کا نام ملتان دروازہ" – (۱)

مملکت منصورہ کی وسعت اور سر سبزی

اس عرب حکومت کی وسعت میں سندھ کے متعدد شہر تھے – بشاری کہتا ہے کہ سندھ کا دارالحکومت منصورہ ہے اور اس کے شہروں میں سے دیبل، زندریج، کدار، مایل

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۷۹ –

مسعودی کے بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل آیا ' اس وقت تک یہی خاندان یہاں حکمواں تھا ' اور گو خلافت عباسیہ سے کوئی سیاسی و انتظامی تعلق باقي نہیں رھا تھا مگر مذھبی رشتہ باقی تھا ' چنانچہ عباسی ھی خلفاء کے نام کا وہ خطبہ پڑھتے تھے - اصل عبارت یہہ ھے :- (۱)

"ملک کا بادشاہ ایک قریشی ھے جس کی نسبت کہا جاتا ھے کہ وہ ھبار بن اسود کی نسل سے ھے - اس کے باپ دادا اس ملک پر حکمران تھے ' اور اب وہ ھے مگر خطبہ خلیفۂ بغداد ھي کے نام کا پڑھا جاتا ھے" -

سنہ ۳۷۵ ھ میں مقدسی جب آیا تو اسی خاندان کو اسی طرح حکمران پایا لیکن اس درمیان میں دیلمیوں کا شیعی خاندان جو فارس پر حکومت کر رھا تھا اس کا اثر بھی بلوچستان کے راستے سے سندھہ تک پہنچ رھا تھا - تاھم خلیفہ بغداد کا نام بھی باقی تھا - بشاری کہتا ھے :- (۲)

"منصورہ پر ایک سلطان کی حکومت ھے جو قریش کے خاندان سے ھے ' لیکن وہ خطبہ خلیفہ عباسی کا پڑھتے ھیں اور کبھی عضدالدولہ (دیلمي) کا خطبہ

---

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل ذکرالسند -

(۲) احسن‌التقاسیم بشاری ص ۴۸۵ -

مسعودی نے گویا ہم کو منصورہ کی پوری فوجی قوت بتادی ' ایک ہاتھی کے ساتھہ پانچ سو آدمی ہوتے ہیں ' تو اسی ہاتھیوں کے ساتھہ چالیس ہزار فوج ہوگی -

منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت

اس کے متعلق سب سے بہتر بیان بشاری نے اپنے سفر نامہ میں قلمبند کیا ہے - کہتا ہے :-

"یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں ' ان کے ہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے ' اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں ' ان میں ذہانت و ذکاوت ہے ' اور نیکی اور خیرات کرتے ہیں " - (۱)

"اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) بت پوجتے ہیں ' مسلمانوں میں واعظوں کا وجود نہیں ' مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں - میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا ' اور ان کی تصنیفیں ہیں ' ان کی بہت سی اچھی تصنیفات ہیں '

---

(۱) مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۹ - احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

بتلی ہے – اصطخری نے اور بعض شہر بھی اس میں گنائے ہیں ، جیسے بانیہ ، سدوسان ، الور ، سوبارہ ، صیمور – مسعودی کا بیان ہے کہ "منصورہ کے دائرۂ حکومت میں جو گاؤں اور آبادیاں ہیں ان کا شمار تین لاکھ کا ہے – اس سے اندازہ ہوگا کہ منصورہ کی حکومت خاصی بڑی تھی –" پھر مسعودی کہتا ہے کہ "تمام کھیت ہیں ، درخت ہیں ، اور آبادیاں ملی ملی ہیں" (۱) – اس سے اس کی سرسبزی اور آبادی کا قیاس ہو سکتا ہے –

بادشاہ کی جنگی قوت

مسعودی کہتا ہے کہ :-

"منصورہ والوں کی میدیوں کے ساتھ جو سندھ کی ایک قوم ہے برابر لڑائیاں رہتی ہیں – بادشاہ کے پاس ۸۰ جنگی ہاتھی ہیں ، اور قاعدہ یہہ ہے کہ ایک جنگی ہاتھی کے ساتھ پانچ سو پیادہ فوج ہوتی ہے – ان میں سے دو ہاتھی نہایت مشہور بہادر اور لڑنے والے تھے ان میں سے ایک کا نام منصر قلس اور دوسرے کا نام حیدرہ تھا ، اور یہہ سدھائے ہوئے تھے" – (۲)

---

(۱) مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۸ –
(۲) ایضاً –

منصورہ کا خاتمہ

منصورہ کی عربی حکومت کا خاتمہ کیونکر ہوا اس کے متعلق کوئی تصریحی بات نہیں ملتی - بشاری کے زمانہ یعنی سنہ ۳۷۵ ھ تک وہ یقیناً قائم تھی - اس کے پندرہ برس کے بعد محمد کے حملے شروع ہوتے ہیں - سنہ ۴۱۶ ھ میں جب سلطان محمود نے سومنات پر اپنا مشہور حملہ کیا ہے تو وہاں سے واپسی میں اس نے سندھ کا راستہ اختیار کیا، گجرات سے سندھ، اور سندھ سے دریاے سندھ کے کنارے کنارے ملتان، اور ملتان سے غزنین - اس راستہ میں مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ وہ منصورہ ہوکر گزرا، (۱) لیکن ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اسی سال کے واقعات کے ضمن میں ایک اہم فقرہ لکھا ہے :- (۲)

> "اور سلطان نے منصورہ کا قصد کیا، یہاں کا والی اسلام سے پھر گیا تھا، تو جب اس کو سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو شہر سے نکل گیا، اپنے آدمیوں کو لے کر جھاڑیوں میں چھپ گیا - سلطان محمود نے اس کا تعاقب کیا، بہت سے آدمی مارے گئے، اور بہت سے دریا میں

---

(۱) زین الاخبار گردیزی ص ۸۷ (برلن) -

(۲) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۴۳ (لیڈن) -

.... بڑے بڑے شہروں میں حنفی فقہا
بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہاں مالکی
اور حنبلی نہیں، اور نہ معتزلی ہیں،
سیدھے اور صحیح مسلک پر ہیں، اور
نیکی اور پاکدامنی ہے" - (۱)

اس قدیم عہد میں یہاں اہل حدیث کا ہونا بڑی حیرت انگیز بات ہے - داؤدی فرقہ سے مراد داؤدی بوہرے نہیں بلکہ امام داؤد ظاہری کے پیرو مراد ہیں، جو ایک قسم کے اہل حدیث ہی تھے -

زبان

مسعودی کہتا ہے کہ "سندھ کی زبان خاص ہے، ہندوستان سے الگ" - بشاری منصورہ کی بندرگاہ دیبل کے متعلق کہتا ہے کہ یہاں کل کے کل تاجر بستے ہیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے" (۲) - اس سے یہہ قیاس ہو سکتا ہے کہ یہاں کی زبان پر عربی کا کتنا گہرا اثر پڑا ہوگا جس کا ثبوت آج بھی موجود ہے، کہ ان کی سندھی زبان میں عربی کے الفاظ اسی طرح ملے ہوے ہیں جس طرح ہماری اردو میں، اور سب سے بڑا اثر یہہ ہے کہ سندھی کا خط آج بھی بعینہ عربی ہے -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۱ -
(۲) مروج الذہب جلد اول ص ۲۸۱ -

پر قابض ہو گیا تھا اس کی اولاد نے
سندھ پر یکے بعد دیگرے حکومت کی
یہاں تک کہ غزنین کے سلطان محمود کے
ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا - ان کا پایہ
تخت منصورہ تھا" (۱) -

کیا منصورہ والے بھی قرمطی اسماعیلی تھے ؟

اوپر کی سطروں میں بشاری نے جو خود ایک فقیہہ و عالم تھا جس دھوم دھام سے سنہ ۳۷۵ ھ میں اہل منصورہ کے دیندار اہل سنت ہونے کی شہادت دی ہے ' اس کو پیش نظر رکھتے ہوے سنہ ۴۱۶ ھ میں ان کا قرمطی ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے - ابن خلدون کے بیان سے ثابت ہے کہ محمود نے ہباری امیر کے ہاتھہ سے سندھ کی ریاست چھینی اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس امیر کے ہاتھہ سے اس نے سلطنت چھینی اس کے متعلق سلطان کو یہہ معلوم ہوا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے ' جس کے دوسرے معنی یہہ ہیں کہ وہ قرمطی اسماعیلی ہو گیا تھا -

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہل منصورہ کے قرمطی اسماعیلی ہو جانے کی شہرت منصورہ کی اسلامی ریاست پر سلطان کے حملہ کے جواز کے لئے نہیں دی گئی ' تو

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۲۷ (مصر) -

ڈوب کر مر گئے تھوڑے بچ گئے ' وہاں سے
سلطان بھاتیہ ہو کر غزنین چلا گیا '' (۱) -

سوال یہہ ہے کہ '' اسلام سے پھر جانے اور مرتد ہو جانے '' کے کیا معنی ؟ اگر اس حملہ کو مسلمانوں کے نزدیک بجا ثابت کرنے کے لئے والی منصورہ کو مرتد مشہور نہ کیا گیا ہو تو اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق اس کے یہہ معنی قرار دئے جائیں گے کہ ملتان کی طرح منصورہ کا بادشاہ بھی شاید اسماعیلی قرمطی مذہب میں داخل ہو گیا ہو ' ورنہ اس حملہ سے ۴۱ برس پہلے بشاری کی شہادت اہل منصورہ کے سنی بلکہ اہل حدیث ہونے کی تمامتر شہادت موجود ہے - بہر حال اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ منصورہ کی اس ہباری حکومت کا سنہ ۴۱۶ ھ میں سلطان محمود کے ہاتھہ سے خاتمہ ہوا - مشہور محقق ابن خلدون ایک موقع پر ہبار بن اسود کے خاندانی تذکرہ میں لکھتا ہے :-

'' انہیں ہبار بن اسود کی نسل سے
عمر بن عبدالعزیز تھا جو خلیفہ متوکل
کے قتل کے بعد شروع ہنگامہ میں سندھہ

---

(۱) الیٹ نے ابن اثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ '' سلطان محمود نے ایک مسلمان کو منصورہ کا بادشاہ بنایا '' (جلد اول) مگر ابن اثیر میں یہہ فقرہ نہیں بلکہ وہ بیان ہے جو میں نے لکھا ہے - اس سے یہہ غلطی شائد کسی یورپین ترجمہ پر اعتماد کرنے سے ہوئی ہے -

(چھوٹے داؤد) کو سچے دین میں
واپس لا کہ مسعود نے جو اُسے
حال ہی میں قید اور غلامی سے آزاد
کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تو اس
فرض کو انجام دے سکے جو تجھہ کو
اس کے بھانجے عبداللہ اور ملتان کے
تمام باشندوں کے برخلاف انجام دینے
کے لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تقدیس (۱)
اور توحید کے ماننے والے جہالت، ضد،
اور سرکشی و بغاوت والی جماعت سے
ممتاز ہو جائیں" - (۲)

اس خط سے نہایت اہم نتائج نکالے جا سکتے ہیں -

۱ - سومر جو سندھہ کے باشندہ تھے اور جو اس کے بعد سومری خاندان کے بانی ہوئے وہ اسماعیلی مذہب کے تھے -

۲ - ان کے نام ہندوانہ اور عربی قسم کے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ یہہ خاندان عربی ہندی آمیز تھا -

---

(۱) اسماعیلیوں کا بار بار توحید و تقدیس کا دعوی اس بنا پر ہے کہ وہ خدا میں صفات کا ماننا جیسا عام اہل سنت مانتے ہیں شرک سمجھتے تھے - وہ نفی صفات کے قائل تھے جس کا نام ان کے ہاں توحید و تقدیس تھا - معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ تھا، اسی لئے وہ بھی اپنے کو اہل عدل و توحید کہتے تھے -

(۲) الیٹ جلد اول ص ۴۹۱ -

ابن اثیر کے بیان سے یہی ہوسکتے ہیں کہ سنہ ۳۷۵ ھ کے بعد ہباری مسنی خاندان کا خاتمہ قرمطیوں نے کیا — یا ملطان کے ان کے ہاتھہ سے نکل جانے کے بعد انہوں نے سندھہ میں اپنی ریاست قائم کرلی ، اور اسی قرمطی ریاست کا سلطان محمود نے سنہ ۴۱۶ ھ میں خاتمہ کیا —

دروزی خط

جس دروزی خط کا اقتباس پہلے گذر چکا ھے اس کی حیثیت اس مسئلہ میں بھی نہایت اہم ھے — اس دروزی خط میں جو شام کے اسماعیلی دروزیوں کے مذہبی امام کی طرف سے بھیجا گیا ھے یہہ لکھا ھے :—

> " ملتان اور ہندوستان کے موحدوں کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام خصوصاً " —

اس خط میں ابن سومر راجہ بل کو جائز وارث بھوترا اور ہوٗدل ہیلا کا لکھا ھے — اسی خط میں اس خاندان کے اور بہت سے ارکان کے نام لکھے ہیں جن میں بعض عربی اور بعض ہندی نام ہیں ، اور ان کو غیرت دلاکر لکھا ھے کہ :—

> " اے معزز راجہ بل ، اپنے خاندان کو اُٹھا ، موحدین کو اور داؤد اصغر

تو کہنا چاہئے کہ سومر سلطان محمود (المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ) کا معاصر تھا -

۹ - یہی سومری ہیں جو اس خط کی تاریخ کے بیس برس بعد سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی (المتوفی سنہ ۴۴۴ ھ) کی کمزور حکومت کے زمانہ میں غزنویوں کے بجائے سندھ کے مالک ہوگئے -

هباری خاندان کی ایک زندہ جاوید یادگار

هباری سلاطین کی گو ظاہری یادگار ہمیشہ کے لئے مٹ گئی مگر اس کی ایک روحانی یادگار ہمیشہ کے لئے باقی رہ گئی اور وہ ان کا وہ خاندان ہے جو غزنویوں کے زیر سایہ یہاں سے ملتان جاکر آباد ہوا - شیخ الاسلام زکریا ملتانی سنہ ۵۷۸ ھ میں پیدا ہوئے اور بقول فرشتہ سنہ ۶۶۶ ھ میں اور بقول اخبار الاخیار سنہ ۶۶۱ ھ میں وفات پائی - شیخ عبدالحق دہلوی نے آپ کو "اسدی" لکھا ہے، (۱) جو معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت ہبار کا قبیلہ تھا - شیخ عین الدین بیجاپوری نے ان کا نسب حضرت (ہبار) بن اسود بن مطلب بن اسد تک پہنچایا ہے (۲) - پیرزادہ محمد حسین صاحب نے ابن بطوطہ کے اپنے اردو ترجمہ (جلد دوم ص ۸) میں

(۱) اخبارالاخیار ص ۲۶ مطبع ہاشمی میرٹھ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۰۴ نولکشور -

۳ – ملتان کے بادشاہ ابوالفتح داؤد وغیرہ اور سندھ کے یہہ سومری ایک ھی مذھب کے پیرو تھے –

۴ – سومر غالباً سندھ کے اسماعیلیوں کا "شیخ" اور امام تھا کیونکہ شیخ خاص طور سے اسماعیلی اپنے مذھبی سردار کے لئے استعمال کرتے تھے –

۵ – معلوم ھوتا ھے کہ ابوالفتح داؤد کے بعد اس کا کوئی بیٹا تھا جو چھوٹے داؤد کے نام سے مشہور تھا اور جس کو سلطان مسعود نے اسماعیلی مذھب سے توبہ کر لینے پر قید سے آزاد کر دیا تھا –

۶ – عبداللہ ابوالفتح داؤد اکبر کا نواسہ اور داؤد اصغر کا بھانجہ تھا جس کو ملتان کے لوگ اپنا امیر بنا لینا چاھتے تھے –

۷ – اس خط کا منشا یہہ ھے کہ ابن سومر راجہ بل کو سلطان مسعود اور عبداللہ اور اھل ملتان کے خلاف اپنے قبیلہ کو جنگ کے لئے اُبھارے اور قرمطی اسماعیلیوں کی جو طاقت زائل ھو گئی تھی اس کو پھر واپس لاے؛ چنانچہ ملتان میں یہہ کوشش بار بار کی گئی اور ناکام و کامیاب ھوتی رھی –

۸ – اور آخری اھم بات اس خط سے سومر کی شخصیت کے متعلق معلوم ھوتی ھے کہ یہہ کوئی طاقتور اور پرزور شخص تھا – سومر کا بیٹا جب سلطان مسعود کا معاصر تھا

سندھ غزنویوں اور غوریوں اور سلاطین دہلی کے ہاتھ میں

سندھ کا غزنویوں کے ہاتھوں میں سنہ ۴۴۴ ھ تک رہنا اس سے ثابت ہے کہ سلطان عبدالرشید غزنوی (سنہ ۴۴۴ ھ) تک سندھ سے خراج کا آنا ثابت ہوتا ہے - ان کے بعد ہی غزنوی سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا گو برائے نام آخر تک (سنہ ۵۷۸ ھ) تک وہ پنجاب اور سندھ کے مالک کہلاتے رہے - سنہ ۵۷۸ ھ میں غزنویوں کے بجائے غوریوں کا عمل دخل شروع ہو گیا اور شہاب‌الدین کے ایک سپہ‌سالار ناصرالدین قباچہ نے سندھ پر اور ایلتمش نے دہلی پر قبضہ کیا اور بالآخر ایلتمش نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ سے اس کو نکال دیا - اس وقت سے وہ گو دہلی سے برائے نام وابستہ رہا لیکن درحقیقت وہ خودمختار ہی رہا - محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۵۲ ھ میں) سندھ ایک مقامی حکمراں خاندان سے نکل کر دوسرے مقامی حکمراں کے ہاتھ میں گیا - سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۷۶۲ ھ میں اس پر مصالحانہ قبضہ کیا اور آخر انہیں مقامی حکمرانوں کے سپرد کیا جن کے ہاتھ میں وہ سنہ ۹۲۷ ھ تک رہا - ان سے ایک تاتاری امیر ارغون نے اس کو فتح کیا اور آخر سنہ ۱۰۰۰ ھ کے خاتمہ پر وہ اکبری مقبوضات میں داخل ہو گیا -

شیخ کے موجودہ خاندان کے ذخیرہ میں سے ایک پرانی کتاب خلاصۃ العارفین کا ایک عربی اقتباس نقل کیا ھے جو ملفوظات سید جلال بخاری سے منقول ھے - اس میں جو نسب نامہ لکھا ھے اس سے بھی یہی ثابت ھوتا ھے - اس طرح شیخ الاسلام کے خاندان کے ھندوستان آنے کی جو دو تاریخیں ملتی ھیں یعنی ایک یہہ کہ وہ پہلی صدی ھجری میں عرب فاتحین ھند کے ساتھہ آیا جیسا کہ ابن بطوطہ میں ھے اور دوسری یہہ کہ وہ گویا پانچویں صدی ھجری میں عرب سے آئے - یہہ دونوں مل جاتی ھیں اور وہ اس طرح کہ سندھہ میں اس خاندان کا ورود پہلی تاریخ کے مطابق ھوا یعنی دوسری صدی ھجری میں اور ملتان میں منصورہ کی تباھی کے بعد پانچویں صدی میں غزنوی سلطنت کے زیرسایہ آکر آباد ھوئے - البتہ خوارزم ھوکر یہاں آنے کا بیان صحیح نہ ھوگا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں ھے - لیکن اس سے زیادہ اھم بیان تاریخ طاھری کے مصنف کا ھے جس نے تفصیل کے ساتھہ یہہ بتایا ھے کہ شیخ بہاؤالدین سندھی تھے اور سمہ قوم نے پہلے محمد تور کے تباہ ھونے کے بعد سکور (موجودہ سکھر) کے پرگنہ میں جو محمد تور نے آباد کیا تھا وہ وھیں کے رھنے والے تھے (۱) -

---

(۱) تاریخ طاھری الیٹ ص ۲۵۶ -

ان کی یہہ سلطنت سنہ ۴۴۴ ھ سے لے کر سنہ ۷۳۴ ھ کے چند سال بعد تک کسی نہ کسی طرح قائم تھی - چنانچہ اس سلسلہ میں ابن بطوطہ کی شہادت سب سے زیادہ اہم ہے - وہ ہندوستان میں سندھہ کے راستہ سے سنہ ۷۳۴ ھ میں اس وقت ہندوستان آیا تھا جب سومری قوم سلاطین دھلی کے ماتحت حکمراں تھی اور ابن بطوطہ نے ان کو دیکھا تھا - وہ کہتا ہے :-

۱ - اس کے بعد ہم خبانی (۱) پہونچے جو دریاے سندھہ کے کنارے ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے اور جس میں خوش نما بازار ہیں - سیاحوں کے باشندے وہ لوگ ہیں جن کو سامرہ کہتے ہیں جو یہاں اس وقت بسے اور ان کے بزرگ یہاں آباد ہوے جب حجاج کے زمانہ میں سندھہ فتح ہوا جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے........یہہ لوگ جو سامرہ کہلاتے ہیں یہہ کسی کے ساتھہ کھاتے نہیں اور نہ کھاتے وقت ان کو کوئی دیکھہ سکتا ہے ' اور نہ وہ اوروں سے اور نہ اور لوگ ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں

---

(۱) یہہ شہر بے نشان ہے - معلوم ہوتا ہے کہ دریا برد ہو گیا - ابوالفضل نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے -

سومری

اوپر کی پوری تاریخ سے ہم کو کوئی بحث نہیں ہے - ہم کو گذشتہ تاریخ کے صرف دو خودمختار قبیلوں کی اصلیت پر غور کرنا ہے جن میں سے ایک سومری اور دوسرے سما کہلاتے ہیں - غزنویوں کی کمزوری کے عہد میں جس مقامی قبیلہ نے سندھہ پر قبضہ کیا وہ سومری کہلاتے ہیں - پھر محمد شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۵۲ ھ میں جو دوسرا مقامی قبیلہ برسر حکومت آیا اور جو سنہ ۹۲۷ ھ (۱۵۲۱ ع) تک قائم رہا وہ سمہ کہلاتا ہے - ان دونوں قبیلوں کی اصلیت کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف ہے اور خصوصاً سومری خاندان کی قومیت بہت کچھہ بحث طلب ہے اور اسی طرح ان کا مذہب بھی -

اوپر جس دروزی خط کا حوالہ گذرا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ سنہ ۴۲۲ ھ (سلطان مسعود کے زمانہ میں) شیخ ابن سومر راجہ بل موجود تھا اور وہ اسماعیلی مذہب تھا اور اس کو دروزیوں کے امام نے ملتان اور سندھہ کے اسماعیلیوں کی دوبارہ حکومت قائم کرنے کے لئے بڑی غیرت دلائی تھی - اس لئے عجب نہیں کہ غزنویوں کے زور توتنے پر سلطان عبدالرشید (سنہ ۴۴[illegible] ھ) کے زمانہ میں سومریوں نے سندھہ میں اپنی سلطنت قائم کر لی -

ملک فیروز کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ
بنا لیا .... پھر دنار یہہ سمجھہ کر
کہ وہ اس وقت اپنے قبیلہ سے دور ھے
ڈرا ' اور اپنے قبیلہ میں چلا گیا ......
...لشکریوں نے قیصری کو امیر بنا لیا
......جب ملتان کے نائب کو خبر لگی
تو اس نے اس کی سزا کے لئے فوج بھیجی
اور سخت سزا دی (۱) (باختصار) -

ابن بطوطہ اسی وقت پہنچا تھا ' ایک مدرسہ میں ٹھہرا تھا - لاشوں کی بدبو سے اس کو نیند نہیں آتی تھی - ان دونوں اقتباسوں سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں -

۱ - سامری لوگ اپنے بزرگوں کی آبادی کو حجاج بن یوسف ثقفی کی آمد سے متعلق کرتے تھے -

۲ - وہ مذھباً ھندو نہ تھے اور نہ ھندوؤں کی مانحتی پسند کرتے تھے ' ساتھہ ھی ان میں بعض باتیں ایسی بھی پائی جاتی تھیں جو عام مسلمانوں سے ان کو الگ کرتی تھیں -

۳ - اس وقت سندھہ سلطان دھلی کے ماتحت اس طرح تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک امیر یا ریزیڈنٹ سومریوں کے ساتھہ رھتا تھا -

---

(۱) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۳ و ٦ (مصر) -

اس زمانه میں جو ان کا امیر هے
اس کا نام دنار هے جس کا ذکر هم
آگے کریں گے -

چنانچه آگے چل کر وہ سیوستان (سیهوان) کے ذکر میں کهتا هے - (سیوان اب کراچی کے ضلع میں هے) -

۲ - اسی شهر میں سامری امیر دنار جس کا
ذکر اوپر گذرا اور امیر قیصر رومی رهتے
هیں اور یهه دونوں سلطان (دهلی) کی
ماتحتی میں هیں، اور ان دونوں کے
ساتهه اٹهارہ سو سوار تهے، اور یهاں ایک
هندو رهتا تها جس کا نام رتن تها
جو حساب و کتاب میں بڑا ماهر تها -
وہ بعض امراء کے ساتهه سلطان کے دربار
میں گیا، سلطان نے اس کو پسند کیا
اور اس کو "سندهه کا راجه" خطاب اور
راجگی کے ماهی مراتب دے کر سیوستان
بهیجا اور اس کو وہ جاگیر میں دے دیا -
جب وهاں پهنچا تو دنار اور قیصر کو
یهه برا معلوم هوا که ایک کافر کو
ان پر فوقیت دی جائے تو باهم مشورہ
کر کے اس کو قتل کر دیا .... اور
خزانه لوٹ لیا اور سب نے مل کر اونار کو

کا آنا تاریخوں سے ثابت ہے (۱) - اور یہہ عقائد کے اخفا کا مسلک بھی انھیں میں تھا - وہ نام بھی ہندؤوں کے اختیار کر لیتے تھے جیسا کہ آج بھی بمبئی کے خوجہ قوم میں ان باتوں کی مثالیں مل سکتی ہیں - اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید در مرید مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری (سنہ ۷۰۷ - ۸۰۰ ھ) کے حالات کے ضمن میں ملتا ہے - یہہ ان کا ذکر آگے کسی موقع پر آئے گا - یہہ سندھہ کے شہر اوچ میں سکونت پذیر اور مرجع خلائق تھے - لکھا ہے کہ اوچ کا والی "سومرہ" ان کی خدمت میں ایک دفعہ آیا، درویشوں کا ہجوم تھا - سومرہ نے ان میں سے کسی کو حضرت کی اجازت کے بغیر "مسجد" سے باہر نکال دیا - اس وقت مخدوم کی زبان سے نکلا کہ "سومرہ مگر دیوانہ شدہ" اسی وقت وہ پاگل ہو گیا - شہر میں غل ہو گیا، آخر اس کی ماں نے آکر بڑی منت کی، قصور معاف ہوا، وہ ہوش میں آیا اور "مسجد" میں آکر پاؤں چومے، مرید ہوا اور مقبول بارگاہ ہوا (۲) - کیا اس واقعہ سے یہہ سمجھا جائے کہ وہ اسماعیلیت سے تائب ہو کر سنی ہو گیا ؟

اسماعیلی مذہب کی مصر والی فاطمی سلطنت کا خاتمہ سنہ ۵۶۷ ھ میں سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں سے

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) ڈاکٹر آرنلڈ ص ۲۹۳ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۱۶، (نولکشور) -

۴ - سندھ انتظام ملکی میں ملتان کے ماتحت ہوکر دھلی کا ماتحت تھا -

سومرہ کا مذہب

دروزوالے خط سے سومرہ کا اسماعیلی ہونا تو ثابت ھی ہو چکا ھے مگر چند مزید باتیں ابن بطوطہ سے بھی معلوم ہوتی ہیں - ابن بطوطہ کے اس بیان سے واضح ہوتا ھے کہ سومری لوگ عرب فاتحین ہند کے ساتھہ آکر بسے تھے - ظاہر ھے کہ یہہ راجپوت نہیں ہو سکتے لیکن اسی کے ساتھہ یہہ بھی ظاہر ھے کہ کھانے پینے اور شادی بیاہ کے بعض خاص غیر اسلامی مراسم بھی ان میں تھے ' مگر ابا ایں ہمہ وہ اپنے کو ہندو یا کافر نہیں بلکہ موحد اور مسلمان ھی سمجھتے تھے اور اسلامی لقب ملک فیروز ختیار کرتے تھے اور کافر کی اطاعت کو اپنے لئے تحقیر کا باعث سمجھتے تھے ' اس لیے وہ ہندو قطعاً نہیں تھے - ایسا مخلوط مذہب قرمطیوں اور اسماعیلیوں ھی کا تھا جو اسلام کے ساتھہ کچھہ ہر جگہ کے ملکی مراسم اور اعتقادات کو شامل کر لیتے تھے ' چنانچہ انھوں نے ہندوستان میں حضرت علی کو وشنو کا اوتار بنایا تھا اور اسی قسم کی باتیں وہ مخلوط کر لیتے تھے - اس سے ان کو ہر ملک میں مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہوتی تھی اور پرانے زمانہ میں اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے سندھہ میں مبلغین

مقام میں جمع ہوکر سومرہ نام ایک
شخص کو تخت پر بیٹھایا - انہیں اطراف
میں سعد نام ایک طاقتور زمیندار تھا ،
سومرہ نے اس سے تعلق پیدا کیا اور
اس کی لڑکی سے شادی کر لی - اس سے
ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھونگر
رکھا ، اور باپ کے مرنے پر وهي بادشاہ
ہوا '' (۱) -

(اس کے بعد میر معصوم نے اس کی اولاد در اولاد کے حالات لکھے ہیں جن میں سے بعض کے عربی نام جیسے خفیف اور عمر اور بعضوں کے ہندی جیسے دودا لکھے ہیں) -

تاریخ طاهري کے مصنف نے زیادہ تر افسانے اور قصے لکھے ہیں جن کا آغاز اس نے ''عمر سومرہ'' اور ایک ہندو خاتون کے عشق و محبت سے کیا ہے - اسی کے ضمن میں وہ کہتا ہے کہ '' یہہ قبیلہ ہندو تھا اور ہندو مذہب کا پابند تھا ، سنہ ۷۰۰ ھ سے سنہ ۸۴۳ ھ تک سلطنت کی ، الور کے قریب ان کا مقام تھا اور محمد تور ان کا دارالسلطنت تھا '' - (۲)

---

(۱) تاریخ معصومی از الیٹ جلد اول ص ۲۱۵ -
(۲) تاریخ طاهري (الیٹ) ص ۲۶۰ و ۲۸۴ -

ہو گیا - اس کے بعد حسن بن صباح والی اسماعیلی نزاری سلطنت قلعہ الموت کی قائم رہی جو سنہ ۴۸۳ ھ (۱۰۹۱ع) سے شروع ہوکر سنہ ۶۵۴ ھ (۱۲۵۶ع) میں ہلاکو کی تلوار سے برباد ہوئی - ظاہر ہے کہ سندھ کی اسماعیلی جماعت پر اصل مرکز کی بربادی کا کیا اثر پڑا ہوگا - اس لئے ان سومریوں کا یا ان میں سے بعض کا یہہ جلال بخاری کے ہاتھہ پر سنی ہو جانا بالکل ممکن ہے -

سومرہ کی قومیت

سومرہ لوگوں کی قومیت کے مسئلہ کے حل کرنے کے لیے سب سے پہلے ہم کو اپنے پرانے مؤرخوں کے بیانات سننے چاہئیں - ابن بطوطہ کا سب سے پہلا بیان سن چکے کہ یہہ اپنے اسلاف کا سندھ میں حجاج بن یوسف کے زمانہ فتح سندھ میں آباد ہونا بیان کرتے تھے - اس کے بعد تاریخ معصومی کے مصنف میر محمد معصوم کا بیان ہے - وہ اپنی تاریخ کے دوسرے باب میں کہتا ہے کہ

> "سلطان محمود نے ملتان اور سندھ فتح کر لیا - سلطان عبدالرشید بن محمود کے زمانہ میں (سنہ ۴۴۱ - ۴۴۴ ھ) جب سلطنت اس کی عیاشی اور آرام طلبی کے سبب سے کمزور ہوئی تو انہوں نے غزنویوں کا جوا اپنے کندھے سے اتار دیا اور سومرہ کے قبیلہ نے تھری کے

بهنگر نے ٥ برس حکومت کرکے سنه ۴۶۱ ه
میں وفات پائی (۱) - (خلاصه)

خود تحفةالکرام کا مصنف لکهتا هے که

"سومرہ قوم سامرہ کے عربوں سے نکلی هے جو سندهه میں دوسری صدی هجری میں قبیله تمیم کے ساتهه آئی - تمیم عباسیه کے زمانه میں سندهه کے گورنر مقرر هوے تهے" -

پهر وہ کہتا هے که

"سندهه میں دلورائے راجه تها ' اس نے اپنے بهائی چهوتا امرانی پر ظلم کیا ' وہ خلیفه بغداد کے پاس گیا ' خلیفه نے سامرہ کے سو عرب اور سادات اس کے ساتهه کر دئے - سید نے آکر سندهه میں سکونت اختیار کر لی ' اور دلورائے نے اپنی لترکی اس سے بیاہ دی - (۲)

تاریخ طاهري کے مصنف نے دلورائے اور چهوتا امرانی دونوں بهائیوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجه یهه لکهی هے که چهوتا بچپن سے اسلام کي طرف مائل

---

(۱) تحفةالکرام الیت جلد اول ص ۳۴۴ -
(۲) تحفةالکرام الیت جلد اول ص ۳۴۳ -

بیگ لار نامہ میں صرف اسی قدر ہے کہ سندھہ کی اسلامی فتح کے بعد عرب قبیلہ تمیم نے حکومت کی، تھوڑے دنوں کے بعد سومرہ لوگوں نے قبضہ کیا، پانچ سو برس قابض رہے، ان کے پایۂ تخت کا نام مہاتم تور تھا -

کس قدر عجیب بات ہے کہ ان کے اشخاص کے عربی ھندی ناموں کی طرح ان کے پایہ تخت کا نام بھی عربی ھندی ہے یعنی وھی کبھی محمد تور ہے اور کبھی مہاتم تور - کہا جاتا ہے کہ مہاتم محمد ھی کی تعریف ہے، ممکن ہے کہ ایسا ھی ھو - یہہ دیرگ کے پرگنہ میں جو موجودہ پرگنہ چاچ گم اور بادبن کی جگہ تھا جو پار کر اور ڈنگا بازار کے بیچ میں ہے -

تحفۃالکرام کے مصنف نے منتخب التواریخ (بدایونی نہیں) سے جو محمد یوسف کی تصنیف ہے یہہ اقتباس نقل کیا ہے :-

> "جب سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کی حکومت ھوئی تو سندھہ کے لوگوں نے اس کو کمزور پایا - سنہ ۴۴۵ ھ (سنہ ۱۰۵۳ ع) میں سومرہ قبیلہ والوں نے تھری میں جمع ھو کر سومرہ نام ایک شخص کو بادشاہ بنایا اور اس کے ایک لڑکا بھنگر نام ایک زمیندار سعد نام کی لڑکی کے بطن سے پیدا ھوا -

خالص راجپوت نہ تھے

یورپین مؤرخوں نے اس قبیلہ کو "نو مسلم راجپوت" بتایا ہے جیسا کہ انسایکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون نگار سندھہ نے بھی لکھا ہے (۱) - الیٹ صاحب بھی یہی ثابت کرنا چاھتے ھیں، مگر ان میں سے کوئی صاحب کوئی دلیل نہیں پیش کرتے - فارسی مؤرخین کے ملے جلے بیانوں سے یہہ تو ظاھر ھی ھوتا ھے کہ وہ خالص ھندی بھی نہ تھے تو خالص راجپوت کیونکر ھوں گے -

یہودی نہ تھے

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے ایک عجیب بات لکھی ھے کہ یہہ لوگ "نومسلم یہودی" تھے - مولوی صاحب کو شاید اس لیے اشتباہ ھوا کہ یہودیوں کے ایک فرقہ کا نام سامری تھا جو شام کے کوہ شمرون کی طرف منسوب تھے - اس اشتباہ کی دوسری وجہ بشاری مقدسی کی ایک عبارت ھے جس کو مرحوم نے عجیب طریقہ سے اپنے مدعا کے مطابق کیا ھے - واقعہ یہہ ھے کہ بشاری نے اپنے مقدمہ میں جن قوموں اور فرقوں کا ذکر کیا ھے ان میں چار عدد کی خصوصیت دکھائی ھے اور لکھا ھے کہ "اھل ذمہ بھی جن سے جزیہ لیا جا سکتا ھے چار ھیں، یہود نصاری

(۱) گیارھواں اڈیشن جلد ۲۵ ص ۱۴۳ -

ہ ، اس نے قرآن پڑھا تھا اور دل میں مسلمان ہو گیا تھا - وہ چھپ کر حج کے لئے چلا ، راستہ میں ایک عجیب طریقہ سے فاطمہ نام ایک لڑکی سے شادی کی ، حج سے لوٹ کر جب وہ سندھ کے مقام سیوستان میں پہنچا اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور اس کا مزار مرجع خلائق ہے - (۱)

عربی ، ھندی مخلوط تھے

الغرض یہہ تمام اقتباسات یہی بتاتے ہیں کہ یہہ قبایہ عربی اور ھندی مخلوط نسل تھا - جن لوگوں نے اس کو عرب بتایا ہے وہ اس کی ایک حیثیت کا اور جو ھندو بتاتے ہیں وہ دوسری حیثیت کا ذکر کرتے ہیں - سومر نام جیسا کہ دروز کے خط سے ظاھر اور فارسی تاریخوں میں مذکور ہے اس حکومت کا بانی تھا ، اس لئے ان لوگوں کو سومری ، سامرہ وغیرہ کہنے لگے - عراق کے شہر سامرہ سے کوئی تعلق نہیں - شہر سامرہ کا اصلی نام سر من رای تھا جو استعمال کی کثرت سے عوام کی زبان میں سامرہ ہو گیا ، اس کو خلیفہ معتصم باللہ عباسی (سنہ ۲۲۷ ھ) نے بسایا تھا -

---

(۱) تاریخ طاھری الیٹ ص ۲۵۸ -

۱ – سومرہ	زمانۂ دراز تک	
۲ – بھونگر بن سومرہ اول	۱۵ سال	سنہ ۴۶۱ ھ میں مرا –
۳ – دودا اول بن بھونگر	۲۴ سال	سنہ ۴۸۵ ھ میں مرا –
۴ – سنگھر	۱۵ سال	
۵ – حفیف یا (خفیف)	۳۳ سال	
۶ – عمر (۱)	۴۰ سال	
۷ – دودا دوم	۱۴ سال	
۸ – پاتھو	۳۳ سال	
۹ – گنھرا اول	۱۶ سال	
۱۰ – محمد تور (؟)	۱۵ سال	
۱۱ – گنھرا دوم	چند سال	
۱۲ – دودا سوم	۱۴ سال	
۱۳ – تائی	۱۵ سال	
۱۴ – چینسر	۱۸ سال	
۱۵ – بھونگر – دوم	۱۵ سال	
۱۶ – حفیف (یاخفیف) دوم	۱۸ سال	
۱۷ – دودا چہارم	۲۵ سال	
۱۸ – عمر سومرا	۳۵ سال	
۱۹ – بھونگر سوم	۱۰ سال	
۲۰ – همیر (امیر)	آخری بادشاہ	
	۳۶۱	

(۱) یہلا عمر نام شیعہ اسماعیلیوں میں عجیب معلوم ہوتا ہے – یہ شائد اصل میں اُنر ہو جیسا کہ سراج عفیف میں ہے اور جس کا دوسرا تلفظ اونار یا دنار یا اُنار ہے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سندھ کی بعض فارسی تاریخوں میں ہے –

مجوس اور صابئی ، پھر اعتراض کیا ہے کہ "سامرہ" بھی تو اہل ذمہ ہیں - اس طرح چار کے بجائے پانچ قومیں ہو جاتی ہیں - اس کا جواب دیا ہے کہ "سامرہ در اصل یہود کی ایک قسم ہیں - دیکھو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام ہی کو پیغمبر مانتے ہیں" - یہہ تو اصل نسخہ کی عبارت ہے - حاشیہ میں اڈیٹر نے ایک اور نسخہ کی عبارت بھی نقل کی ہے جس میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ "سندھ کے بت پرست بھی تو اسلامی ملک میں رہتے ہیں - پھر اہل ذمہ چار سے زیادہ ہو جاتے ہیں" - بشاری اس کے جواب میں کہتا ہے کہ "سندھ کے بت پرست اہل ذمہ نہیں ہیں کیونکہ وہ جزیہ نہیں ادا کرتے (۱) - اس لئے بالآخر اہل ذمہ وہی چار رہے" -

مرحوم نے "سامرہ" اور "سندھ" کو اوپر نیچے دیکھ کر باہم مربوط کرکے ایک دعویٰ پیدا کرلیا ہے جو سراسر بے بنیاد ہے - بشاری کی احسن التقاسیم موجود ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص واقعہ کی حقیقت کو جان سکتا ہے -

سومری بادشاہ

تحفۃ الکرام میں سومرہ کے حسب ذیل بادشاہوں کے نام اور سلطنت کے ایام لکھے ہیں :-

---

(۱) احسن التقاسیم بشاری ص ۴۲ (لیڈن) -

پاتی ہے اور دلی واپس آتی ہے - یہہ سنہ ۷۵۲ ھ کا واقعہ ہے - (۱)

لیکن چند سال کے بعد جب فیروز شاہ سنہ ۷۶۲ ھ میں یہاں آتا ہے تو جاموں کی سلطنت یہاں ملتی ہے - جام انر اور اس کا بھتیجا بانھبنہ حکمراں ہوتے ہیں - یہہ جام کا لقب سمہ کے بادشاہوں کا تھا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی زمانہ سومرہ کے خاتمہ اور سمہ لوگوں کے آغاز کا ہے - تحفۃالکرام میں سنہ ۷۵۲ ھ میں سمہ قوم کا آغاز لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی محمد شاہ تغلق کے حملہ کے بعد ہی یہہ انقلاب پیش آیا اور بقول فرشتہ اس انقلاب میں مسلمانوں کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل تھا - معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیلی یا ہندو نما سومریوں کی بغاوت کے بعد عام مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سومریوں کو یہیں کی ایک نو مسلم دیسی قوم کے ذریعہ سے مٹا دیا جاے - چنانچہ سمہ قوم کے ایک سردار اونر نام نے سومریوں کے آخری بادشاہ ھمیر (امیر) کو جس کی دوسری لفظی تحریف ارمائیل ہے قتل کرکے اپنی سلطنت قائم کر لی -

---

(۱) فیروز شاہی ضیاے برنی ص ۵۲۳ - ۵۲۵ (کلکتہ) -

گیارھویں بادشاہ کے چند مبہم سال اور آخری بادشاہ کا زمانہ اس میں شامل نہیں - اگر چند سال یہہ بھی بڑھا لئے جائیں تو کم از کم ان کا زمانہ ۳۷۵ سال ھوتا ھے اور اگر ان کا آغاز سلطان عبدالرشید کے بعد سے یعنی سنہ ۴۴۴ ھ سے کیا جائے تو ان کے خاتمہ کا سال سنہ ۸۱۹ ھ ھوتا ھے - لیکن گذر چکا ھے کہ ان کا خاتمہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں سنہ ۷۵۲ ھ میں ھوا ' اس لئے سرسٹھہ برس کا زمانہ ان بادشاھوں کی بیان‌کردہ مدت سلطنت میں زیادہ معلوم ھوتا ھے -

سومریوں کا خاتمہ

محمد شاہ تغلق کے زمانے میں سلطان دھلی اور سومریوں کی باھمی آویزش شروع ھوتی ھے - محمد شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں طغي نام ایک مغل گجرات میں باغی ھوتا ھے اور بادشاہ کے گجرات پہنچے پر وہ بھاگ کر ٹھٹھہ (سندھہ) کے سومریوں کے پاس پناہ لیتا ھے ' بادشاہ اس کے تعاقب میں ٹھٹھہ جاتا ھے اور مغلوں اور سومریوں سے متحدہ مقابلہ پیش آتا ھے لیکن یکایک بادشاہ کا مزاج منحرف ھو جاتا ھے اور وھیں وفات پا جاتا ھے ' بے بادشاہ کی فوج مغلوں اور سومریوں کے ھاتھوں سے سخت تکلیف اٹھاتي ھے اور آخر فیروز شاہ تغلق کو اپنا بادشاہ بنا کر اس دوطرفہ مشکل سے نجات

سمه کو فارسی مؤرخین جمع کی صورت میں سمگان لکھتے ھیں جس طرح انگریزا مصنفین S کے ساتھه جمع بناکر سماس (Sammas) لکھتے ھیں - اس سے دھوکا کھاکر بعض لوگوں نے ان کا نام سماس لکھا ھے - یہه مذھباً مسلمان تھے گو اس میں اختلاف ھے که یہه شروع ھی سے مسلمان تھے یا بعد کو مسلمان ھو گئے - ان کا صدر مقام تھتھه تھا ' سرکاری لقب جام تھا اور نام هندي عربی ملا ھوتا تھا مثلاً مشہور سمه بادشاہ کا نام جام نندا نظام الدین تھا - یہه لوگ اس قدر طاقتور تھے که مدت تک یہه سلاطین دھلی کا پرزور مقابله کرتے رھے - سنه ۷۵۲ ھ (سنه ۱۳۵۱ع) سے سنه ۹۲۷ ھ تک یعنی ایک سو پچھتر (۱۷۵) برس سندھه پر فرمانروائی کرتے رھے -

اس قبیله کی اصلیت کی نسبت بھی مؤرخین میں سخت اختلاف ھے - سندھه کے بعض مؤرخوں نے ان کو عربی النسل تسلیم کیا ھے - ان کو ابوجھل کی اولاد کہا ھے - بعد کے فارسی مؤرخین فرشته اور ابوالفضل (آئین اکبری) نے ان کو "جام" کے لقب کی وجه سے ایرانی بادشاہ جمشید کی اولاد کہا ھے جس کی بنیاد صرف لفظ "جم" اور جام کے تشابه پر ھے جو سراسر غلط ھے - یورپین مؤرخین الیٹ (۱) اور انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (۲)

---

(۱) تاریخ ھند جلد اول ص ۴۹۷ -

(۲) مضمون سندھه جلد ۲۵ ص ۱۴۳ (طبع ۱۱) -

نئی تحقیقات کی ضرورت

سومری بادشاہوں کی فہرست اور ان کے زمانے کی تعین تنقیدی نظر سے بہت کچھ محتاج تحقیق ہے اور اس پر ہمارے ہندوستانی مؤرخین کو تھوڑی محنت کرنی ہے، مثلاً سنہ ۶۲۰ھ سے ایک دو سال پہلے جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بھاگ کر سندھ آیا اور ٹھٹھہ پہنچا تو جلسی نام سومری بادشاہ نے بھاگ کر کشتیوں میں اپنے ساز و سامان کو لاد کر کسی جزیرہ میں پناہ لی (۱) - یہہ جلسی نام فہرست میں نہیں نولکشوری نسخہ پر اعتبار نہیں - ممکن ہے کہ یہہ جلسی نام چنیسر کی خرابی ہو جو ہماری فہرست میں چودھویں نمبر پر ہے - اسی طرح سنہ ۷۳۴ھ میں ابن بطوطہ کے ورود سندھ کے زمانہ میں اونار بادشاہ تھا - یہہ نام بھی اس فہرست میں نہیں مگر ممکن ہے کہ یہہ وہی ہو جس کا نام عمر کی صورت میں اٹھارھویں نمبر پر ملتا ہے -

سمہ

سومریوں کے بعد سمہ قبیلہ کے جو لوگ سندھ پر قابض ہوئے ان کی راجدھانی ٹھٹھہ تھی جس کو عرب دیبل کہتے ہیں -

---

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۶ (نولکشور) -

لیکن تاریخ بلاذری میں جو سنہ ۲۹۷ ھ کی تصنیف ہے مجھے ایک فقرہ ملتا ہے جس کا ترجمہ یہہ ہے :

> "پھر سندھہ کا والی داؤد بن یزید بن حاتم مقرر ہوا - اسی کے ساتھہ صمہ کا باپ (ابوالصمة المتغلب الیوم) گیا تھا جو آج کل سندھہ پر قابض ہے وہ قبیلہ کندہ کا آزاد کردہ غلام ہے" - (۱)

کیا یہہ سمجھا جائے کہ اسی "صمہ" کی اولاد تھی جو بعد کو قبیلہ "سمہ" کے نام سے موسوم ہوئی اور جو ممکن ہے کہ کچھہ میں جا رہی ہو اور پھر وہاں سے سنہ ۷۵۲ ھ میں آکر اس نے سومرہ لوگوں سے سندھہ چھین لیا ہو -

سمہ بادشاہ

سمہ لوگوں کا زمانہ بہت بعد کا ہے یعنی جب دلی میں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم تھی - اس لئے سمہ بادشاہوں کے نام اور لقب اور زمانہ زیادہ احتیاط سے محفوظ ہیں - فرشتہ کے بیان کے مطابق ان بادشاہوں کی تفصیل یہہ ہے :-

> "شاہ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سومریوں کے ہاتھوں سے

(۱) بلاذري ص ۴۴۵ (لیڈن)

اور انسائکلوپیڈیا آف اسلام (۱) کے مضمون نگار ان کو نومسلم راجپوت کہتے هیں مگر اخیر کے سوا کسی نے کوئی دلیل پیش کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی هے - آخرالذکر کی دلیل کا خلاصہ اسی قدر هے کہ "جام" کچھہ اور نوانگر کے راجپوت راجاؤں کا لقب هے لیکن حقیقت یہہ هے کہ بعض پرانے مؤرخین کے بیان سے بھی اس خیال کی تائید هوتی هے چنانچہ تاریخ معصومي میں هے کہ سمہ لوگ کچھہ سے سندھہ آئے تھے (۲) - چچ نامہ کے بیان سے ظاهر هوتا هے کہ سمہ قبیلہ کے لوگ سندھہ میں محمد قاسم کے زمانہ (سنہ ۹۹ ھ) سے پہلے هی آباد تھے ' چنانچہ جب محمد قاسم ان کی آبادی میں پہنچا تو ان لوگوں نے راگ اور باجے سے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش هوئے - محمد قاسم نے ایک عرب سردار کو جس کا نام خریم (؟) اور اس کے باپ کا نام "عمر" بتایا گیا هے ان کا سردار مقرر کیا (۳) - تاریخ طاهری کا بیان هے کہ "اس طرح وہ ملک جو سمندر کے کنارے هے سمہ قوم کے ماتحت هو گیا جہاں اس کی نسل اب تک آباد هے - رائے بھارا اور جام سہتا اور چھوتے اور کچھہ کے راجہ اسی قوم سے هیں (۴) -

---

(۱) مضمون سمہ (Samma) انگریزي اڈیشن -
(۲) معصومی (الیٹ) ص ۲۲۳ -
(۳) چچ نامہ (الیٹ) ص ۱۹۱ -
(۴) طاهری الیٹ ص ۲۶۸ -

اس لڑائی اور صلح کا حال فیروز شاہ کے عہد کے چشم‌دید مؤرخ سراج عفیف نے پوری تفصیل سے لکھا ہے - لیکن اس زمانہ کے جام کا نام اس نے اونر لکھا ہے اور اس کے ساتھہ اس کے بھتیجے کو جس کا نام بانھبنہ بتایا ہے شریک کیا ہے - سمہ لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس سے ہو گا کہ جام نے چالیس ہزار پیادہ اور بیس ہزار سوار فوج سے فیروز شاہ سلطان دھلی کا مقابلہ کیا - رسد اور گھاس کی قلت کے سبب سے سلطان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ سندھہ چھوڑ کر گجرات چلا گیا - دوسرے ہی سال وہاں سے واپس آکر اس نے پھر حملہ کیا - جام ناچار صلح پر آمادہ ہوا - یہہ سنہ ۷۶۲ ھ (سنہ ۱۳۶۱ ع) کا واقعہ ہے -

یہہ صلح کس طرح ہوئی ؟

سید جلال الدین حسین بخاری جو اس عہد کے مشہور باخدا بزرگ تھے اور جن کا نام سومرہ کے مذہبی باب میں آ چکا ہے وہ اوچ میں مقیم تھے - جام نے مشورہ کرکے ان کی خدمت میں اپنے قاصد بھیجے کہ وہ یہاں تشریف لا کر سلطان سے میرا قصور معاف کرا دیں - سید جلال الدین بخاری تشریف لائے اور بادشاہ نے پوری عقیدت کے ساتھہ خیر مقدم کیا - سید علیہ‌الرحمہ نے فریقین کو دلاسا دیا ، جام اور جام کے شریک حکومت بانھبنہ کو خود

نکل کر سندھ کی حکومت سمہ لوگوں کے ھاتھوں میں آئی - اس قبیلہ کے اکثر سردار اسلام کی دولت سے بہرہ مند تھے اور اکثر اوقات یہہ بادشاہ دھلی کے مطیع اور باج گذار رھے - البتہ کبھی کبھی بغاوت اور سرکشی بھی کر بیٹھتے تھے - اسلام کے زمانہ میں سب سے پہلا شخص جو ان کا بادشاہ بنا وہ جام افزا (انار یا دنار) (۱) تھا - وہ بہت عقلمند تھا اس نے ساڑھے تین سال حکومت کی ' اس کے بعد اس کا بھائی جام جونا بادشاہ ھوا جو بہت انصاف پسند تھا ' اس کے بعد اس کا بیٹا جام مانی ھوا جس نے سلطان دھلی سے مخالفت کی اور سنہ ۷۶۲ ھ میں سلطان فیروز شاہ نے اس پر چڑھائی کی ' پہلے نا کام رھا ' پھر گجرات سے واپس آکر سلطان نے اس کا مقابلہ کیا آخر جام مانی نے صلح کر لی " (۲) -

---

(۱) فرشتہ کے مطبوعۂ نولکشور نسخہ میں اس جام کا نام انزا لکھا ھے مگر یہہ کاتب یا نسخہ کی غلطی ھے - اصل لفظ انار یا دنار یا اونر ھے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سراج عفیف میں ھے -

(۲) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۷ نولکشور -

۹ - جام علی شیر بن نظام‌الدین ۶ سال چند مہینے -
۱۰ - جام کرن بن جام تماجی ڈیڑھ دن -

جام اونر کا خاندان ختم ہو کر اسی سمہ قبیلہ کا ایک اور خاندان تخت پر بیٹھا، اس کے پہلے بادشاہ کا نام فتح خاں تھا -

۱۱ - فتح خاں بن سکندر ۱۵ سال
۱۲ - جام تغلق بن سکندر برادر فتح خاں - ۲۸ سال
۱۳ - جام مبارک (جام تغلق کا ایک عزیز قریب) - ۳ روز
۱۴ - جام سکندر بن جام فتح خاں بن جام سکندر - ۱ سال ۶ مہینے
۱۵ - جام رائے ورن (مسلمان تھا) - سنہ ۸۵۸ ھ میں کچھہ سے آیا
۱۶ - جام سنجر (سمہ قوم کا ایک سردار) - ۸ برس چند مہینے -
۱۷ - جام نندا نظام الدین ۶۲ برس
۱۸ - جام فیروز بن جام نندا آخری بادشاہ

جام نندا کے زمانہ میں سنہ ۸۹۰ ھ میں شاہ بیگ ارغون نے قندھار سے آکر سندھہ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا - جام نندا کے بعد اس کے بیٹے جام فیروز اور اس کے ایک مدعی عزیز جام صلاح‌الدین میں باہم حصول تخت کے لئے لڑائی ہوئی -' جام صلاح‌الدین گجرات کے سلطان مظفر کی

لے جاکر فیروز شاہ سے ملایا اور صلح کے شرائط طے ہو گئے - (۱)

سمہ بادشاھوں کے نام

میر معصوم اور فرشتہ نے سمہ بادشاھوں کے نام اور زمانے لکھے ھیں - شروع کے بعض ناموں میں ان دونوں میں کچھہ اختلاف ھے ، مثلاً خیرالدین کا نام فرشتہ میں نہیں اس کی جگہ جام مانی لکھا ھے - ممکن ھے کہ مانی اور خیر الدین ایک ھی شخص ھوا - آخر کے ناموں میں بھی کچھہ اختلاف ھے -

۱ - جام اونار یا دنار یا اونر	۳ سال ۲ مہینے	
۲ - جام جونا برادر جام اونار بن بانھبنہ -	۱۴ سال	معاصر علاؤالدین خلجی -
۳ - جام تماجی	۱۵ سال	ایضاً
۴ - جام خیرالدین	۱۶ سال	ایضاً
۵ - جام بانھبنہ	...	
۶ - جام تماجی	...	
۷ - جام صلاح الدین	۱۱ سال	
۸ - جام نظام الدین بن صلاح الدین	۲ سال چند مہینے	

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھو فیروز شاھي شمس سراج عفیف ص ۲۴۰ و ۲۴۱ (کلکتہ) -

ان کے مذہبی انقلاب کی تاریخ مقرر کی ہے؟ مثلاً فرشتہ نے انہیں ناموں کے قیاس سے چار پہلے بادشاہوں کو جن کے نام بترتیب جام اونر، جام جونا، جام مانی اور جام تماچی لکھے ہیں ہندو سمجھا ہے اور پانچویں بادشاہ جام صلاح الدین سے مسلمان بادشاہوں کا سلسلہ شروع کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے

"و از نام جماعت مذکور خصوص از نام تماچی چنین ظاہر می شود کہ انہا زناردار بودند" - (ج ۲ ص ۳۱۸ نولکشور) -

لیکن حقیقت یہہ ہے کہ اس قوم کے ناموں کی طرز و وضع سے دھوکا نہ کھانا چاہئے - سب سے پہلا ہی نام جو جام اونر ہے ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ اونار (اونر) جس سامری کا نام اس کے زمانہ میں تھا وہ ہندو نہ تھا وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا تھا اور ہندو کی ماتحتی سے اس قدر بے زار ہوا تھا کہ سلطان دھلی کے خلاف اس نے بغاوت کردی تھی اور ملک فیروز اپنا بادشاہی لقب اختیار کر لیا تھا - تاریخ طاہری میں جس جام کا زمانہ اسلام کی اشاعت کے لئے خاص طور سے سراہا گیا ہے اس کا نام جام نندا اور اس کے باپ کا نام بانہبنہ بتایا ہے (۱) - جام رائے ورن بالکل ہندو نام ہے مگر جب کچھہ سے آکر تھتھہ پر اس نے قبضہ کیا ہے

---

(۱) تاریخ طاہری (الیٹ) ص ۲۷۳ -

بیگم کا چچازاد بھائی تھا - اس لئے جام صلاح الدین کی مدد کے لئے سلطان مظفر گجراتی اُتھا - یہہ دیکھہ کر جام فیروز نے شاہ بیگ ارغون قندھاری سے مدد مانگی - شاہ بیگ ارغون نے اس موقع کو غنیمت سمجھہ کر سنہ ۹۲۷ ھ میں سندھہ پر قبضہ کر لیا اور سمہ قوم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا - (۱)

اوپر بادشاہوں کے جو ایام حکومت لکھے ہیں ان کا مجموعہ ۱۹۲ ہوتا ہے - حالانکہ سنہ ۷۵۲ ھ سے سنہ ۹۲۷ ھ تک کل ایک سو پچہتر برس ہوتے ہیں - غالباً جام نندا کا زمانہ زیادہ بتایا گیا ہے - ناموں کے بڑھنے کی ایک وجہ یہہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ خاندان کے دو دو شخص ایک ساتھہ حکومت کرتے تھے جیسا کہ سراج عفیف سے معلوم ہوتا ہے - (۲)

سمہ قوم کا مذہب

سمہ قوم مسلمان تو تھی مگر یہہ کہ وہ کب مسلمان ہوئی اور مسلمانوں کے کس فرقہ سے اس کا تعلق تھا اب تک تاریخ کا ایک راز ہے جس کے چہرہ سے تاریکی کا نقاب اُتھانے کی اب تک کوشش نہیں کی گئی ہے - مؤرخوں نے ان کے ہندي اور عربی ناموں کے ذریعہ سے

---

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۲۰ نولکشور -
(۲) فیروز شاہی ص ۱۹۹ و ۲۳۷ (کلکتہ) -

کرنا چاهتے هیں جس کی کوشش سے میرے خیال میں یهه قوم حلقه اسلام میں داخل هوئی هوگی - آرنلڈ صاحب نے محض قیاس سے یهه لکهه دیا هے که اس قوم کو عرب تاجروں کے ذریعه سے اسلام کی دولت هاتهه آئی (۱) ' مگر میری راے میں تجارت کے بجاے تصوف اس کا ذریعه تها -

شیخ الاسلام بهاءالدین زکریا اور سید جلال الدین بخاری

اوپر گذر چکا هے که سندهه پر جو هباری خاندان حکمراں تها اس کی سلطنت کے مٹنے کے بعد اس خاندان کے بعض لوگ ملتان چلے گئے ' ان میں وه زنده جاوید شخصیت بهی تهی جو شیخ الاسلام بهاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے مشهور هے - ان کا زمانه سنه ۵۷۸ ه سے لے کر سنه ۶۶۶ ه تک هے - تمام بڑے بڑے اسلامی ملکوں کا انهوں نے سفر کیا تها اور ان کی ذات سے ملتان علم و تصوف کا مرکز بن گیا تها - سید جلال بخاری جو تصوف و سیادت کی ایک مشهور هستی هیں وه بخارا سے ملتان آکر انهیں شیخ بهاء الدین سے بیعت کی تهی ' ان سید جلال بخاری کے پوتے مخدوم جهانیاں سید جلال الدین حسین بخاری تهے جن کا نام دو بار اس سے پهلے گذر

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) اردو ص ۲۹۲ سنه ۱۹۰۷ ع -

تو اعلان کیا کہ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ
"مسلمانوں" کے ملک کی حفاظت کروں (۱) -

معلوم ہوتا ہے کہ وہ شروع میں اپنا اصلی قومی نام
رکھتے تھے بعد کو سلاطین دہلی کی پیروی میں صلاح الدین
وغیرہ عربی القاب اختیار کرنے لگے' چنانچہ جس جام نے
خیرالدین اپنا لقب اختیار کیا ہے وہ بچپن میں اپنے
باپ کے ساتھہ مدتوں دہلی کے دربار میں رہا تھا (۲) -
آخری بادشاہ جام ننداُ نظام‌الدین کو دیکھو کہ اس کے
ہندی اور عربی دونوں نام ہیں - ننداُ قومی نام
معلوم ہوتا ہے اور نظام‌الدین عربی شاہی لقب - اسی طرح
سلطان فیروز شاہ کی لڑائی جس جام سے ہوئی تھی اس کا
نام شمس سراج نے راے اونر لکھا ہے (۳) جو ہندو نام
ہے مگر قرائن بتاتے ہیں کہ وہ مذہباً ہندو ہونے کے بجاے
مسلمان تھا اور ظاہر ہے کہ اگر یہہ راے صحیح ہو کہ
یہہ عرب تھے تو وہ شروع ہی سے مسلمان ہوں گے اور
اگر ہندو تھے تو میرا قیاس ہے کہ سلطنت پانے کے بعد
نہیں بلکہ یہہ لوگ شروع ہی سے یعنی سلطنت پانے سے
پہلے ہی مسلمان تھے بلکہ اہل سنت تھے - اپنے قرائن کے
پیش کرنے سے پہلے ہم اس بزرگ اور اس کے سلسلہ کا ذکر

---

(۱) تاریخ معصومی (الیٹ) ص ۲۳۱ -

(۲) ایضاً ص ۲۲۵ -

(۳) تاریخ فیروزشاہی شمس سراج عفیف ص ۱۹۹ (کلکتہ) -

وهاں کے بہت سے باشندے سکورا (سکھر؟)
کے پرگنہ میں آکر بسے جو سمہ کے جام
کے زمانہ میں آباد هوا تها، اور یہیں
انهوں نے ایک گاؤں بسایا تها اس کا
بهي نام وهی محمد تور رکها - اس گاؤں
میں شیخ الشیوخ مخدوم بهاء الدین
(زکریا) ملا خلفیه سندهی جو هندوستان
میں بہت مشہور هیں بہت بڑے بڑے
لوگ اور زمیندار جو ان کے مرید تهے وہ
یہیں رهتے تهے " - (۱)

دوسرا واقعہ پہلے گذر چکا هے کہ مخدوم شیخ بهاء الدین کے مرید سید جلال بخاري جن کو مخدوم نے سندهه کی ولایت مرحمت فرمائي تهی، ان کے پوتے سید جلال الدین حسین بخاری جن کا زمانہ سنہ ۷۰۷ ھ سے سنہ ۸۰۰ ھ تک هے اور جو اوچ (سندهه) میں قیام پذیر تهے ان کے هاتهه پر اوچ کے سومرہ والی نے بیعت کی اور بقول فرشتہ :-

" بمسجد رفت وپاے سید بوسیدہ از
درویشاں معذرت خواست و مرید گشتہ
ازمقبولان گردید " - (۲)

---

(۱) تاریخ طاهري الیت ص ۲۵۷ -
(۲) فرشتہ ج ۲ ص ۴۱۶ نولکشور -

چکا ھے ' (ولادت سنہ ۷۰۷ ھ وفات سنہ ۸۰۰ ھ) - اس زمانہ کے بڑے بڑے صوفیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے با استعداد مریدوں کو تربیت کر کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کی رھنمائی اور خدمت کے لئے مقرر کرتے تھے - شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے اسی طور سے سید جلال بخاری اول کو سندھ کے شہر اوچ میں لوگوں کی ھدایت کے لئے بھیجا - اس وقت سندھ میں سومرہ .قوم کی حکومت کا آخری زمانہ تھا ' اور سن چکے ھو کہ سومرہ والی اوچ کس طرح سید موصوف کا معتقد اور مرید بنا -

تاریخ طاھری سے ظاھر ھوتا ھے کہ شیخ الاسلام مخدوم زکریا ملتانی کو نہ صرف سندھ سے بلکہ سمہ قوم (طاھری نے سمہ کے بجائے سومرہ لکھا ھے مگر جو زمانہ بتایا ھے اس کے لحاظ سے سومرہ کے بجائے سمہ چاھئے) سے بہت کچھ تعلقات تھے اور غالباً ان کے اپنے ایک سب سے بڑے مرید کو اس علاقہ میں متعین کرنے کا یہی راز تھا - تاریخ طاھری کی عبارت کا لفظی خلاصہ یہہ ھے :-

" سنہ ۷۰۰ ھ (سنہ ۱۳۰۰ ع) سے سنہ ۸۴۳ ھ (سنہ ۱۴۳۹ ع) تک ۱۴۳ سال سومرہ (سمہ) نام ایک ھندو قبیلہ سندھ پر حکومت کرتا رھا ' اس کا پایہ تخت محمد تور تھا ' اس کا ویرانہ نہ صرف میں نے بلکہ بہت سے لوگوں نے ویرک کے پرگنہ میں دیکھا ھے ' اس کی ویرانی کے بعد

زکریا ملتانی کی ذات ہے یا سید جلال بخاری کی -

دوسرے سال جب فیروز شاہ نے گجرات سے واپس آکر دوبارہ تھتھہ پر حملہ کیا تو جام اونر اور بانہبنہ نے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ ایک قاصد کو سید جلال‌الدین حسین بخاری کے پاس اوچ بھیجیں اور ان کو تکلیف دیں کہ وہ آکر سلطان سے مصالحت کرا دیں ' چنانچہ سید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فریقین میں مناسب شرائط پر صلح کرا دی اور سلطان سے فرمایا کہ (سمہ لوگوں کے پایہ‌تخت) تھتھہ میں ایک ولیہ خاتون تھی اسی کی دعا کی برکت سے یہہ شہر فتح نہیں ہوتا تھا پرسوں اس کا انتقال ہوگیا - (۱)

یہہ واقعات پوری طرح ظاہر کرتے ہیں کہ سمہ کے جاموں کو شیخ بہاءالدین زکریا اور سید جلال‌الدین حسین بخاری سے کتنی گہری عقیدت تھی - ان واقعات سے ان جاموں کا نہ صرف مسلمان ہونا بلکہ اہل سنت ہونا ظاہر ہوتا ہے اور یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا یہی سہروردی خانوادہ ان کی ہدایت کا باعث ہوا ہے -

ان واقعات کا تعلق سمہ قوم کے آخری زمانہ سے نہیں بلکہ بالکل ابتدائی زمانہ سے ہے - اس سے میری اس

---

(۱) فیروز شاہی ص ۲۴۱ (کلکتہ) -

سید بخاری اوچ میں ھشمیه وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے جس کو سن کر بڑے بڑے لوگ متاثر ھوتے تھے - (۱)

سید رحمۃاللہ علیه کے سوانح کے قرینه سے معلوم ھوتا ھے که سومرہ والی کے مرید ھونے کا واقعه سنه ۷۵۰ ھ کے گرد و پیش کا ھے جس کے تقریباً چند سال بعد سومرہ کی جگه سمه قوم برسر حکومت آئی - اس لئے قرین قیاس ھے که بعد کی حکمراں قوم (سمه) بھی سید موصوف سے خاص عقیدت رکھتی ھوگی -

سمه قوم کے دارالسلطنۃ تھتھه پر پہلے سنه ۷۵۲ ھ میں محمد شاہ تغلق نے جب حمله کیا تو اس کو وھیں ناگہانی موت آ گئی اور جب سنه ۷۶۲ ھ میں فیروز شاہ تغلق نے پہلی دفعه حمله کیا تو ناکام رھا اور وھاں سے گجرات چلا گیا - اس واقعه کو یهه لوگ "شیخ" کی کرامت سمجھتے تھے اور اپنی زبان میں سندھی فقرہ بنایا -

"برکت شیخ تھیا، ایک موا، ایک تھا" (۲)

یعنی یهه شیخ کی برکت ھے ایک مر گیا اور ایک ناکام بھاگا - اس فقرہ میں شیخ سے مراد شیخ بہاءالدین

---

(۱) فرشته ج ۲ ص ۳۱۶ (نولکشور) -

(۲) فیروز شاھی شمس سراج عفیف ص ۲۳۱ (کلکته) -

ان شہروں میں حسب ذیل مقامات کے نام خصوصیت کے ساتھ چوتھی صدی کے عرب سیاحوں کے بیانات میں ملتے ہیں :-

دیبل یا تھتھہ

یہہ مشہور بندرگاہ تھی اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے عرب اس کو دیبل اور فارسی مؤرخین تھتھہ کہتے ہیں (۱) - یہی وہ شہر تھا جو سمہ لوگوں کا پایہ تخت تھا اور جس پر فیروز شاہ سلطان دہلی نے حملہ کیا مگر ناکام رہا - آخر حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید کے جانشین حضرت شیخ جلال الدین کی وساطت سے فریقین نے صلح کر لی (۲) - دیبل میں بڑے علما اور محدثین گذرے ہیں جن کا ذکر علامہ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ ھ نے کتاب الانساب میں کیا ہے (۳) - یہہ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے عرب تاجروں کا مرکز تھا - اس کی آبادی کا اندازہ اس سے لگانا چاہئے کہ سنہ ۲۸۰ ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانہ میں یہاں ایک زلزلہ آیا تھا جس میں بہت سی عمارتیں گر گئی تھیں - اس سانحہ میں جو آدمی مکانات کے نیچے دب کر مر گئے ان کی

---

(۱) آئین اکبری (سندھ) -

(۲) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف (کلکتہ) ص ۲۴۱ -

(۳) کتاب الانساب طبع فوتوگرات لفظ "دیبلی" -

دعوت کی شہادت ملتی ہے کہ سمہ قوم بعد کو نہیں بلکہ شروع ھي سے مسلمان تھی - خصوصاً جب اس صورت حال کو اس واقعہ کے ساتھہ ملا کر دیکھا جاے کہ سمہ قوم کو برسرحکومت لانے میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا ھاتھہ تھا - فرشتہ کے الفاظ ھیں :-

> "در آخر عہد شاہ محمد تغلق شاہ بسعی و امداد مسلمانان دولت از خاندان طبقۂ سومرگان بفرقۂ سمگان منتقل شد و اکثر حکام ایشان بدولت اسلام اختصاص داشتند" - (۱)

ظاھر ہے کہ اگر یہہ سمہ شروع ھي سے مسلمان نہ ھوتے تو مسلمانوں کو ان سے کیا ھمدردی ھو سکتی تھی ؟

سندھہ اور اطراف سندھہ کے دوسرے شہر

ملتان اور منصورہ کے علاوہ سندھہ میں اور اس کے اطراف میں عربوں کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور نوآبادیاں بھی تھیں جن کا سراغ چوتھی صدی کے آخر میں محمود غزنوی سے پہلے تک ملتا ہے ' جن میں سے بعض کو سلطان کے باپ سبکتگین نے اور اکثر کو خود سلطان نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کر لیا -

---

(۱) فرشتہ دوم صفحہ ۳۱۷ (نولکشور) -

کو ایک قرار دیا ھے - بہر حال تیسری صدی ھجری کے شروع میں (معتصم المتوفی سنہ ۲۲۷ ھ کے عہد میں) یہاں مسلمان سوداگروں کي آبادی تھی (۱) -

تذبلی

تذبلی نام بھی سندھہ میں ایک مقام تھا ' سنہ ۳۷۵ ھ میں یہاں بھی کچھہ مسلمان آباد تھے (۲) -

بوقان

بلاذری نے سندھہ کے ایک مقام بوقان (یا بوکن) کا ذکر کیا ھے اور لکھا ھے کہ ھمارے زمانہ میں یہاں کے باشندے سب مسلمان ھیں (۳) - اس کا زمانہ تیسری صدی ھجری کا اخیر ھے -

قصدار

بعض لوگوں نے اس کا نام قذدار بھی لکھا ھے - سبکتگین غزنوی کے فتوحات میں اس شہر کا نام ملتان ھے (۴) - یہہ ھندوستاني افغانی سرحد کے پاس واقع تھا ' یہاں خارجی مسلمانوں کی آبادي تھی اور انھیں کی

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ -

(۲) بشاري ص ۴۸۰ -

(۳) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۴) طبقات ناصري ص ۷ (کلکتہ) -

تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی (۱) - بشاری (سنہ ۳۷۵ ھ) نے لکھا ہے کہ "اس کے آس پاس ایک سو گاؤں ہیں، تعداد زیادہ ہندؤوں کی ہے، سب لوگ بیوپاری اور سوداگر ہیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے - یہاں کی آمدنی بہت ہے" -

عسیفان

بلاذری نے اس کا مقام ملتان کشمیر اور کابل کے بیچ میں بتایا ہے جو شاید زیادہ صحیح نہ ہو، البتہ سندھ میں اس کے مماثل نام ملتے ہیں -

ڈاکٹر آرنلڈ کو بھی دعوت اسلام لکھتے وقت اس کا پتہ نہ مل سکا (۲) اور مولانا شبلی مرحوم کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات بھی کی (۳) لیکن میرا قیاس ہے کہ اس نام کی اصلیت 'اسیوان' ہے جس کو سیوان بھی کہہ سکتے ہیں - اس نام کے شہر دھلی اور سندھ کے بیچ میں ہیں - فارسی تاریخوں میں بھی یہہ نام آیا ہے (۴) - سیہوان کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے، اور اب یہہ کراچی کے ضلع میں ہے - بعضوں نے سیوستان اور سیوان

(۱) تاریخ الخلفا سیوطی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۳۸۰ -

(۲) دعوت اسلام ص ۲۹۱ -

(۳) مکاتیب شبلی جلد دوم ص ۱۷ -

(۴) خزائن الفتوح امیر خسرو -

"قزدار طوران کا پایہ تخت ہے - یہہ ایک
صحرا میں واقع ہے - اس کے دو حصے
ہیں' دونوں کے بیچ مین ایک ترائی
ہے جس میں پل نہیں' ایک میں
سلطان کا محل ہے اور اسی میں قلعہ
ہے - دوسرے حصہ کا نام بودین ہے'
اس میں سوداگروں کے مکانات ہیں' اور
یہہ حصہ نہایت صاف ستھرا ہے' شہر
چھوتا ہے مگر فائدہ مند ہے - خراسان'
فارس' کرمان اور ادھر سے هندوستان کے
شہروں سے لوگ یہاں آیا کرتے ہیں' لیکن
یہاں کا پانی اچھا نہیں......پانی نہر سے
پیا جاتا ہے" (۱) -

غرض یہہ ایک چھوتی سی اسلامی ریاست تھی -
سلطان محمود کے باپ امیر سبکتگین نے هندوستان سے پہلے
سرحدی ریاستوں کو مٹانا ضروری سمجھا' چنانچہ
سنہ ۳۷۵ ھ اور سنہ ۳۸۷ ھ (جو سبکتگین کی تاریخ وفات
ہے) کے بیچ کے کسی سنہ میں اس شہر پر قبضہ
کیا اور وہاں کے مسلمان حاکم کو اپنا باجگذار
بنایا (۲) -

---

(۱) بشاری کی احسن التقاسیم ص ۴۷۸ (لیڈن) -
(۲) تاریخ فرشتہ نولکشور جلد ۱ ص ۱۹ -

ریاست بھی تھی - شاید چوتھی صدی کے وسط میں ایک معتزلی متکلم اور مناظر ابوالحسن علی بن لطیف جب یہاں پہنچے تو اس کو خارجیوں کی آبادی اور ریاست پایا - وہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں اس قدر امن و امان ہے کہ چوری کا نام و نشان بھی نہیں ہے ' لوگ گھروں میں قفل بھی نہیں لگاتے ' مسجد میں کوئی مسافر یوں ہی اپنا اسباب چھوڑ دے تو کوئی اس کا چھونے والا نہیں - یہاں ان کی ملاقات ایک مسلمان درزی سے ہوئی - شہر میں مسجد بھی تھی (۱) - بشاری نے اس کا موقع یہہ بتایا ہے کہ وہ بلوچستان کی بندرگاہ تیز سے ساحل پر مکران کی لمبائی میں ۱۲ منزل پر واقع ہے (۲) - ایک اور عرب جغرافیہ نویس کہتا ہے کہ "وہ ملتان سے تقریباً ۲۰ منزل ہے" (۳) -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) کہتا ہے قزدار ایک شہر ہے جس کے ساتھہ چند قصبے اور دیہات ہیں اور یہاں کے حاکم کا نام معین بن احمد ہے لیکن خطبہ خلیفہ (بغداد) کے نام کا پڑھا جاتا ہے ' اور اس کا محل باکزنان میں واقع تھا - بشاری مقدسی جو سنہ ۳۷۵ ھ میں ادھر آیا تھا کہتا ہے :-

---

(۱) معجم البلدان یاقوت رومی ج ۷ ص ۷۸ (مصر) -

(۲) احسن التقاسیم ص ۳۸۰ -

(۳) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

ہوگیا جو دریاے سندھ پر واقع تھا اور ہندو شاہیہ خاندان کا پایۂ تخت تھا - (۱)

چوتھی صدی کے آخر میں (سنہ ۳۷۵ ھ یعنی محمود کے حملہ سے پندرہ سولہ برس پہلے) بشاری مقدسی بیان کرتا ہے کہ "میں نے ابوالہیثم نیشاپوری کے شاگردوں میں سے ایک سے اور شیراز کے ایک عالم سے جو اس ملک کی اچھی طرح سیاحت کرچکے تھے تحقیق کی تو معلوم ہو کہ یہاں ویہند پایۂ تخت کا نام ہے اور اس کے ماتحت شہر ودھان ، بنیر ، نوج لوار ، اور سمان کوج وغیرہ ہیں" (۲) -

وہیند کے علاقہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی خاصی تھی یہاں تک کہ ان کی ریاست قائم تھی - ہندؤوں کا راجہ الگ تھا اور مسلمانوں کا امیر الگ - باشندوں کی غالب تعداد ہندو تھی - (۳)

قنوج

ہندوستان کے مشہور قنوج کو چھوڑ کر سندھ اور پنجاب کی سرحد کے پاس بھی اس نام سے ایک علاقہ آباد تھا جس کا عرب سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے - یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی تھی - سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد

---

(۱) The Early History of India, Vol. I. p. 345.

(۲) احسن التقاسیم ص ۴۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۴۸۵ مع حاشیہ -

طوران

ابن حوقل کے زمانہ میں (سنہ ۳۶۳ھ) یہہ ایک مستقل ریاست تھی، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مغربی سندھہ میں طوران ہے جس پر بصرہ کا ایک باشندہ ابوالقاسم حکمراں ہے جو خود ہی حاکم قاضی سپہ سالار سب کچھہ ہے حالانکہ وہ تین اور دس میں فرق نہیں جانتا -

ویہند

یہہ ہندوستان کا مشہور پرانا شہر ہے - غزنوی فتوحات کے سلسلہ میں اس کا بھی نام آتا ہے - سنہ ۳۹۳ھ میں پشاور کے بعد محمود نے اس پر قبضہ کیا (۱) - اس شہر میں بھی محمود سے پہلے ہی مسلمانوں کی آبادی تھی - بیرونی نے قانون مسعودی میں اس کے ذکر میں لکھا ہے کہ "یہہ گندھار کا پایہ تخت ہے اور یہہ وادی سندھہ میں واقع ہے" (۲) - ونسنٹ اے اسمتھہ صاحب "دی ارلی ہسٹری آف انڈیا" میں اوہند نام دارالسلطنت کو دریاے سندھہ پر جگہ دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے سنہ ۲۵۶ھ میں کابل فتح کر لینے کے بعد وہاں کا دارالسلطنت اوہند کو منتقل

---

(۱) زین الاخبار گردیزی (مطبوعہ برلن) ص ۶۶ -

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۷ (پیرس سنہ ۱۸۴۰ع) -

بڑا شہر ہے - لوگوں نے اس کا حال بیان کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے - کہتے ہیں اس میں صرف جوہریوں کے تین سو بازار ہیں اور اس کے راجہ کے قبضہ میں ڈھائی ہزار ہاتھی ہیں، اس میں سونے کی کانیں بھی ہیں" -

ادریسی جس نے سسلی (اٹلی) میں بیٹھ کر سنہ ۵۴۸ ھ میں اپنا جغرافیہ لکھا ہے کہتا ہے کہ "یہ بہت خوبصورت شہر ہے، تجارت کی منڈی ہے؛ اسی شہر کے نام سے یہاں کے راجہ کو بھی قنوج کہتے ہیں" - ادریسی نے قنوج کی وسعت پنجاب بلکہ کشمیر تک بتائی ہے، مراکو کا جغرافیہ نویس ابن سعید مغربی (سنہ ۵۸۵ ھ) لکھتا ہے "یہ شہر گنگا کے دونوں بازوؤں پر واقع ہے" - (۱)

نیرون

سندھ کے ساحلی شہروں میں ایک شہر نیرون نام تھا، بعضوں نے غلطی سے اس کو بیرون پڑھا ہے اور ابوریحان بیرونی کو یہیں کا رہنے والا بنایا ہے (۲) - یہ دیبل اور منصورہ کے بیچ میں تھا اور منصورہ سے ۱۵ فرسنگ

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفداء صفحہ ۳۶۰ (پیرس) -

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ بحوالہ ابن سعید مغربی و تاریخ الاطباء ابن ابی اصیبعہ جلد ۲ ص ۲۰ (مصر) -

یہہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا ' چنانچہ مسعودي نے (سنہ ۳۰۳ ھ میں) جب اس کو دیکھا ھے تو وہ ملتان سے ملحق تھا اور اسلامی حکومت میں داخل تھا (۱) - بشاری اس کے ستر پچہتر برس کے بعد آیا ھے ' اس وقت اس کی حیثیت خود مختار ریاست کی تھی ' کہتا ھے کہ یہہ بڑا شہر ھے ' اس کی چاروں طرف فصیل ھے ' یہاں گوشت کثرت سے بکتا ھے ' باغ بہت ھیں ' پانی اچھا ھے ' تجارت وسیع ھے ' لوگ حسین ھیں ' شہر پناہ کے اندر جامع مسجد ھے ' مسلمانوں کی غذا گیہوں ھے ' یہاں بڑے بڑے معززین اور علما رھتے ھیں (۲) - آگے چل کر کہتا ھے کہ یہاں کے باشندوں کی گو غالب تعداد ھندو ھے لیکن مسلمانوں کا سلطان الگ ھے - (۳)

اودھہ کے قنوج سے بھی عرب کے سیاح اور جغرافیہ نویس واقف تھے - مصر کا وزیر مہلبی (تقریباً سنہ ۳۸۶ ھ) اپنے جغرافیہ کی کتاب عزیزی میں بیان کرتا ھے کہ " قنوج ھندوستان کے دورترین شہروں میں ھے ' ملتان کے پورب ھے ' ملتان اور قنوج کے بیچ میں دو سو بیاسی فرسنگ کی مسافت ھے اور وہ ھندوستان کا پایہ تخت اور سب سے

---

(۱) مسعودی جلد ۱ ص ۳۷۲ (پیرس) -

(۲) احسن‌التقاسیم بشاري ص ۴۸۰ -

(۳) بشاري ج ۱ ص ۴۸۵ -

کشمیر

یہہ وہ ملک ہے جس کی نسبت یہہ کہنا بجا ہے کہ اس کو مسلمان بادشاہوں کی تلواروں اور تدبیروں نے نہیں بلکہ مسلمان عالموں اور درویشوں کی تاثیروں نے فتح کیا - عرب جغرافیہ نویس اور سیاح اس کے پاس تک آے مگر اس کے اندر نہیں گئے ' انہوں نے اس کے راستہ کی دشواریوں کا ذکر کیا ہے ' وہ سمندر سے لے کر کشمیر کے سلسلہ کوہستان تک سب کو سندھہ ہی کہتے تھے - عربوں کے بعد سلطان محمود نے بھی اس کی چٹانوں سے سر تکرایا مگر کامیابی نہیں ہوئی - لیکن اسی زمانہ میں ہم یہاں مسلمان سوداگروں اور تاجروں کو آتے جاتے دیکھتے ہیں - سلطان محمود کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۴۲۴ ھ میں سلطان مسعود غزنوی نے اس پر حملہ کیا اور اہل شہر قلعہ‌بند ہو گئے تو اس وقت جو مسلمان تاجر وہاں تھے وہ بھی قلعہ میں مقید تھے - (۱)

تاریخ ہند کی اس مختصر خیالی سیر و سیاحت کے بعد ہم ناظرین سے رخصت ہوتے ہیں -

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۱ (نولکشور) -

دور تھا - مصر کا وزیر مہلبی چوتھی صدی میں اپنے جغرافیہ میں لکھتا ھے کہ "یہاں کے باشندے مسلمان ھیں" (۱) - الفنسٹن صاحب نے تاریخ ھند میں بتایا ھے کہ موجودہ شہر حیدرآباد (سندھ) ھی کا پرانا نام نیرون ھے - (۲)

مکران

یہہ سندھ کی سرحد پر واقع ھے - ابن حوقل کے زمانہ میں یہاں کا عرب حاکم عیسیٰ بن معدان تھا ، اس کی دارالامارۃ کا نام کنیر تھا جس کی وسعت ملتان سے آدھی تھی -

مشکی

اسی کے قریب ایک اور عرب ریاست تھی جس کا نام مشکی تھا اور جہاں کا حاکم ابن حوقل کے زمانہ میں مظاھر بن رجاء نام تھا - یہہ ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اس کی مسافت طے ہوتی تھی اور یہاں خطبہ میں خلیفہ بغداد کا نام لیا جاتا تھا -

سندھ کے ریگستانوں میں چلتے چلتے ھم اور آپ دونوں گھبرا گئے ، تھوڑی دیر آئے ملک "جنت نظیر" کی سیر کریں کہ دماغ تر و تازہ ھو -

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۲) تاریخ ھند الفنسٹن جلد دوم ص ۴۹۳ سنہ ۱۸۶۷ع (علی گڈھ) -

ضمیمہ

کتاب کے ختم ہونے کے بعد بعض اور مفید باتیں ملیں جن کا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے -

۱ — سوپارہ

گجرات کے ایک مشہور پرانے شہر کا نام عربوں نے سو بارہ لکھا ہے ' اصطخری (سنہ ۳۴۰ھ) ہندوستان کے مشہور شہروں میں اس کا بھی ذکر کیا ہے ' اور اس کے بعد بیت‌المقدس کے سیاح بشاری (سنہ ۳۷۰ھ) نے چوتھی صدی ہجری کے آخر (دسویں صدی عیسوی کے آخر) میں اس کا نام لیا ہے ' اور اس کی جگہ کھمبایت کے قریب بتائی ہے ' اور دونوں میں چار مرحلوں کا فصل بتایا ہے ' اور کہتا ہے کہ "سوپارہ سمندر سے ایک فرسنگ (۸ میل) کی دوری پر ہے" - (احسن‌التقاسیم بشاری ص ۴۷۷ و ۴۸۶ ' لیڈن)

پچھلے سالوں میں گجرات میں جو پرانی یادگاروں کی تحقیقات ہوئی ہے ' ان میں ایک سوبارہ نام کے شہر کا بھی پتہ چلتا ہے ' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ وہی شہر ہے جس کا عرب سیاحوں نے اپنے زمانہ میں ذکر کیا ہے -

خاتمہ

ان گذشتہ اوراق میں کوشش کی ہے کہ ہم اپنے همسفروں کو عرب و هند اور اسلام و هندوستان کے باهمی تعلقات کے وہ مناظر دکھائیں جو خیبر سے آنےوالے مسلمان فاتحین سے پہلے یہاں جلوہگر تھے - ان سے اندازہ ہوگا کہ ان فتوحات سے پہلے بھی اس ملک میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کے تعلقات هندؤوں کے ساتھہ کیسے چند در چند اور گہرے تھے اور اسلام کا تعلق هندوستان سے کتنا پرانا اور قدیم ہے -

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز "حکایت مہر و وفا" مپرس

هیں ' اس کا خط وہ خط هے جو دیوناگری اور دوسرے هندی حروف کی اصل هے ' اور جس کے متعلق یوروپین محقق بوشلر کی راے هے کہ یہہ تجارتي آمد و رفت کی راہ سے ' مسیح سے سات آٹھہ سو برس پیشتر عراق سے هندوستان آیا تھا - (دیکھو کتاب میں) -

ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے هیں کہ بمبئی میں تھانہ کے ضلع میں سوپارہ مشہور بندرگاہ تھا ' جس کا نام مہابھارت میں سورپارکا هے اور بطلیموس؟ نے اپنے جغرافیہ میں اس کا نام سوپارہ لکھا هے - یہہ ایک مقدس مقام اور اپارنتا کا دارالحکومت تھا -

موجودہ سوپارہ گاؤں اُسی نام کے قدیم مشہور شہر کے موقع پر آباد هے - یہہ ایک خلیج کے بائیں کنارہ پر واقع هے جو خلیج بسین کے ریلوے پل اور دریاے وترنا کے درمیان گھومتی نظر آتي هے - پرانے سوپارہ میں اب بھی پرانے عمارات اور مکانات کے نشانات باقي هیں - یہاں ایک رام کنڈ بھی هے جو اُس کے تیرتھہ ہونے کی دلیل هے -

سنہ ۱۸۸۱ع میں جب سوپارہ کے یادگاری پتھر کا پتہ لگا هے اس گاؤں میں بمشکل چھہ سو گھر تھے ' جن میں تقریباً دو هزار آدمی رهتے تھے - ان میں برهمن ' هندوستانی '

۲ فروری سنہ ۱۹۳۰ع کے سنڈے بمبئی کرانیکل میں (ص ۳۱ و ۳۲) سوپارہ کی اثری تحقیق پر ایک مضمون نکلا ہے ' جس کا خلاصہ یہہ ہے :-

"آثار قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کا پتہ مگدھہ دیس (بہار) کے مشہور راجہ اشوک کے زمانہ سے چلتا ہے - یہاں راجہ اشوک کا ایک یادگاری پتھر سنہ ۱۸۸۱ع میں ہمارے اثری محققوں کو ملا ہے - سوپارہ اب بھی بی ' بی ' سی ' آئی ریلوے کے ایک غیر معروف استیشن کا نام ہے جو اپنے قریب کے اسی نام کے ایک گاؤں کے سبب سے رکھا گیا ہے - پنڈت بھگوان لال اندر جی (آنجہانی) نے یہاں اشوک کے سنگی کتبہ کا پتہ لگایا تھا - اب یہہ مقام بمبئی کے علاقہ میں بسین سے جو سمندر ہی کے کنارے ہے تین چار میل اُتر ' اور خاص شہر بمبئی سے تیس میل ہے -

سنہ ۲۵۰ ق م میں یہہ مقام ہندوستان کے مشہور و پر رونق شہروں سے تھا ' جس کے سبب سے یہہ اُن چند خوش قسمت شہروں میں منتخب ہوا جہاں راجہ اشوک نے اپنے یادگاری پتھر لگائے - سوپارہ والا پتھر یہاں سے اُتھہ کر پرنس آف ویلز میوزیم (مغربی ہند) میں رکھا گیا ہے - اس میں دس سطریں ہیں ' پہلی چار سطریں مٹ گئی

۳ — سندھ کے شاہانہ جوتے

کتاب کے ص ۷۷ میں کھمبایت کے جوتوں کا ذکر ہے، جو منصورہ (سندھ) سے عراق کے عباسی پایۂ تخت بغداد میں جاتے تھے - ابھی حال میں امام احمد بن حنبل (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کی ایک مختصر کتاب الورع ایک سات سو برس کے قلمی نسخہ سے جو الجزائر (الجزیریا) میں ملا ہے، سندھ ۱۳۴۰ھ میں مصر میں چھپا ہے، یہہ ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کے جوتے اس قدر خوشنما اور بھڑکدار ہوتے تھے کہ ثقہ اور سنجیدہ لوگ ان کو پہننا پسند نہیں کرتے تھے، اور وہ صرف شہزادوں کے پہننے کے قابل سمجھے جاتے تھے (۲) -

---

(۱) الادب المفرد امام بخاری، باب بیع الخادم، ص ۳۵، مصر -

(۲) کتاب الورع ابن حنبل، باب لبس النعال السندیۃ، ص ۱۰۱، مطبع سعادت، مصر -

عیسائی اور مسلمان باشندے ہیں - مسلمانوں میں عرب اور ایرانی ہیں جو سات صدی، پیشتر سے تجارتی تعلق سے یہاں آباد ہوئے -

اس خلاصہ سے معلوم ہوگا کہ گجرات کے دوسرے ساحلی تجارتی شہروں کی طرح یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور اگر راجہ اشوک کے سنگی کتبہ، اور بطلیموس کے جغرافیہ سے اس آبادی کا مسیح سے تھائی سو برس پہلے نشان ملتا ہے، تو مسلمان عرب سیاحوں کے بیان سے اُس کا مسیح سے ایک ہزار برس بعد بھی پتہ چلتا ہے -

۲ — جاٹ طبیب عرب میں

اصل کتاب میں صحابہ کے زمانہ میں یعنی پہلی صدی ہجری، اور ساتویں صدی عیسوی میں جاٹوں کے عراق اور عرب میں آباد ہونے کا ذکر آیا ہے (ص ۱۱)، مگر اس مقام پر اُن کے سپاہیانہ اوصاف لکھے گئے ہیں - مگر ایک نہایت مستند ذریعہ سے اُسی زمانہ میں اُن کے ایک علمی کارنامہ کا بھی نشان ملتا ہے - امام بخاری (المتوفی سنہ ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عایشہ بیمار پڑیں تو اُن کے بھتیجوں نے ایک جاٹ طبیب کو اُن کے علاج کے لئے بلایا (۱) -

صحت نامه

ضروری لفظوں کي تصحیح

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲	۲۰	سیرطی	سیوطی
۳	۱۲	تهی	تها۔
۱۶	۹	باهر	یا هر
۲۲	۵	هندوستان	سدوسان
۲۴	۱۲	دی غوجی	دي خوی
۲۵	۱۷	سنه ۱۸۴۵	سنه ۱۸۱۱
۳۰	۲۱	هندو	هند
۳۸	۱	مزوج	مروج
۴۲	۷	أرسته	رسته
۵۱	۶	رنگون	زنگیوں
۵۲	۲	کا	کي
۵۶	۱۲	جشه	حبشه
۶۵	۱	زیاد	زباد
۶۵	۵	بیوپاروں	بیوپار کي چیزوں
۶۵	۸	سنیاذج	سنباذج
۶۵	۱۰	واذي	داذی (؟)
۶۸	۱۵	کا نام	کے نام
۷۷	۹	بلخي	بخنتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۷	۱۵	وابشلیم	دابشلیم
۱۹۸	۳، ۶	وابشلیم	دابشلیم
۱۹۸	۹	بید پانی	بید پافی
۱۷۸	۱۱	پانی ساسي ڈھانت	پانچ سی دھانت (سدھانت)
۱۹۷	۱۹	سیاھوں	سیاحوں
۱۹۷	۲۰	افرات	افراط
۲۰۲	۱۳	صیجور	چیمور
۲۰۶	۲	ھاتھہ	ھاتھہ میں
۲۰۶	۱۷	اسنان	اشنان
۲۱۴	۲۲	ا آلبلاد	آثارالبلاد
۲۲۰	۸	لا اوریہ	لا ادریہ
۲۳۱	۱۱	بدوہ	بددہ
۲۴۳	۱	سلیمان	سلطان
۹۴۶	۱۶	(با بالا)	(یا بالا)
۲۵۲	۴	تریخ	تاریخ
۲۶۶	۲	جھونکو	جھونکوں
۲۷۲	۱۱	دیوان	دیوار
۲۷۳	۴	الحصاء	الحساء
۲۷۳	۷	دیوان	دیوار
۲۷۸	۱۱	ضداپور	صندا پور
۲۹۱	۱۶، ۱۷	ھے	تھا

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۸۰	۷	کو لا کر	کوکیالاکر
۹۱	۱۸	اخفر	اخضر
۹۵	۱۰	الافاریه	الافاویه
۹۶	۱	والببغا	والببغاء
۱۰۳	۷	هو گئے	هو کے
۱۰۶	۹	برمک	برمگ
۱۰۹	۲۲	جزبه	جذبه
۱۱۱	۱۷	رها	رہ
۱۲۵	۸	کا	کو
۱۲۹	۲۱	واضع	واضح
۱۳۱	۱۳	مکه	ملکه
۱۳۲	۱۲	جعفو	جعفر
۱۳۳	۲۰	طاشکري	طاشکبري
۱۳۵	۱۳	اسي	انهیں
۱۳۵	۱۶، ۱۷	کی	...
۱۳۷	۱۰	ارجبند	ارجبهند
۱۴۵	۵	زبر	زیر -
۱۴۵	۹	زیر	زبر
۱۴۷	۹، ۱۰	معتقد	معتضد
۱۴۷	۲۰	مولوئی	موسیولوئي
۱۵۹	۷	یا کهریا یا جهر	باکهر یا باجهر
۱۶۱	۱	طوفانی	طوفافی

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۴۸	۳	وار	اور
۳۴۹	۱	مضورہ	منصورہ
۳۴۹	۴	محمد	محمود
۳۵۲	۱	ہو سکتے	سمجھہ سکتے
۳۵۲	۲	مسلی	سنی
۳۵۲	۲	خاطمہ	خاتمہ
۳۵۲	۳	ملطان	ملتان
۳۵۸	۲۰	(سنہ ۴۴ ھ)	(سنہ ۴۴۴ ھ)
۳۵۹	۸	خبانی	جذانی
۳۵۹	۹	جوبصورت	خوبصورت
۳۵۹	۱۰	سیاحوں	یہاں
۳۶۰	۲ ، ۹ ، ۱۸	دنار	ونار
۳۶۱	۲	دنار	ونار
۳۶۲	۱۱	ابا این همه	با این همه
۳۶۳	۱۳	ختیار	اختیار
۳۶۴	۸ ، ۹	اوج	اوچ
۳۶۴	۹	یہہ	سید
۳۶۶	۸	تعریف	تحریف
۳۷۸	۹ ، ۲۰	دنار	ونار
۳۸۰	۸	ہوا	ہو
۳۸۰	۹	دنار	ونار
۳۸۵	۱۷	وہ	اونھوں نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۲	۱	منگوز	منگلور
۲۹۶	۵	قندریدہ	فندریدہ
۳۰۰	۱۰	وامغانی	دامغانی
۳۰۱	۱۷	البشیر	السیر
۳۰۳	۱۱	منضورہ	منصورہ
۳۱۰	۱۰	بسالی	سامی
۳۱۶	۱۵	کو	گو
۳۱۷	۱۸	ان تمامتر	انکو
۳۱۷	۱۹	میں	نہیں
۳۲۰	۱۶	رادہ	ارادہ
۳۲۰	۱۷	اراست	راست
۳۲۰	۱۹	س	اس
۳۲۱	۱۱	کر لے گا	کرے گا
۳۲۱	۱۷	گرویزی	گردیزی
۳۲۲	۱۱	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۴	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۹	الواضع	الوضع
۳۲۸	۱۲	کو	کا
۳۲۹	۲	سرحدوں	موحدوں
۳۳۸	۱۷	سیدیوں	میدیوں
۳۴۰	۸	بن والی خالد	بن خالد
۳۴۱	۱۱	هجستان	سجستان

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۹۰	۱	دعوت	دعوے
۳۹۲	۱	بشاوی	بشاری
۳۹۳	۱۲	قذدار	قزدار
۳۹۷	۵	ابوالیشم	ابوالهیثم
۳۹۷	۸	یہند	ویہند
۳۹۷	۱۰	وهیند	ویہند